ایک تاریخی، فکری اور تحقیقی جائزہ

مطالعہ بریلویت

جلد چہارم

مصنف

ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی

ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

تقریظ

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

حافظی ناشران و تاجران کتب

بکڈپو دیوبند ۲۲۷۵۵۲ (فون)

کتاب

مطالعہ بریلویت جلد چہارم

مؤلف

ڈاکٹر علامہ خالد محمود

اشاعت

۱۹۹۷ء

ناشر

حافظی بکڈپو دیوبند ۲۴۷۵۵۴ (یوپی)

HAFZI BOOK DEPOT

DEOBAND-247554 (U.P.)

Tele-fax (01336) 222511 Mobile 9412566171

فہرست

مقدمہ — شہر بریلی

بریلی کے دینی مدارس

نچلی کلاس کے لوگوں پر بریلویوں کی واردات
بریلوی مریدوں پر وہابیت کے قبضے

بریلویوں کا طریق واردات

قومی سطح پر دعوت اتحاد
اور بریلی کی قیامت خیز گرمی

اتحاد پر بریلی کی قیامت خیزی

اِستفسار کے نمبروار جوابات

مسئلہ اکثریت

اعلیٰ حضرت کے باغی

بریلویوں کی مذہبی خودکشی

باقی فہرست آخر میں

سے ہوا تھا۔ اس میں مولانا محمد احسن اور مولوی محمد منیرؒ کی ترغیب پر ہی مولوی نانگلین نے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو مہتمم شاہجہان پور میں بنایا تھا۔[1]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ بریلی ان دنوں علم سے دیوبند کا بڑا علمی مرکز تھا اور یہاں کی دینی آواز یہی حضرات سمجھے جاتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ ہندوستان کے ہر حصہ شہر کی اسلامی دنیا انہی بزرگوں کے دم سے آباد تھی ـــــ یہ تصور کہیں نہ تھا کہ یہ حضرات علمائے کرام کوئی نیا فرقہ ہیں یا دارالعلوم دیوبند کسی نئے عقیدے کا مرکز ہے۔ ابھی یہاں مولانا احمد رضا خاں کو جاننے والا کوئی نہ تھا۔

ان حالات میں مولانا احمد رضا خاں یہاں پیدا ہوئے۔ آپ جہاں پڑھیں اور کسی مدرسہ میں داخل ہوں یہ بہت کٹھن مرحلہ تھا۔ سارے بریلی پر دیوبند کی چھاپ لگ چکی تھی سو آپ مجبوراً گھر ہی پڑھتے رہے۔ اور آپ کے والد مولانا نقی علی کو امید رہی کہ آپ روحانی طور پر کچھ نہ کچھ ضرور پڑھ جائیں گے۔ آپ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

> میرا کوئی استاد نہیں۔ میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار قاعدے جمع و تفریق، ضرب و تقسیم محض اس لیے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی تھی۔ شرح چغمینی شروع کی ہی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا۔ کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو۔ یہ علوم مصطفیٰ پیارے کی سرکار سے تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔[2]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مدرسوں کی لائن کے آدمی نہ تھے۔ نہ ان کا بریلی کے کسی مدرسہ پر اعتماد تھا۔ ہندوستان کی علمی قیادت علمائے دیوبند کے ہاتھ میں تھی۔ اور بریلی میں بھی یہی صورت حال تھی۔

اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی نسبت سے ہندوستان کا ایک بڑا دینی اور روحانی مرکز تھا۔ وہاں کی بڑی علمی شخصیت کون تھی؟ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ جو پہلے جیلی یا ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے تھے اور بعد میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس بنے۔ آپ یہاں اجمیر کالج میں صدر مدرس تھے اور اجمیر میں انہی کا فتویٰ چلتا تھا۔ آپ کے ایک نامور شاگرد مولانا

---

[1] مولانا محمد احسن نانوتویؒ ص[illegible] [2] المیزان بمبئی امام احمد رضا نمبر ص[illegible]

معین الدین اجمیریؒ میں جو سیال شریف کے گدی نشین خواجہ قمر الدین سیالویؒ کے شاگرد تھے حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ کا ذکر المیزان بمبئی کے احمد رضا نمبر میں اس طرح ہے۔

شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ ——— مولانا مرحوم کا جو عزم جہاد انگریزوں کے خلاف تھا وہ آپ کی گرانقدر کتاب تجلیات انوار المعین سے ظاہر ہے یہ کتاب بھی انگریزوں نے ضبط کر لی تھی۔[1]

حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ نے مولانا احمد رضا خان کے خلاف ایک مستقل کتاب تجلیات انوار المعین لکھی اس میں آپ نے مولانا احمد رضا خان کے شوق تکفیر کا بڑے دلنشین انداز میں ذکر کیا ہے۔ خواجہ قمر الدین صاحب کی سند حدیث میں جو حضرت نانوتویؒ کا ذکر آتا ہے وہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کا ہے۔ خواجہ قمر الدین انہیں مولانا محمد قاسمؒ سمجھتے رہے۔

کیا دہلی اور کیا لکھنؤ۔ کیا بریلی اور کیا اجمیر، کیا تونسہ اور کیا سیال، کیا گولڑہ اور کیا مدراس ——— ہندوستان میں اسلامی علوم و فنون کے سرچشمے یہی حضرات علمائے دیوبند تھے۔ بریلی میں ان دنوں جن لوگوں کے باعث اسلام کو عروج تھا، وہ حضرت مولانا محمد احسن نانوتویؒ کا اسلامی حلقہ علم تھا اور آپ خود ۱۸۵۷ء میں یہاں مقیم رہے تھے بریلی آپ اس کے بعد گئے تھے۔

یہ دوسرے بڑے شہروں کا ذکر یہاں ضمناً کیا ہے، اصل موضوع بریلی کا علمی تعارف ہے اور یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ بریلی ان دنوں علمائے دیوبند کی بدولت شہر دہلی بنا ہوا تھا۔ مگر افسوس کہ ہندوستان کا یہ علمی مرکز بدایوں آ کر رک گیا اور بدایوں میں فضل رسول ایک نئی راہ پر چل نکلے۔ یہی راہ آئندہ جا کر بریلوی عقیدے کا نام پا گیا۔

مولانا فضل رسول بدایونیؒ کی اس کروٹ سے بریلی میں مولانا نقی علی خان (والد مولانا احمد رضا خان) نے اختلاف کی بنیاد ڈالی۔ یہ بریلی میں بریلویت کا آغاز تھا۔ یہاں مرکزی علمی شخصیت مولانا محمد احسن نانوتویؒ کی تھی۔ آپ ہی یہاں عیدگاہ کے امام تھے۔ آپ کے مقابل مولانا نقی علی خان یہاں کے علمی اور عوامی حلقوں میں کچھ اثر نہ رکھتے تھے۔ مولانا احمد رضا خان اپنے وقت میں کچھ ابھرے تو انہیں بھی ایک عام عالم کے تحت محض جاہلوں کا پیشوا سمجھا گیا۔ مولانا مظہر اللہ دہلوی (صاحب فتاوی مظہری) کے صاحبزادے مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں۔

---

[1] المیزان بمبئی احمد رضا نمبر ص۴۹

علمی حلقوں میں اب تک امام احمد رضا خاں کا صحیح تعارف نہ کرایا جا سکا۔ جدید
تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک ان سے نابلد ہے۔ چنانچہ ایک تحریر میں جہاں یہ راقم بھی
موجود تھا ایک فاضل نے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خاں کے پیرو تو نرے جاہل ہیں
مگر آپ جاہلوں کے پیشوا تھے۔[1]

میزان بمبئی کے احمد رضا نمبر میں بھی ہے:

یہ تلخ حقیقت تسلیم کیجئے کہ امام احمد رضا کا علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف
کرایا نہ جا سکا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو احمد رضا کو پہچانتا بھی نہیں۔[2]

ان حالات سے پتہ چلتا ہے کہ بریلی میں مولانا نقی علی خاں کا کوئی خاص علمی تعارف نہ تھا ورنہ
مولانا احمد رضا خاں کو علمی حلقوں سے اس طرح بے دخل نہ کیا جاتا۔ مولانا نقی علی خاں نے بچے سے تشہیر
ہونے کی تہمت دور کرنے کے لیے ایک چھوٹا سا مکتب مدرسہ اہل سنت کے نام سے قائم کر رکھا تھا
اور مولانا احمد رضا خاں اپنے والد کے گھر میں ہی پڑھتے تھے اور آپ کا خاندان زیادہ تر اس امید سے
جیتا تھا کہ شیر علی آپ کو علم لدنی دے کر اعلیٰحضرت بنا دیں گے۔

مولانا احمد رضا خاں سے پہلے بریلی کی علمی فضا کا نقشہ آپ کے سامنے ہے۔ آئیے وہاں کے
دینی مدارس پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں اور پھر اس مدرسے کا کچھ تذکرہ کریں جو مولانا احمد رضا خاں نے
قائم کیا تھا۔ آپ خود اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی پرجوش اور پرزور شخصیت
سے بریلی کی علمی تاریخ اور اس کی عزت میں کچھ اضافہ نہیں کیا۔ اگر آپ نے کچھ اثرات چھوڑے ہیں
تو وہ تکفیر کے سیاہ چھینٹوں سے سوا کسی علمی ترازو میں کوئی وزن نہیں رکھتے۔

بریلی کے دینی مدارس

پہلے دور میں مدرسہ یہی تھا کہ جہاں کوئی صاحب علم بیٹھ گئے وہیں ان کے گرد تشنگان علوم اپنی پیاس
بجھانے کے لیے جمع ہو گئے اور یہی ماحول ایک مدرسہ بن گیا۔ وہ کسی مسجد میں پڑھانے بیٹھ جاتے یا اپنے
مکان پر پڑھاتے یا کسی درخت کے سائے میں بیٹھ جاتے وہی مدرسہ ہوتا تھا اور اس کے لیے کسی

---

[1] فاضل بریلوی اور ترک موالات صفحہ ۴ شائع کردہ مرکزی مجلس رضا [2] ماہنامہ المیزان احمد رضا نمبر صفحہ ۲۸

قائم کیا۔ یہ حضرت شیخ الہند کے ایک نامور شاگرد مولانا سلیمان صاحب نے قائم کیا۔ آپ ریاست پٹیالہ کے رہنے والے تھے۔ چند ہی دنوں میں یہ مدرسہ اشاعت العلوم [illegible] کا مرکزی مدرسہ بن گیا جس کی بڑی کھلی شہرت تھی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یسینؒ کے شاگردوں میں جس عبقری شخصیت نے برصغیر پاک و ہند میں شہرت پائی۔ وہ جامع معقول و منقول حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ خلیفہ رشید حکیم الامت تھانویؒ ہیں۔ آپ نے پہلے جالندھر میں پھر ملتان میں عظیم دینی درسگاہ قائم کی۔

بریلی کے اس علمی ماحول میں جس میں مولانا احمد رضا خاں کہیں نظر نہیں آتے تھے آپ کے والد مولانا نقی علی خاں نے مدرسہ مصباح العلوم والوں سے کچھ چھیڑ چھاڑ شروع کر رکھی تھی لیکن وہاں ان کی کوئی علمی حیثیت نہ تھی۔ انہوں نے ایک چھوٹا سا مکتب مدرسہ اہل سنتؓ کے نام سے قائم کر رکھا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں کا بھی ابتداء یہیں (مدرسہ اشاعت العلوم میں) آنا جانا تھا۔ آپ نماز بھی یہیں پڑھتے اور مصباح العلوم کی بجائے اسے ترجیح دیتے تھے۔ لیکن جب دارالعلوم کا یہاں پر جلسہ دستار بندی ہوا اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یسینؒ وہاں دستار بندی کے لیے گئے تو مولانا احمد رضا خاں نے یہاں بھی نماز پڑھنا چھوڑ دی۔ پھر آپ پر وہ دور بھی آیا کہ بریلی میں آپ کو جمعہ پڑھنے کے لیے کوئی لائق اعتماد جگہ نہ ملتی تھی۔ بریلی میں ہر طرف علمائے دیوبند کا زور تھا۔ اس پریشانی میں آپ نے ایک دفعہ نماز جمعہ ایک دکان میں پڑھی تھی۔

یہ وہ حالات تھے جن کے پیش نظر مولانا احمد رضا خاں نے بریلی میں ایک نیا مدرسہ قائم کیا۔

ك یہ نام اس لیے رکھا گیا تھا کہ جناب نقی علی کے بارے میں یہاں عام تاثر یہ تھا کہ آپ شیعہ ہیں۔ والد کا نام رضا علی، دادا کا نام کاظم علی تھا۔ آپ نے اس تاثر کو زائل کرنے کے لیے اپنے مکتب کا نام مدرسہ اہل سنت رکھا۔ مولانا نقی علی وقت کے کسی معروف عالم کے شاگرد نہ تھے نہ مرید کہ اپنے ماحول میں انہیں سنی سمجھا جاتا۔ آپ مارہرہ شریف بیعت کے لیے اس وقت گئے جب آپ کے بیٹے احمد رضا خاں بھی وہاں بیعت کے لیے آپ کے ساتھ تھے اور باپ بیٹے نے وہاں اکٹھے بیعت کی تھی۔ باپ بیٹے کا اچانک اہل سنت کی صفوں میں آنا اور مکتب اس نام سے قائم کرنا، اور ایک سنی پیر خانہ میں جا بیعت کرنا معنی خیز ہے اور کسی آئندہ کے پروگرام پر دلالت کرتا ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ آپ سواد اعظم اہل سنت کو مستقل طور پر دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اب حال یہ ہے کہ اہل سنت مجموعی طور پر ملک کی کوئی ایک ٹھوس قوت نہیں دو گروہوں میں منقسم ہیں۔

اس مدرسہ کا پہلا سالانہ جلسہ ۱۳۲۲ھ میں ہوا جس پر تاریخ جلیل الدین (تخلص حافظ) نے اس مدرسہ کے اہلِ سنت ہونے پر ان الفاظ میں دلیل پیش کی۔ آپ کی یہ دلیل بھی کہ مولانا احمد رضا خاں کے خاندان کو سنی العقیدہ سمجھا جائے ۔

ہیں ارکانِ اسلام اصحاب چاروں — کہ چاروں نے ترتیب سے کی خلافت
و صدیقؓ و فاروقؓ و عثمانؓ و حیدرؓ — جو یہ ہو سو سب کا وہ ہے اہلسنت[1]

مولانا احمد رضا خاں کا بریلی میں یہ مدرسہ کس درجہ کی اسلامی یونیورسٹی تھی، سے اُن کے اپنے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

"کسی کو ادھر نہ مدرسہ ہے نہ واعظ نہ ہمت والے مانند ۔ ایک ظفر الدین کدھر جائیں اور ایک لال خاں کیا کیا بنائیں۔ وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل۔"[2]

یہ لال خاں کون تھا؟ کیا کرتا تھا؟ مولانا احمد رضا خاں نے اس کی بھاری ذمہ داریوں کا ذکر تو کیا ہے لیکن یہ ظاہر نہ کیا کہ وہ ان کے ہاں کیا کرتا تھا۔ اتنی بات ضرور ہے کہ مولانا اس کا دامن ضرور محسوس کرتے تھے۔

قارئین اندازہ کریں یہ مولانا احمد رضا خاں کے مدرسے کا اندرونی حال ہے۔ مدعلما دیوبند کے خود بریلی کے مدارس مصباح العلوم اور اشاعت العلوم عظیم علمی درسگاہیں تھے اور بریلی میں بس علمائے دیوبند کا ہی نام چلتا تھا۔

بریلویت میں بریلی کا نام آنے سے باہر کے لوگوں کو گمان ہوتا ہے کہ شاید بریلی بریلویوں کی علمی اور جماعتی قوت کا مرکز ہو ـــــ ہرگز ایسا نہیں ہے ـــــ بریلی میں اس مکتبِ فکر کی کوئی مرکزیت نہیں ہے اور نہ یہ پہلے رہی ہے ـــــ بریلوی فرقہ اس نام سے محض اس لیے موسوم ہو گیا کہ مولانا احمد رضا خاں یہاں کے رہنے والے تھے۔ ورنہ علمائے دیوبند کے مدارس اگر کالج تھے تو مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ بریلی کی حیثیت مڈل سکول سے کچھ آگے نہ تھی۔

مدرسہ کی کچھ حیثیت بریلی میں ہے تو ڈیڑھ اینٹ کی مسجد اس لحاظ سے تو بہت شہرت حاصل کر جاتی ہے کہ یہ ڈیڑھ اینٹ کی ہے۔ اس وقت اس کی اندرونی حالت سے بحث نہیں ہوتی۔ اس کے اختلاف سے ایک نیا مکتبِ فکر سامنے ضرور آجاتا ہے اور یہی اس کی شہرت کا راز چھپا ہوتا ہے

---

[1] آئینہ پیغمبر صـ ۱۸۱ [2] المیزان احمد رضا نمبر صـ ۳۶۲

It is not clear where the Barelvi, had its strongholds but the Mashriq of Gorakhpur and Al-Bashir took note of the pro-government fatwas of Ahmad Raza Khan and it seems that the school's permissive thinking on Islamic practice appealed especially to certain low groups in Muslim society.

The Muslims of British India, p 268.

ترجمہ۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ بریلوی مکتب فکر کی مضبوط گرفت کہاں سے تھی لیکن گورکھپور سے شائع ہونے والے رسالہ مشرق اور البشیر سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان کے فتوے پرو گورنمنٹ (تاج برطانیہ کی حمایت کے) ہوتے تھے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اعمال اسلامیہ پر بریلوی مکتب فکر کا فراخدلانہ نظریہ مسلمانوں کے نچلے طبقے کے لوگوں کو زیادہ موزوں اور خاص طور پر پسند آتا تھا۔

یہ درست ہے کہ بریلویت اپنے مخصوص اور منفرد اطوار ہی کی وجہ سے جاہل طبقے میں ہی چلی ہے اور پڑھے لکھے لوگوں اور تعلیم یافتہ لوگوں میں اس کو پذیرائی نہیں ہوئی۔ خصوصاً مدرسوں میں اور قبروں کے میلوں میں آپ کو زیادہ تر یہی لوگ ملیں گے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی نادانی میں سامراجی حکومتوں کا ہاتھ مضبوط کرتے رہے ہیں۔ برصغیر میں آزادی کی جتنی تحریکیں اٹھیں ان میں انگریزی اقتدار کے حامی آپ کو اسی طبقہ میں ملیں گے۔ بڑے بڑے زمیندار اور جاگیردار انگریزوں کے نمک خوار رہے وہ تعلیمی لحاظ سے اسی طبقے کے تھے اور اسی کردار کے لوگ اس طبقے میں ہی تلاش کیے جا سکتے تھے۔

بریلوی جماعت کے مولانا احمد رضا خان جن کے فتوے پرو گورنمنٹ سمجھے جاتے تھے مگر کسی درجے میں صاحب علم تھے مگر قوم کی جہالت سے انہیں جاہلوں کا پیشوا ہی سمجھا جاتا تھا۔ پڑھے لکھے لوگ وہ ڈاکٹر ہوں یا انجینئر، پروفیسر ہوں یا اکاؤنٹنٹ، سکولوں کے اساتذہ ہوں یا افسران انتظامیہ، حکام ہوں یا فلاسفر، وکلاء ہوں یا علماء، ان میں بریلوی آپ کو بہت کم ملیں گے۔ پروفیسروں میں شاید آپ کے ذہن میں کسی مسعود احمد صاحب کا نام آئے جو مفتی مظہر اللہ صاحب

دہلوی کے صاحبزادے تھے اور بریلویوں کے صاحبِ قلم۔ مگر ان کی اپنی شہادت بھی تو مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں یہ ہے۔

> علمی حلقوں میں اب تک آپ کا تعارف نہ کرایا جا سکا۔ یہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک بالکل نابلد ہے۔ چنانچہ ایک مجلس میں جہاں یہ راقم بھی موجود تھا ایک فاضل نے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خاں کے پیرو تو زیادہ تر جاہل ہیں گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے۔[1]

ہم P. Hardy کی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کی پذیرائی زیادہ پچھلے طبقے میں ہوئی اور پڑھے تعلیم یافتہ لوگ اپنے آپ کو بریلوی کہنے میں ہمیشہ عار محسوس کرتے رہے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے فتوے ابتداء ہی سے پروگورنمنٹ فتوے سمجھے جاتے تھے۔

اپنے گرد و پیش کے حالات کا جائزہ لیں

ہم اپنے قارئین سے گزارش کرتے ہیں کہ ہمارے اس تجزیہ کی روشنی میں اپنے اپنے ماحول کا جائزہ لیں۔ آپ کو پڑھے تعلیم یافتہ لوگ ان ختموں عرسوں، قبروں کے میلوں اور قوالیوں کی مجالس میں بہت کم ملیں گے۔ اور بریلویت جس طرح بریلی میں کس مپرسی کی حالت میں رہی ہے پورے برصغیر پاک و ہند میں آپ کو کہیں بھی یہ لوگ تعلیمی شہرت اور علمی توانائی میں نہ ملیں گے۔

اور تعلیم یافتہ طبقوں کو ایک طرف رہنے دیجئے صرف علماء ہی کو لیجئے۔ زیادہ علماء زیادہ طلباء اور زیادہ مدارس آپ کو حلقہ دیوبند کے ہی ملیں گے۔ ملتان بریلویوں کی جان سمجھا جاتا ہے۔ ان کے غزالی دوراں احمد سعید کاظمی یہیں رہتے ہیں جو شخص ان کے مدرسہ انوار العلوم ملتان اور حلقہ دیوبند کے خیر المدارس ملتان کو خود جا کر دیکھئے وہ ہمارے اس بیان کی تائید زبان سے نہیں آنکھوں سے

---

[1] فاضل بریلوی اور ترکِ موالات ص شائع کردہ مرکزی مجلس رضا

کرے گا۔ بریلویوں کا جو حال بمبئی میں ہے اس سے بڑھ کر پاکستان میں ہے۔ کسی کی ایک تحریر نہیں۔ ان کے حق میں اگر کوئی بات کہی جا سکتی ہے تو صرف یہ ہے کہ مولانا احمد سعید کاظمی کا مزار بہت شاندار بنا ہے اور حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ایک عام قبرستان میں خیمہ زن ہیں۔ وہاں دن رات چڑھاوے چڑھتے ہیں اور یہاں کوئی مجاور تک موجود نہیں۔

بر مزار ما غریباں نے چراغے نے گلے
نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

علماء قوم کی جان ہوتے ہیں اور عوام اپنے دینی کاموں میں انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان کی نظر ان کے مزاروں پر نہیں، ان کے کاموں پر ہوتی ہے اور اسی جہت سے وہ آخرت سے تعلق رکھنے والے امور میں ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے ہر شہر کی بڑی جامع مسجد فتویٰ کا مرکز رہی ہیں اور لوگ اپنے نکاح و طلاق اور وقف و وراثت کے مسائل میں انہی پر اعتماد کرتے آئے ہیں۔

اب آئیے پہلے پنجاب کو لیں۔ اس کے بڑے بڑے شہروں میں بڑی مساجد میں آپ کو زیادہ تر علماء دیوبند ہی ملیں گے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ علمی دنیا میں بریلوی ہمیشہ دوسرے درجہ کے شہری سمجھے گئے ہیں اور پاکستان کے بیشتر ملک میں کبھی کسی بنیادی حیثیت پر نہیں، جو نہ انہوں نے کبھی کوئی ممتاز علمی کام کیا ہے۔

ملک میں شاہی مسجدوں کی مرکزی حیثیت

بادشاہوں اور ان کے نمائندوں کی بنائی مسجدیں کسی ایک فرقے کی نہیں مرکزی مسجدیں ہوتی ہیں۔ عام مسلمان ان پر بلا جھجک اعتماد کرتے ہیں اور شاہی مسجد کے خطیب کی آواز ملک کی عمومی دینی آواز سمجھی جاتی ہے۔

ہم اپنے گردوپیش کی شاہی مسجدوں پر نظر کرتے ہیں تو ان میں زیادہ تر علمائے دیوبند

کی نظر و فکر ہے جو کسی مذہبی ادارے کو فرقہ وارانہ فکر و عمل سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔

اس کے بعد ہمیں بیعت پور ضلع بہاولپور کی شاہی مسجد میں جانے کا موقع ملا۔ وہاں سے واپسی پر شاہی مسجد شجاع آباد کو دیکھا۔ تاریخ آزادی ہند کے نامور سپاہی خطیب الاسلام حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اسی کے خطیب اور متولی رہے ہیں۔ آج کل تنظیم اہل سنت پاکستان کے مبلغ مولانا قاضی عبد اللطیف فاضل خیر المدارس اس کے خطیب ہیں۔ الغرض شاہی مسجدوں کو جہاں بھی دیکھا ان کا دینی انصرام علمائے دیوبند کے ہاتھ میں پایا اور یہ حقیقت ہے کہ بریلویت کی پیداوار مسلمانوں کے نچلے طبقے کے سوا اور کہیں کسی امتیازی صورت میں نہیں دیکھی گئی ورنہ اس میں بھی سکت ہے کہ کسی علمی حلقے یا کسی امتیازی شان سے کچھ ابھر سکے یہی حال ہم نے ہر شہر کی شاہی مسجد کا دیکھا

بڑے شہروں کی بڑی جامع مسجدیں

سرگودھا کی بڑی جامع مسجد بلاک ۱۰ میں ہے۔ پاکستان کی مشہور دینی درسگاہ سراج العلوم اسی میں قائم ہے۔ اس کے بانی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد شفیع نقشبندی تلمیذ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے تلمیذ رشید تھے۔ آج کل اس کے خطیب اور مدرسہ سراج العلوم کے شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد سعید فاضل دیوبند ہیں اور سرگودھا میں انہی کا فتویٰ چلتا ہے۔ دوسرے درجے کے شہری یہاں بہت دیر بعد ابھرے ہیں۔

فیصل آباد میں آج گو بڑی بڑی مسجدیں بن چکی ہیں لیکن شہر کی پہلی بڑی مسجد جو فیصل آباد کی قدیمی جامع مسجد ہے وہی ہے جو کچہری بازار میں ہے۔ اس کے پہلے خطیب حضرت مولانا محمد یونس فاضل دیوبند تھے۔ آج کل اس کے خطیب مفتی زین العابدین فاضل دیوبند ہیں۔

امرتسر کی سب سے بڑی جامع مسجد خیر الدین ہال بازار میں تھی۔ یہاں حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا مدرسہ نعمانیہ تھا۔

راولپنڈی کی مرکزی جامع مسجد و   کے خطیب مولانا سردار بخش حضرت
شیخ الہند کے شاگرد تھے۔ پھر کچھ عرصہ مولانا بہاء الحق قاسمی امرتسری اس کے خطیب رہے۔ آج
کل اس کے خطیب گو دوسرے مسلک کے ہیں لیکن پچھلا تاریخی تجزیہ بتاتا ہے کہ ابتداء میں تمام
بڑے بڑے شہروں کی بڑی مسجدیں علماء دیوبند کے پاس ہی تھیں اور یہی لوگ تھے جو عامۃ المسلمین
میں دینی اعتبار سے قابل اعتماد سمجھے جاتے تھے۔ یہ حضرات ہرگز کسی فرقہ وارانہ نقطہ عمل کے داعی
نہ تھے۔ یہ صرف بریلویوں کی جیرہ دستی ہے جس نے انہیں بھی فرقہ وارانہ نام دیا ہے۔

بطور نمونہ مشتے از خروارے یہ چند مرکزی مساجد کا تذکرہ ہم نے کیا ہے۔ اقتدار علم
اور اہل علم کا استناد ہمیشہ اوپر کے طبقہ سے ہوتا ہے۔ نچلے طبقے کے لوگ عموماً توہمات کی بجائے
رسم و رواج اور خاندانی اور قبائلی عادات کے پیرو ہوتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کو جاہلوں
کے پیشوا کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت خود جاہل تھے۔ پروفیسر مسعود صاحب کے کہنے کا
مطلب جو ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کی زیادہ پذیرائی اسی نچلے طبقے میں
ہوتی ہے جو نہ مولانا احمد رضا خاں کو سمجھ سکے اور نہ کچھ علم و فن کے تقاضے ان کے سامنے
تھے اور صاحب علم اور سنجیدہ انسان ان کی طرف رجوع کرنے میں جھجکتا تھا۔

نادان دوستوں میں گھرے ہوئے حضرت

مولانا احمد رضا خاں کے نادان پیروؤں نے اپنے اعلیٰحضرت کو اٹھانے اور علمی دنیا میں
لانے کے لیے بہت محنت کی۔ انہیں گمان تھا کہ ان کے مخالفین نے مولانا کو علمی دنیا سے
بے دخل کرنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے۔ انہوں نے آپ کے تعارف کے لیے رسالے، پمفلٹ
اور کتابیں بے تحاشا لکھیں لیکن مقصد چونکہ ان لوگوں کا حضرت کو صرف علمی دنیا میں لانا تھا
حقیقت کی ترجمانی اور شخصیت کی عکاسی نہ تھی۔ اس لیے وہ اندھی عقیدت میں آپ کے
بارے میں وہ کچھ کہہ گئے جس سے آپ کی عزت میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا۔ بلکہ گراف اور گرتا

ہے۔ نادان دوستوں میں گھرے ہوئے یہ حضرت اس پہلو سے بہت لائق رحم ہیں

آپ کے علمی کمالات کو اجاگر کرنے کے لیے آپ کے ایک نادان پیرو عبدالقدوس مصباحی آپ کے ذوق جنسی کا اس طرح ذکر کرتے ہیں:۔

> فتاویٰ رضویہ جلد سوم مرد کی شرمگاہ کے اعضاء کو ثابت کرنا آپ کی ہمہ دانی پر ایسی شہادت ہے جو آفتاب نیمروز سے بھی زیادہ درخشاں اور تابندہ ہے چنانچہ آپ نے پہلے چالیس مستند و معتبر کتب تفسیر اور فتاویٰ کے حوالہ سے آٹھ شرمگاہ کے اعضاء کو مدلل و محقق فرمایا۔ پھر تدقیق ملاحظہ ہو ایک اور عضو شرمگاہ پر دلائل ثبت فرما کر ثابت کیا کہ مرد کی شرمگاہ کے نو اعضاء ہیں۔[1]

سوچنے کی بات ہے مولانا احمد رضا خاں کے علم کو اجاگر کرنے کے لیے کیا صرف مرد کی شرمگاہ ہی رہ گئی تھی جسے انہوں نے اپنی تحقیقات کا محور بنایا۔ بریلوی علماء کا اعلیٰحضرت کو ایک بزرگ عالم کے روپ میں پیش کرنے کی بجائے ماہر جنسیات کے طور پر پیش کرنا یہ ان کی آپ سے عقیدت ہے یا خیانت کے پردے میں عداوت ؟ خدارا انصاف کیجئے اور ان بریلوی معتقدوں کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

ایک دوسرے عقیدت مند لکھتے ہیں کہ حضرت ساڑھے تین برس کی عمر میں طوائفوں سے یوں ہمکلام ہوئے اور طوائفیں اس جواب کی لذت اٹھاتی رہیں:۔

> جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر کا مزاج بگڑتا ہے۔

مقام غور ہے کہ ساڑھے تین برس کا بچہ ستر کا مزاج بگڑنے سے کیسے واقف ہو گیا افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں کا یہ سوانح نگار یہ نہ سمجھ سکا کہ وہ ایک ماہر جنسیات کا تعارف نہیں کرا رہا ہے جس شخصیت کا یہ سوانح نگار ہے اسے علمی دنیا سے بے دخل ہونے

---

[1] المیزان بمبئی احمد رضا نمبر ص ۲۱۲

کی کمی بھی نہ پڑے تو اور کیا ہو

ان لوگوں نے مولانا احمد رضا خاں کو جاہلوں کا پیشوا بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ آپ کے علم کے بعد آپ کے تقدس کا تعارف بھی ایک دوسرے ناواں عبدالسمیع نعمانی سے سنئے۔

مولانا محمد حسین میرٹھی نے بیان کیا:

> ایک سال میں امام احمد رضا کی مسجد میں معتکف ہوا۔ جب چھبیس رمضان المبارک کی تاریخ آئی تو امام احمد رضا نے بھی اعتکاف فرمایا —— ایک دن عصر کے وقت حضور امام رضا تشریف لائے اور نماز پڑھ کر واپس تشریف لے گئے۔
>
> —— لوگوں نے جب آپ کو مقام اعتکاف میں پھر سے نماز پڑھتے پایا اور پوچھا کہ عصر کی نماز کے بعد یہ کون سی نماز؟ تو آپ نے فرمایا:
>
> قعدہ اخیرہ میں تشہد حرکت نفس سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا تھا چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے، اس وجہ سے آپ لوگوں سے نہیں کہا اور گھر پر جا کر بند درست کر کے اپنی نماز احتیاطاً پھر سے پڑھ لی ہے۔[1]

ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ اعتکاف کی حالت میں آپ گھر کیسے چلے گئے لیکن ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کے معتقدین آپ کے اس قسم کے واقعات سنا کر کسی پڑھے لکھے آدمی کو ہرگز متاثر نہیں کر سکتے۔ مولانا کے تعارف عام کے لیے بریلویوں کے پاس کیا صرف اسی قسم کے واقعات رہ گئے ہیں کہ حضرت کے نفس کی حرکت اس قدر بڑھتی کہ نماز میں انگرکھے کا بند ٹوٹ جاتا تھا، اور وہ بھی نماز میں اور حالت اعتکاف میں۔

اس قسم کے واقعات پڑھنے سے عام آدمی یہی سمجھتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں جاہلوں کے ایسے غلو میں پھنسے ہوئے ہیں کہ پڑھے لکھے لوگ واقعی آپ کو جاہلوں کے پیشوا سمجھتے ہیں۔

---

[1] المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۲۲۴

اور پڑھے لکھے باشعور لوگ بریلوی کہلانے میں شرم محسوس کرتے ہیں۔

بریلوی لٹریچر میں مولانا احمد رضا خاں کو کچھ اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ اب بریلوی علماء بھی اس کے منفی اثرات کی تملاہٹ محسوس کرنے لگے ہیں اور سمجھنے لگے ہیں کہ اس لٹریچر کے ہوتے ہوئے وہ کبھی مولانا احمد رضا خاں کو کسی علمی حلقے میں لا سکیں گے۔

آپ پر سب سے پہلی زیادتی آپ کے بیٹے مولانا مصطفےٰ رضا خاں نے کی کہ آپ کے بے فکری میں کہے گئے ملفوظات کو قلمبند کیا اور شائع کر دیا اور یہ نہ سوچا کہ اس سے مولانا احمد رضا خاں کا علمی تعارف کتنا بھیانک ہوگا۔

ان ملفوظات میں آپ کی جن تعلیمات کا پتہ چلتا ہے ان کی ایک جھلک ملاحظہ کیجئے اور ان جھگڑوں کے ستم کی داد دیجئے۔

(۱) شیطان نماز پڑھتا ہے اور اس لیے پڑھتا ہے کہ شاید اس کی مغفرت ہو جائے (ص ۲/۱)
(۲) خدا کی بیوی کا مجذوبانہ تصور۔ ص ۴۴/۲
(۳) خلفائے راشدین کے وقت میں بھی وہابی تھے۔ ص ۲۳/۲
(۴) حضرت ایوبؑ پر سونے کی بارش ہوئی۔ ص ۲۱/۴
(۵) شیطان نے در پر سر ڈالا کر تو یا اللہ کہہ۔ ص ۱۰۸/۲
(۶) کرشن کنہیا کئی سو جگہ حاضر و ناظر ہو گیا۔ ص ۱۱۹/۱
(۷) بغیر غوث آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ ص ۱۲۰/۱
(۸) شیخ مرید کی بیوی کے پاس سو سکتا ہے۔ ص ۱۴۹/۲
(۹) خرچے میں بسم اللہ نہیں پڑھتا۔ ص ۱۰۲/۲
(۱۰) کافر کا نکاح حیوان سے بھی نہیں ہو سکتا۔ ص ۱۰۵/۲
(۱۱) یہودیوں اور وہابیوں کی سلطنت کبھی نہ ہو سکے گی۔ ص ۱۴/۳
(۱۲) آریہ پادری اور وہابی سب ایک ہیں۔ ص ۴/۳

(۱۳) بابن نکاح پڑھائے تو نکاح ہو جائے گا۔

(۱۴) لڑکیوں کا مزاروں پر چڑھاوا جائز ہے۔ ص ۲۹

(۱۵) مزاروں کے پاس حجرے جنسی کارروائی کے لیے ہیں۔ ص ۲۹

(۱۶) انبیاء اپنی قبروں میں بیویوں سے شب باشی کرتے ہیں۔ ص ۳

(۱۷) شراب پینے کے بغیر مرا احرام مست ملا ص ۳

(۱۸) اٹھارہ سال کی لڑکی کو ماں کا دودھ پیتے دیکھا۔ ص ۱۲

(۱۹) مصر کا ایک گدھا علم غیب جانتا تھا۔ ص ۱۱

(۲۰) ایک انڈے کی کشتی سے دریا سینہ ڈوبتی ہے۔ ص ۳

(۲۱) نماز میں سجدہ دوسرا کرنے سے ناگواری۔ ص ۲۷

(۲۲) بندر اور سانپ بھی اپنا مسلک رکھتے ہیں۔ ص ۲۶

(۲۳) اعلیٰحضرت کبھی نفل نہ پڑھتے تھے۔ ص ۵

(۲۴) مردوں کی روح کے عجیب و غریب کارنامے

(۲۵) نمرود کے درخت کا سایہ نہ تھا۔ ص ۱۱

یہ اعلیٰحضرت کے ملفوظات کا حاصل ہے۔ اگر مولانا مصطفےٰ رضا خاں آپ کے ملفوظات میں یہ باتیں نہ لکھتے تو کیا مولانا احمد رضا خاں کا علمی دنیا میں کوئی تعارف نہ ہو سکتا تھا۔ جب اس قسم کی باتوں کے دھنی تھے تو کم از کم سعادت مند بیٹے کو بھی چاہیے تھا کہ وہ اس طرح کی کبھی باتوں کو قلمبند نہ کرتے اور اگر اس نے لکھ ہی لیا تھا تو بریلوی علماء و شیوخ آگے شائع نہ کرتے کسی کی خلاف شریعت وصیت پر عملدرآمد کوئی امر واجب نہیں جس کے لیے بریلوی علماء نے اپنے اعلیٰحضرت کی ہر ایسی بات لکھ دی ہے

مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب کے بعد آپ کے دوسرے نادان دوست مولانا ظفر الدین بہاری ہیں۔ وہ اعلیٰحضرت کے اخلاق کا نقشہ جن الفاظ میں کھینچتے ہیں ان کا حاصل یہ ہے

اعلیٰ حضرت نے مولانا عبدالحق خیرآبادی سے منطقی علوم سیکھنا چاہے لیکن وہ انہیں پڑھانے پر راضی نہ ہوئے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی کہ احمد رضا مخالفین کے خلاف نہایت سخت زبان استعمال کرتے ہیں۔[1]

مولانا احمد رضا خاں کا رسالہ سبحان السبوح اس لائق نہ تھا کہ اسے مولانا کے نام سے شہرت عام دی جائے۔ کیونکہ اس میں اس قسم کی عبارات بھی تھیں مگر افسوس کہ بریلوی علماء نے اس کی اشاعت میں بھی کوئی کمی نہ کی۔ مولانا احمد رضا خاں علمائے دیوبند کے اس عقیدہ پر کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے خدا کی قدرت کا یہ بیان ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:۔

تمہارا خدا رنڈیوں کی طرح زنا کروانے سے عاجز ہو رہے ہیں کہ پیچھے والیاں[2] اس پر ہنسیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر نہ ہو سکا۔[3]

پھر آگے یہ بھی لکھتے ہیں:۔

پھر ضروری ہے کہ تمہارے خدا کی زبان بھی ہو اور ضروری ہے کہ خدا کا آلۂ تناسل بھی ہو ورنہ خدا کے مقابلے میں ایک خدائن ماننی پڑے گی۔[4]

افسوس! مولانا احمد رضا خاں کو خدا کے مقابلہ میں خدائن کا تصور وضع کرتے بھی کوئی شرم محسوس نہ ہوئی۔

بریلوی علماء کے حساس طبقے نے باقی علماء کو مشورہ دیا تھا کہ اس کتاب کو بالکل غائب کر دیا جائے۔ اعلیٰ حضرت کے نام سے اسے آگے شائع نہ کیا جائے۔ مگر ان نادان دوستوں نے پھر اس تحریر کو شائع کیا جو مولانا احمد رضا خاں کو کسی مہذب سوسائٹی میں آنے سے روک رہی تھی۔ آپ کو پیشوا ماننے والے لوگ جب اس قماش کے نکلے تو ان کے پروفیسر مسعود احمد صاحب کو تسلیم کرنا پڑا کہ پڑھے لکھے طبقے کا عام احساس یہی ہے کہ آپ جاہلوں کے پیشوا تھے۔[5]

---

[1] خلاصہ حیات اعلیٰحضرت ص۲۲ انوار رضا ص۵۸ [2] یہاں پچھلے والیاں علماء دیوبند کو کہا جا رہا ہے۔
[3] مولانا احمد رضا خاں کے فتاویٰ کنگر پر طرد دیکھئے [4] سبحان السبوح ص۱۲۲ [5] ایضاً ص۱۲۴ [6] فاضل بریلوی اور ترک بلند...

بنگلہ دیش (اگھینہ) میں ۱۹۷۵ء میں ڈھاکہ کی اشاعت پر مولانا احمد رضا خاں کی اس قسم کی تحریرات منظر عام پر آئیں تو بریلویوں کو پہلی بار احساس ہوا کہ ہمارے مولانا احمد رضا خاں کی اس قسم کی کتابیں اور ان کی قابل اعتراض عبارات شائع کر کے لوگوں کو اپنے قریب نہیں کیا، پڑھے لکھے باشعور لوگ کچھ ہم سے دور ہی ہوئے ہیں اور یہ ہمارے لیے تاریخی حادثہ ہے کہ اب اعلیٰحضرت کے ترجمہ قرآن پر مرکز اسلام (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) میں پابندی بھی لگا دی گئی ہے۔

اس نازک مرحلے پر بریلویوں کے مولانا سید ظہیر الدین خاں قادری برکاتی نوری رضوی نے مطبع قادریہ چکالہ پور کانپور سے اس پر ایک رسالہ شائع کیا جس کا عکسی فوٹو آپ کے سامنے ہے۔ اس میں آپ نے مولانا احمد رضا خاں کو نادان دوستوں میں گھرا بتلایا ہے اور ان سے اپیل کی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کی کتابوں سے ہر وہ بات نکال دیں جس سے بریلویوں کی جگ ہنسائی ہوتی ہو۔

جناب سید ظہیر الدین خاں کانپور محلہ ۱۰۵ پیر روڈ متصل تکیہ ترک کے رہنے والے ہیں اور آپ کا پن کوڈ ۲۰۸۰۰۱ ہے۔ نامناسب نہ ہوگا کہ ہم ان کی وہ پوری تحریر آپ کے سامنے رکھ دیں جو انہوں نے دردِ اعلیٰحضرت کی فریاد کے نام سے لکھی ہے۔

بریلوی حضرات پر اس فریاد کا اثر

جناب سید ظہیر الدین خان قادری نے اپنے بریلوی احباب سے جو دردمندانہ اپیل کی ہے وہ علمی دنیا میں اگر ایک درجے کی خیانت ہو گی لیکن اس سے یہ بات کھل کر عوام کے سامنے آجاتی ہے کہ مولانا احمد رضا خان اپنے تحریک کے آئینہ میں کوئی ایسی شخصیت نہیں ہیں جنہیں علم و فضل، تقویٰ و دیانت اور پسندیدہ اخلاق کے کسی پہلو میں جگہ دی جا سکے لیکن اگر ان سب باتوں کو مولانا احمد رضا خاں ہی نہ سمجھا جائے اور برکاتی قادری رضوی صاحب کے اس مشورہ پر عمل کر لیا جائے تو بہت ممکن ہے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو علمی سوسائٹی میں قرار واقعی عزت دی جا سکے۔

بجائے اس کے کہ بریلوی علماء اپنے اس رفیق راہ کے مشورے پر عمل کرتے انہوں نے اسے عقیدے کے پردے میں عداوت قرار دیا اور انہی باتوں پر ڈٹے رہے جن سے مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت کا گراف اور گرتا ہے۔ بریلی سے ایک پرچہ ماہنامہ اعلیحضرت کے نام سے نکلتا ہے اس میں بریلویوں کے مولانا محمد حنیف نانگو پیلی گنج باری نے تسلیم کیا ہے کہ رسالہ روح اعلیحضرت کی فریاد کے مصنف قادری برکاتی رضوی ہیں اسے کسی دوسرے فرقے کی تالیف قرار نہیں دیا۔ موصوف لکھتے ہیں۔

> ظہیر الدین خان نے جن باتوں کی نشاندہی کی ہے وہ بظاہر عقیدت کی راہ میں ہے لیکن بہ باطن عکسی عداوت ہے اور یہ سب مصنف کی کج ذہنی کی پیداوار ہے[1]

مدیر جناب محمد مجاز نے یہ تین حقیقتیں تسلیم کی ہیں

○ جناب ظہیر الدین خان صاحب باعتبار مسلک برکاتی قادری رضوی ہیں کسی غیر فرقے کے فرد نہیں۔

---

[1] ماہنامہ اعلیحضرت بریلی، فروری ۱۹۷۰

(۲) جو کچھ انہوں نے لکھا ہے عقیدت کی رو میں لکھا ہے تاکہ اعلیٰحضرت پر کسی طرف سے کوئی اعتراض نہ آسکے۔

(۳) ان حقائق اور تحریرات کو قابل اعتراض تسلیم کرنے سے اعلیٰحضرت سے عقیدت نہیں رہتی عداوت ہو جاتی ہے

ہم ان کا پورا مضمون بھی دے دیتے تاکہ بریلوی حضرات کی طرف سے اعلیٰحضرت کی پوری صفائی سامنے آسکے۔ وہ صرف لکھتے ہیں۔

آنجناب کتابچہ میں اعلیٰحضرت کے بچپن کے واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

" امام احمد رضا کو ماہر روحانیت کے بجائے ماہر جنسیات پوز Pose کرے؟

سوانح نگار نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ایک مرتبہ اعلیٰحضرت کے سامنے سے طوائفیں گذر رہی تھیں تو آپ نے اپنی آنکھوں کو کرتے کے دامن میں چھپا لیا تھا یہ کیفیت دیکھ کر ان میں کی ایک طوائف بول اٹھی، واہ صاحب! منہ تو چھپا لیا اور ستر کھول دیا۔

آپ نے برجستہ اس کا جواب دیا۔

جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے۔ اور جب دل بہکتا ہے تو ستر کا مزاج بگڑتا ہے۔

یہ جواب سن کر وہ سکتے کے عالم میں آگئیں۔

اسی واقعہ کا تبصرہ کرتے ہوئے موصوف نے لکھا ہے کہ۔

ماہر روحانیات کی بجائے ماہر جنسیات پوز Pose کرے۔

عقیدت کے پردے میں خان صاحب نے اعلیٰحضرت کو ماہر جنسیات کے لقب سے یاد کیا ہے اور ماہر جنسیات کا لفظ اعلیٰحضرت کی شان اقدس میں بے جا گستاخی ہے۔

میرے خیال سے سوانح نگار نے اس واقعے کو صرف اس نظریے سے پیش کیا تھا کہ اعلیٰحضرت بچپن ہی سے حاضر جواب تھے۔ ساتھ ہی ساتھ فاحشہ عورتوں اور بد خصلت لوگوں سے نفرت کیا کرتے تھے۔ ان کا دیکھنا بھی پسند نہیں فرماتے تھے، جیسا کہ ان کے کردار اور جواب

سے مترشح ہوتا ہے۔ لیکن خان صاحب کی عقیدت پر قربان کہ انہوں نے اس واقعہ کو خوبی پر محمول کرنے کی بجائے اس کا غلط نسخہ پیش کیا اور لوگوں کے ذہن کو تصحیح صورت کی طرف مائل کرنے کی ناکام کوشش کی جس سے آنجناب کی حیثیت کا پول کھل جاتا ہے اور دل کی کھوٹ ظاہر ہو جاتی ہے

اسی طرح سے اعلیٰحضرت کے خاندان کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

> تقی علی بن رضا علی بن کاظم علی جیسے نام سنیوں میں رائج نہیں ہیں بلکہ صرف شیعہ حضرات ہی کے یہاں اس طرح کے نام ہوتے ہیں ــــ موصوف نے کتنی بے باکی اور دلیری سے کہا ہے کہ تقی علی، رضا علی، کاظم علی جیسے نام شیعہ حضرات ہی رکھتے ہیں۔ یہ کہہ کر یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ معاذ اللہ اعلیٰحضرت کے والد دادا وغیرہ شیعہ تھے۔ لہٰذا سوانح نگار کو اس طرح سے اعلیٰحضرت کا نسب نہیں بیان کرنا چاہیے تھا۔

آنجناب ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتے ہیں۔ اول یہ کہ تقی علی، رضا علی وغیرہ نام شیعہ حضرات رکھتے ہیں تو اعلیٰحضرت کے والد وغیرہ شیعہ تھے، دوم نسب نہ ذکر کرنے کا عندیہ دینا اس بات کی طرف غمازی کرتا ہے کہ معاذ اللہ اعلیٰحضرت مجہول النسب تھے۔ اسی طرح سے خان صاحب نے اپنے پورے کتابچہ میں ہمدردی و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے اعلیٰحضرت سے کھلی دشمنی اور عناد کا ثبوت پیش کیا ہے۔ حسن اتفاق کہیے کہ مذکورہ کتابچہ صاحب سجادہ حضرت علامہ سبحانی میاں صاحب قبلہ کی نظر سے گذرا موصوف پڑھ کر بہت ہی کبیدہ خاطر ہوئے اور غصہ کا اظہار کرنے لگے۔ جب انہوں نے اس سلسلے میں لوگوں سے بات چیت کی تو سب نے اظہار حیرت کیا کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ یہ استقامت کے مدیر جناب ظہیرالدین صاحب کا کارنامہ ہے۔ لیکن کچھ لوگوں نے کہا کہ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ صاحب سجادہ نے بھی فرمایا کہ وہ کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ خانوادہ عالیہ رضویہ سے انہیں کافی عقیدت و محبت ہے اور

یہاں کے بزرگانِ دین کے بے پناہ گیت گاتے ہیں۔ ورادرہ انہیں بھی یقین ہے کہ ایک کامیاب صحافی ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ یقیناً یہ کسی اوچھے اور بدعقیدہ شخص ہی کی حرکت ہے۔ جسے سید ظہیر الدین خاں قادری برکاتی نوری رضوی کے نام سے منسوب کر دیا گیا ہے؎ اور ظہیر الدین کے نام سے ذہین مدیر استقامت کی طرف منسوب کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسی لیے اس کا منہ توڑ جواب دینا صاحب سجادہ نے ضروری سمجھا۔ مگر مدرسہ و خانقاہ کے کارہائے بسیار کی وجہ سے آپ قلم نہیں اٹھا سکے بلکہ اس کے لیے صاحب سجادہ نے حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمان صاحب قبلہ کا انتخاب فرمایا۔ مفتی صاحب نے سید ظہیر الدین خاں کے فاسد خیالات اور بے بنیاد اعتراضات کا مدلل و مفصل جواب بشکل کتاب تحریر کیا ہے۔ جس سے خان صاحب کی بے جا عقیدت طشت از بام ہو جائے گی؎

مولانا احمد رضا خاں کے عقیدتمند اگر ایسے ہی ہیں جیسے ظہیر الدین برکاتی نکلے کہ انہیں پتہ نہیں کہ وہ خانصاحب کی خیر خواہی کر رہے ہیں یا بدخواہی تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ خانصاحب کے عقیدتمند واقعی جاہل ہیں، انہیں عقیدت و عداوت کی کوئی تمیز نہیں —— اس پر دنیا انہیں جانوں کا مشیرانہ کیسے قرار دے کیا کہیے یہ فیصلہ آپ دیں جہاں تک ہم سمجھ پائے ہیں وہ یہ ہے کہ جناب ظہیر الدین برکاتی نے بریلوی لٹریچر پر مولانا کے نقطۂ نظر سے تبصرہ کیا ہے اور وہ یہ جانتے ہیں کہ پڑھنے لکھنے طبقے میں مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں جو یہ تصور ہے کہ وہ جاہلوں کے پیشوا تھے اسے ختم کیا جائے۔ اسی جذبۂ عقیدت نے انہیں اہل علم کے حلقے اپنے لٹریچر سے گستاخانہ عبارات کو نکالنے کی تجویز دی ہے اور یہ کوئی بدخواہی نہیں۔

؎ معلوم ہوا کہ سید ظہیر الدین خاں برکاتی نوری رضوی واقعی کوئی غیر نہیں ہیں۔ یہ رسالہ ان کا نہیں ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سید ظہیر الدین قادری برکاتی خود اس کی تردید کیوں نہیں کر رہے ہیں۔ ظہیر الدین مدیر استقامت نے اس کی تردید نہیں کی۔ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ ؎ اس میں مخالف کی حقیقت کا کھلا اعتراف ہے۔ مگر اسے بے جا عقیدت کہا گیا ہے۔ ؎ ماہنامہ اعلیٰحضرت بریلی ص۔ ماہ فروری ۱۹۹۲ء

۲

رب تبارک و تعالیٰ نے سرزمین ہند کو ایک ذی شان جلیل القدر آفتاب شریعت و ماہتاب طریقت عطا فرمایا جن کا نامِ نامی، اسمِ گرامی حضور پر نور اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ ہے۔ اس عطائے مولیٰ پر ہم جس قدر شکر ادا کریں کم ہے، لیکن مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ بارگاہِ الٰہی میں بھی ناشکرا ٹھہرتا ہے۔ اس لئے ہماری یہ ذمے داری ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ اور کمالاتِ علمیہ کا بھرپور تعارف نئی نسل میں کرائیں۔ کسی حد تک کوشش ضرور کی گئی ہے، لیکن حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ اکثر شیدایانِ رضا، فدایانِ مسلکِ احمد رضا خود ان کی پاکیزہ زندگی سے کما حقہٗ واقف نہیں ہیں۔ ان کی حیاتِ طیبہ کو جدید تعلیم یافتہ حضرات کے ذہن و فکر کو مدِ نظر رکھ کر مرتب نہیں کیا جا سکا ہے۔ اس رسالے کا مقصد اس خلا کو پُر کرنے کی طرف توجہ دلانا ہے۔

ہمارے اس محسنِ عظیم کی خدماتِ جلیلہ اور بے مثال علمی کمالات کا اعتراف اور ان کی پاکیزہ زندگی کے حالات اس طرح مرتب کرنا ضروری ہے کہ مخالفین کو کسی پہلو سے اعتراض کا موقع نہ مل سکے۔

جدید تعلیم یافتہ نوجوان منطقی مصلحت پسند ذہن رکھتے ہیں وہ ہر امر کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں۔ عقل سے بالاتر باتیں انھیں متاثر نہیں کرتیں بلکہ الٹے متنفر ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا تعارف اس نوجوان طبقے کو پیشِ نظر رکھ کر ہو۔ اعلیٰ حضرت کے تقریباً تمام سوانح نگاروں نے اس کا لحاظ نہیں کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر جدید تعلیم یافتہ حضرات مسلکِ اعلیٰ حضرت کی پیروی سے محروم ہیں۔ لیکن ہمارا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ اُن کی ذہنیت اور ان کے رجحان کو خصوصاً مدِ نظر رکھیں تاکہ ہماری نئی نسل مسلکِ اعلیٰ حضرت سے قریب ہو۔
ممکن ہے آپ میری اس بے ہنگم گزارش کی تفصیل جاننا چاہتے ہوں تو میں اپنی بات کی توضیح کے لئے چند مثالیں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

اکثر سوانح نگاروں نے ایک قصہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے بچپن کا نقل کیا ہے۔ ساڑھے تین سال کی عمر میں حضرت اپنے گھر کے چبوترے پر کھڑے ہوئے تھے، انھوں نے صرف ایک بڑا سا کرتا زیبِ تن کیا ہوا تھا، سامنے سے طوائفیں آ رہی تھیں تو انھوں نے اپنا کرتا اٹھایا اور دامن سے آنکھیں چھپا لیں۔ طوائفوں نے کہا ذرا سُنئے میاں آنکھیں چھپا لیں مگر ستر ننگا کر دیا

۵

سا ضعف و کمزوری اس سے ظاہر ہوا؟ بلکہ اُلٹے آپ کی ولایت اور کرامت کا صاف انکار ہوتا ہے کیونکہ ولی کا معیار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ :

"مرد وہ نہیں جسے ہوش ہو جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے آسمان زمین و ما بینہما یہ چیزیں کف دست کی طرح دیکھیں، مرد وہ ہے جس کی نگاہ تمام عالم کے پار گزر جائے۔ یعنی مکمل غیب کے حصول کے بغیر کوئی شخص ولی نہیں ہو سکتا۔" (خالص الاعتقاد ۵۱)

اب جو شخص یہ پڑھے گا کہ اعلیٰ حضرت کو سامنے کی چھپی چیز بھی نظر نہیں آئیں وہ کیسے آپ کی ولایت کا قائل ہوگا؟ اس واقعہ کے نقل کرنے سے آپ کی بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت بھی مجروح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا آئندہ سوانح نگار حضرات عقیدت کے جوش میں اس طرح کی حماقتیں نہ کریں۔

حیاتِ اعلیٰ حضرت کے مصنف مولانا ظفر الدین صاحب نے جہاں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے عقیدت و محبت کا والہانہ اظہار فرمایا ہے وہیں وہ تعریف کے پیرایہ میں ایک عیب کا بھی ذکر کرتے ہیں اور وہ بھی کیسا عیب جو صادق القول شخص کو بھی غیر معتبر قرار دے دے، میری مراد اس سے حافظے کی کمزوری کی طرف اشارہ ہے۔ شہادت ملاحظہ فرمائیے۔

ایک دفعہ اعلیٰ حضرت نے عینک اونچی کر کے ماتھے پر رکھ لی، گفتگو کے بعد تلاش کرنے لگے۔ عینک نہ ملی اور بھول گئے کہ عینک ماتھے پر ہے۔ کافی پریشان رہے۔ اچانک ان کا ہاتھ ماتھے پر لگا تو عینک ناک پر آکر رک گئی۔ تب پتہ چلا کہ عینک ماتھے پر تھی۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت ص ۶۴)

اس قسم کے واقعات آئندہ ہرگز نقل نہ کئے جائیں۔ ممکن ہے اعلیٰ حضرت کی یادداشت واقعی کمزور ہو لیکن ایسا برملا اعتراف ان کی تصنیف کو مجروح کر دیتا ہے۔ ہاں، البتہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ اس فطری کمزوری کی وجہ سے اگر کوئی علمی کمزوری ظاہر ہوئی ہو تو اس کا تدارک۔ مثلاً الملفوظ صفحہ ۹۶ حصہ چہارم ملاحظہ فرمائیے۔

عرض: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ تو بعض انبیاء شہید کیوں ہوئے۔

اعلیٰ حضرت کا ارشاد: يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ فرمایا گیا۔ يَقْتُلُوْنَ الرُّسُلَ نہ فرمایا۔

یعنی سائل نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول تو بعض انبیاء علیہم السلام کی شہادت سے شبہ پیدا ہوتا ہے

۷

وہ بھی ان کی ترش روئی، سخت مزاجی، بدزبانی اور مسلمانوں کی تکفیر کی وجہ سے ان کے ہاتھ سے جاتا رہا اور اس کے منتظمین ان سے کنارہ کشی کر کے بدایوں سے چلے اور حالت یہ ہو گئی تھی کہ بریلویت کے مرکز میں امام احمد رضا کی حمایت میں کوئی مدرسہ نہ رہا (حیات اعلیٰ حضرت ۱۷۰)

ایک اور عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔

• اعلیٰ حضرت نے مولانا عبدالحق خیرآبادی سے منطقی علوم سیکھنا چاہا لیکن وہ انہیں پڑھانے پر راضی نہ ہوئے، اس کی وجہ یہ بیان کی کہ احمد رضا مخالفین کے خلاف نہایت سخت زبان استعمال کرنے کے عادی ہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت ۳۳ ، انوار رضا ۳۵۹)

کہتے ہیں کہ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے، یہاں مولوی ظفرالدین بہاری صاحب نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نادان دوست کا رول انجام دیا ہے۔ کاش! کہ وہ اس طرح کی باتیں پبلک میں لانے سے قبل اس کا ردعمل سوچتے! کہیں تو امام احمد رضا کو بحیثیت ایک عظیم مجدد اور ولی کامل پیش کرتا ہے۔ بدمزاجی کے اس مکروہ چہرے میں ولایت کا نور کیسے نظر آسکتا ہے؟ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے مخالفین نے اب تک اس پہلو سے کوئی اعتراض وارد نہیں کیا، ورنہ ہمارے علمائے اہل سنت کے لئے عوام کے سامنے جواب دینا مشکل ہو جاتا۔ خدارا فوری طور پر ان تحریروں کو ضائع کر دیجئے۔ جو اعلیٰ حضرت کو معاذ اللہ بدمزاج، ترش رو، سخت مزاج اور بدخلق ثابت کرتی ہیں۔

'سبحان السبوح' اعلیٰ حضرت کی مشہور و معروف تصنیف ہے لیکن اس کی عبارتیں اعلیٰ حضرت کی شان کے مطابق نہیں ہیں۔ جدید نسل کو اگر ان کا معتقد بنانا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم 'سبحان السبوح' کتاب کو اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کرنا بند کر دیں، کیوں کہ اس کی عبارتیں ورسی دیوبندی اور سعادت حسن منٹو سے بھی زیادہ فحش ہیں، نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

• تمہارا خدا رنڈیوں کی طرح زنا کرائے ورنہ دیوبندی چکلے والیاں اس پر ہنسیں گی کہ نکھٹو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا۔

پھر ضروری ہے کہ تمہارے خدا کی زن بھی ہو، اور ضروری ہے کہ خدا کا آلہ تناسل بھی ہو ورنہ ہیجڑوں کے مقابلے میں ایک قدر ناقص ٹھہرے گی۔ (سبحان السبوح ۱۴۲)

ممکن ہے اعلیٰ حضرت نے کسی خاص حکمت اور مصلحت کے تحت یہ عبارتیں رقم فرمائی ہوں لیکن اس سے مسلک اعلیٰ حضرت کی مقبولیت میں زبردست رکاوٹ آ جاتی ہے۔ نئی نسل ان عبارتوں

۱۴

آپ کی نظر اٹھ گئی، اب دیکھا کہ پہلو میں حضرت سیدی غوث الوقت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ آپ کے پیر و مرشد تشریف فرما ہیں۔ (۱) فرماتے ہیں کہ تم لوگ ـــــ انھیں سیدی احمد سجلماسی کی دو بیویاں تھیں، سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے رات ایک بیوی کے جاگتے دوسری سے ہمبستری کی۔ یہ نہیں چاہیے، عرض کیا حضور اس وقت وہ سوتی تھی، فرمایا سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا، فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا؟ عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا، فرمایا اس پر میں تھا، تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے۔"

اسکول اور کالج کے تعلیم یافتہ نوجوان جنہیں طریقت اور تصوف کی گہرائی نہیں جانتے؟ لئے ان کے ذہن میں سوالات ابھر آتے ہیں۔ (۱) سیدی احمد سجلماسی جیسے عالم، حافظ الحدیث، سید پر یہ الزام ہوتا ہے کہ غیر ضروری طور پر دوسری بار نظر ڈالا کہ مرتکب زنا بالنظر ہوئے۔ ایسا الزام ہر آگر سید احمد سجلماسی کی توہین ہے (۲) حضرت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ وہ مرید اور اس کی بیگم کی ہمبستری کا منظر دیکھ رہے تھے۔ (۳) تمام شیوخ پر بھی یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ ان کے ہر عمل کے وقت شیخ ساتھ ہوتے ہیں جس سیاق میں یہ بات کہی گئی ہے وہ نوجوانوں کے نزدیک غیر مناسب ہے، لہٰذا الملفوظ میں سے یہ واقعہ نکال دینا بے حد ضروری ہے

اسی طرح دوسرا ایک واقعہ بھی حذف کر دینے کے قابل ہے۔ (الملفوظ صفحہ ۲۷)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں " میں نے خود دیکھا کہ گاؤں میں ایک لڑکی ۱۸ یا ۲۰ برس کی تھی ماں اس کی ضعیفہ تھی، اس وقت تک اس کا دودھ چھڑایا نہ تھا، ماں ہر چند منع کرتی وہ زبردستی تھی پچھاڑتی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی۔"

اعلیٰ حضرت کا یہ فرمانا کہ میں نے "خود" دیکھا قاری کو ان کی ذات اقدس کے بارے میں شبہے میں مبتلا کر دیتا ہے کوئی بھی شخص اعتراض کر سکتا ہے کہ ۱۸، ۲۰ برس کی جوان لڑکی کو دیکھنے کس لئے تشریف لے جایا کرتے تھے؟ پھر ضعیفہ ماں کے سینے میں دودھ آنا بالکل غیر فطری امر ہے، پھر واقعہ ایک بار کا نہیں ورنہ عبارت یوں ہوتی کہ پچھاڑا اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگی بلکہ بار ہا دیکھا ہے اسی لئے فرمایا پچھاڑتی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی۔ ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ عوام کے ذہنوں میں اس قسم کے وسوسے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے لئے پیدا ہوں، لہٰذا الملفوظ سے اس واقعے کو نکال دینے کا ہمارا مشورہ ہے تاکہ کتب بانی

۱۴

کچھ وصایا شریف کے بارے میں

بعض بزرگوں نے وصایا شریف پر تنقید کی ہے۔ انھوں نے اس امر کی طرف توجہ نہیں کی کہ ان وصایا کے بارے میں کیا تاثر قائم کریں گے۔ انھیں اگر ذرا بھی احساس ہوتا کہ اس سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی طعن و تشنیع اور اعتراض کا ہدف بنے گی تو وہ ضرور نظر ثانی کرتے۔ ہمیں وہابیوں کے اعتراضات کی پرواہ نہیں ہے لیکن عوام الناس کے احساسات پر ہماری نظر ہے۔ عام لوگ یوں سوچتے ہیں کہ بار بار کی امداد کے لئے کوئی تاکید کر دی جاتی، کافی تھا لیکن وفات سے صرف دو گھنٹے قبل انواع و اقسام کے کھانوں کی فرمائش برائے فاتحہ کی تھی؟ جدید تعلیم یافتہ ذہنوں کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی عقیدت کے جذبے سے محروم رکھتی ہے وہ یہ سوچتے ہیں کہ وصیت کا یہ انداز تمام انبیائے کرام، صحابۂ کرام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ اجمعین سے بالکل مختلف ہے۔ ان اعتراضات کا جواب مولانا یٰسین اختر مصباحی نے مفصل دیا ہے لیکن عموماً لوگ اُن کی تحریر سے ناواقف ہیں۔ ہمارے اپنے علمائے اہل سنت میں ایسے حضرات بھی ہیں جنھیں پتہ نہیں کہ وصیت کے الفاظ کیا تھے۔ اُن کے علم میں اضافے کے لئے ہم پیش کئے دیتے ہیں۔

"اعزا سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو ہفتے میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ (۱) دودھ کا برف خانہ ساز (۲) مرغ کی بریانی (۳) مرغ پلاؤ۔
(۴) خواہ بکری کا شامی کباب (۵) پراٹھے اور بالائی (۶) فیرینی
(۷) اُرد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم (۸) گوشت بھری کچوریاں (۹) سیب کا پانی
(۱۰) انار کا پانی (۱۱) سوڈے کی بوتل (۱۲) دودھ کا برف خانہ ساز"

اگر انواع و اقسام کے ان کھانوں کی فہرست شائع نہ کی جائے تو بہتر ہے۔ باشعور لوگ اسے دیکھ کر کبیدہ خاطر ہوتے ہیں۔ ہم مصباحی صاحب کے مفصل جواب کے باوجود سوڈے کی بوتل کو سوڈے کی بوتلیں کر دینا از حد ضروری سمجھتے ہیں۔

وصیت پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے وصیت فرمائی کہ رضا، حسین، حسنین اور تم سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اس پر مخالفین کا اعتراض یہ ہے کہ اتباع شریعت حتی الامکان اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔

باوجود یکہ صباحی صاحب نے بہتر پیرایہ انداز میں ان جملوں کا دفاع کیا ہے، بعض جدید نسل کو
مسلک اعلیٰ حضرت سے قریب لانے کی خاطر ان الفاظ کو درست کر لیا جائے تو بہتر ہے۔
وصیت کے شروع ہی میں حضور پرنور نے فرمادیا تھا کہ "شروع فاتحہ کے وقت کارڈ، لفافے، روپے
پیسہ کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے، جنب یا حائض نہ آئے۔ کتا مکان میں نہ آئے۔"
اس میں سے جنب یا حائض اور کتے والا حصہ نکال دینا بہتر ہے۔ کیوں کہ اعلیٰ حضرت کے مکان
میں نہ جانے کتنے بغیر غسل کے دوپہر تک گھومتے ہوں گے اور نہ جانے کتوں کی اس کثرت سے آمد ہوگی۔
اس عبارت کی اصلاح کر دینی چاہیے۔ تاکہ جدید تعلیم یافتہ ذہن مسلک اعلیٰ حضرت سے
قریب ہو۔
تیسرا تبرک وصیت کا ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ورثا سے مالی معاملات آپس میں جھگڑتے
رہتے تھے، ان سے حضرت نے فرمایا کہ "محبت سے رہو جو اس کے خلاف کرے گا اس سے میری
روح ناراض ہوگی۔" اس حصے کو بھی حذف کر دینا بہتر ہے۔ یہ ظاہر کرنا کہ اعلیٰ حضرت کے ورثاء
جھگڑالو تھے خود ان کی توہین ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت کا یہ فرمانا کہ جو اس کے خلاف کرے گا اس سے
میری روح ناراض ہوگی۔ ایسے بھی عوام اعلیٰ حضرت کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں کیوں کہ تمام
اولیائے کرام اور خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اِتقوا اللہ ہی کی وصیت کی ہے، اللہ
سے ڈرنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا اس پورے حصے کو حذف کر دینا ضروری ہے۔
ایک بہت ہی اہم امر ہے، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں موجودہ حکمرانوں کے مقرر کردہ وہابی ائمہ
کی امامت کا مسئلہ۔ اس سلسلے میں حضور مفتی اعظم مصطفیٰ رضا صاحب نے پچاس جید علمائے کرام
جن میں مولانا حشمت علی قادری، حضور علامہ رضا شہزادہ امام احمد رضا، مفسر قرآن مولانا
نعیم الدین مرادآبادی وغیرہم شامل تھے، ایک فتویٰ مرتب فرمایا تھا جس کا ایک اقتباس
پیش خدمت ہے۔

• نجدی ابن سعود اور اس کی جماعت تمام مسلمانوں کو کافر، مشرک جانتی ہے اور اُن
کے اموال کو شیر مادر سمجھتی ہے، ان کے اس عقیدے کی وجہ سے حج کی فرضیت ساقط اور
عدم لازم ہے۔" (تنویر الحجہ لمن یجوز التواء الحجہ ص ۱۰)

• اے مسلمانو! ان دنوں آپ پر حج فرض نہیں یا ادا لازم نہیں، تاخیر واجب ہے۔ اور
ہر مسلمان جانتا ہے اور اپنے سچے دل سے مانتا ہے کہ اس نجدی علیہ ما علیہ کے اخراج

اجماع علماء ہند

بر ابطال موقف احمد رضا خان دربارۂ علماء دیوبند

آسام اودھ برما بہار بڑودہ بمبئی بہاولپور بنگال بلوچستان
پنجاب پشاور رامپور لکھنؤ مدراس سندھ کرناٹک علی گڑھ
کے علماء دین کا فتویٰ ان دنوں چھپا تھا

بالخصوص

مولانا عبدالحی لکھنوی مولانا نجم الدین پروفیسر اورینٹل کالج لاہور مولانا عبدالعلی دہلی
مولانا غلام محمد غزنوی خلیفہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی مولانا معین الدین اجمیری
استاذ خواجہ قمرالدین سیالوی مولانا انوار اللہ حیدرآبادی مولانا لطف اللہ علی گڑھی

بہ ترتیب

خالد محمود ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

برصغیر پاک و ہند اور عرب و عجم کے علماء
کا مولانا احمد رضا خاں کے خلاف تاریخی فیصلہ

علماء برما کی تاریخی دستاویز

مولانا احمد رضا خان کی تکفیر امت کی واردات میں
ہندوستان کے علماء و مشائخ اور مفتیان کرام کیوں شریک نہ ہوئے؟

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد ۔

مولانا احمد رضا خان نے مسلمانان ہند کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کے لیے جو واردات کی میں کی اور ہندوستان کے اہل السنۃ والجماعۃ کو دیوبندی اور بریلوی دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے جو اس تکفیری واردات میں جو ہتھیار استعمال کیے ان کا پردہ چاک کرنے کے لیے پیچھے کون لوگ اٹھے اور آگے بڑھے، اس نازک موڑ پر ہندوستان کے علماء و مشائخ اور مفتیان کرام نے مولانا احمد رضا خان کا ساتھ دیا یا انہوں نے علم کی آبرو اور شرافت قائم رکھتے ہوئے علماء دیوبند کے صحیح اہل السنۃ والجماعۃ ہونے کی شہادت دی تاریخ بتاتی ہے کہ مولانا احمد رضا خان کے نصیب میں مولانا حشمت علی لکھنوی اور مولانا سردار احمد لائلپوری اور مفتی احمد یار گجراتی جیسے لوگوں کے سوا اور کوئی نہ آیا اور ہندوستان کے جمہور اہل علم مشائخ کرام اور مفتیان عظام نے خان صاحب کی اس اندھا دھند واردات میں علماء دیوبند کی مظلومیت کی گواہی دی اور اس پر دستخط کیے اور خان صاحب کو اس طرح پیش کیا کہ گویا کفر سازی مشین پر ایک پہریدار بیٹھا ہے اور جو بھی اوپر سے گزرتا ہے اس کے ساتھ ہی اعلیٰحضرت کا قلم چلتا ہے ؎

دل کے ٹکڑے ہزار ہوئے کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا

ہندوستان میں دیوبند اور بریلی ہی تو دو شہر نہ تھے کہ وہاں کے علماء آپس میں لڑیں اور ہندوستان کے دیگر شہروں اور ان کے اہل علم کا اس پر کوئی رد عمل نہ ہو۔ مدراس، بنگال، آسام، بہار، اودھ، بڑودہ، بمبئی، بہاولپور، پشاور اور رامپور وغیرہ میں ہزاروں اہل علم تھے ہزاروں مدارس تھے اور سینکڑوں دارالافتاء تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنے سنگین معرکہ میں

جس میں ایک پوری کی پوری جماعت پر توہینِ رسالت کی تہمت ہو اور ایسے بڑے بڑے مستقل ایمان پورے ملک میں پھیلایا جا رہا ہو اور یہ ورثۃ الانبیاء سب کے سب چُپ رہیں۔ ان حضرات نے یقیناً وقت کی اس پکار کو سنا اور عامۃ الناس کی دینی خیر خواہی کے لیے حق کی واشگاف گواہی دی اور علماء دیوبند کو عبارات کی کھینچا تانی میں معصوم ٹھہرایا۔

واردات سے پردہ اُٹھانے کے لیے پہلے کون اُٹھے؟

تین بزرگ پہلے آگے بڑھے اور انہوں نے بڑی جرأت سے خاں صاحب کی اس واردات کی الف بائی پر کھائی اور انہیں موقع کا مجرم قرار دیا۔ یہ تین بزرگ کون تھے؟

1. عمدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری؟
2. شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ صدر مدرس دیوبند
3. سلطان المناظرین حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن محدث چاند پوری

حضرت مولانا خلیل احمد نے المہند لکھ کر رضا خانی بال کی آخری کھال اتار دی۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ نے الشہاب الثاقب میں خان صاحب کے جملہ اعتراضات کو تار تار کر دیا۔ اور مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحبؒ بریلی میں سیدھے مولانا احمد رضا خاں کے گھر پہنچ گئے مولانا احمد رضا خاں کی بدنیتی ظاہر کرنے اور آپ کی سپاٹ و تشخیص کرنے کے لیے بیسیوں رسائل لکھے مولانا کے اس جرأت مندانہ اقدام سے پورا بریلی لرز اٹھا مولانا مرتضیٰ حسنؒ انہیں بار بار مناظرہ کے لیے پکارتے رہے اور علمائے دیوبند پر لگائے ہوئے الزامات کو ثابت کرنے کے لیے بلاتے رہے۔ مگر خاں صاحب کو نہ اپنے گھر سے نکلنا تھا اور نہ نکلے ان کے ساتھی کہتے رہے اعلیٰحضرت تو ہوئے وہ ہر کسی سے تھوڑا ملتے ہیں۔ فرشتے بھی اتریں تو شاید اعلیٰحضرت ان سے بات نہ کریں۔ یہ مرتضیٰ حسن کون ہوتے ہیں جو سامنے آگئے ہیں۔

ہندوستان کے جن لوگوں نے اعلیحضرت کا ساتھ نہ دیا

ویسے تو لاتعداد علماء و مشائخ اور مفتیان کرام خان صاحب کی اس گستاخی کی واردات سے بیزار ہوئے لیکن حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی، حضرت مولانا معین الدین اجمیری، حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف، حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ بہاولپور، حضرت خواجہ صاحب تونسوی اور بہار، آسام، بنگال، بہار، اودھ، بڑودہ، مدراس، بمبئی، بہاولپور، لاہور اور پشاور کے سینکڑوں علماء اور مفتیان کرام نے مولانا احمد رضا خان کے گستاخانہ کردار پر اظہار نفرین کیا اور دنیا کو بتایا کہ خان صاحب کی اس تکفیری مہم میں علماء دیوبند سخت مظلوم ہیں اور یہ کوئی مسلکی اور عقیدے کا اختلاف نہیں تفریق امت کی اس گستاخانہ سازش کے پیچھے خان صاحب کی بدنیتی کارفرما ہے یہ نہیں کہ وہ کسی علمی مغالطے میں مبتلا ہو گئے یا تحقیق رنگ میں جو کس کر کھو بیٹھے ہوں

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اڑ جائے گا رنگ
یہ نہ کہیے شوخئ خون شہیداں کچھ نہیں

ہندوستان کے بڑے بڑے دارالافتاء اور دینی مراکز

ہندوستان میں تقسیم ملک سے پہلے کئی مقامات اور ریاستوں میں شرعی دارالافتاء قائم تھے اور عوام اپنی دینی ضرورت کے لیے ان کی طرف رجوع کرتے تھے سرکاری حیثیت کے باعث ان اہم شرعی کونسلوں کا پورے ملک میں وقار تھا اور ان کے فیصلوں میں عدالتی سطح کا وزن پایا جاتا تھا۔ ان میں ریاست حیدرآباد دکن، ریاست ٹونک، ریاست بھوپال، ریاست بہاولپور، ریاست سوات، ریاست بڑودہ، ریاست رامپور کے دارالافتاء اور مفتیان کرام پورے ہندوستان میں نمایاں وقار رکھتے تھے اور لوگ ... کے ان پر اعتماد کرتے ہوئے مخالف دلیل، ان فتووں پر

عمل کرتے تھے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مولانا احمد رضا خان نے علماء دیوبند پر فتوے کفر کی واردات کی اور ان پر بد اعتقادی کے الزامات لگائے تو اس وقت ہندوستان کے ان دینی مراکز اور ملک کے علماء کبار اور مفتیان ذی وقار کا ردعمل کیا رہا ہے۔ اور خان صاحب کے ان فتووں سے مسلمانان ہند پر کیا گزری؟ کیا یہ صحیح ہے کہ انہوں نے خان صاحب کا ساتھ نہ دیا اور نہ مولانا احمد رضا خان اس دور میں ملک کی کوئی علمی شخصیت کے طور پر معروف تھے۔

ملک کی بڑی بڑی جامع مساجد خود اپنی جگہ دینی مراکز تھیں اور ان کے خطیب بلند پایہ علماء اور مفتیان حقیقت میں زیادہ معروف ہو گئے۔ پورے علاقے میں ان کا فتویٰ چلتا تھا۔ ان جامع مساجد میں جامع مسجد دہلی، جامع مسجد آگرہ، عظیم جامع مسجد بھوپال، شاہی مسجد لاہور، جامع مسجد بابری، جامع مسجد ہانڈے، جامع مسجد شملہ، جامع مسجد بھیرہ، جامع مسجد ریاست جیند اور جامع مسجد دیپالپور، شاہی مسجد چنیوٹ، شاہی مسجد چوکی سیالدار، شاہی مسجد سرائے میر زیادہ معروف ہیں۔

اونچی علمی شخصیتوں میں مولانا لطف اللہ علی گڑھی، حضرت مولانا انوار اللہ حیدر آبادی، حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی، مولانا عین القضاۃ لکھنوی، مولانا نجم الدین پروفیسر اورینٹل کالج لاہور، مولانا سید عبدالحی لاجپوری، مولانا معین الدین اجمیری اور مولانا علی محمد تراجوی مفتی جامع مسجد رنگون جیسی بلند پایہ علمی شخصیتیں موجود تھیں۔

پھر یہ حضرات بھی اکیلے افراد نہ تھے۔ ہر ایک کے ساتھ ایک پورا حلقہ اعتقاد اور دائرہ معتقد موجود رہا ہے۔ ان تمام علماء کبار نے مولانا احمد رضا خاں کے اس تکفیری معرکہ میں علماء دیوبند کو مظلوم جانا اور اس کی تحریری شہادتیں دیں اور ان شہادتوں پر اپنی مہریں ثبت کیں۔

ہندوستان کوئی ایک ریاست نہیں، ایک وسیع ملک کا نام تھا۔ آج پاکستان، بنگلہ دیش، ہندوستان اور برما علیحدہ علیحدہ ممالک ہیں لیکن کبھی یہ ایک برصغیر تھا اور ایک ملک کے کئی صوبے تھے۔ ہر صوبے کے متعدد اضلاع تھے اور ہر ضلع میں مرکزی جامع مساجد، عربی مدارس اور

بریلوی حشمت علی کی اس تخریب کاری سے مولانا عبدالرؤف کو موقع مل گیا اور انہوں نے وہ تمام الزامات جو مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند پر لگائے پورے ملک کے چار سو کے قریب علماء کو مع ان حضرات کی اصل عبارات کے خطوط بھیج دیئے۔ ان کے جو جوابات آئے انہوں نے انہیں ۱۹۳۰ء میں براءۃ الابرار عن مکائد الاشرار کے نام سے شائع کر دیا یہ تاریخی دستاویز ۲۱۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ چار سو کے قریب جوابات ہیں جو ہم تک پہنچے۔ اسے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس معرکہ میں پورا ملک علماء دیوبند کے ساتھ رہا اور اس معرکہ آرائی میں مولانا احمد رضا خاں کے جانشین مولانا حشمت علی ایک کٹے ہوئے پتنگ سے زیادہ اہمیت کے حامل نظر نہیں آتے۔

مولانا حشمت علی نے جس وقت رنگون میں یہ فتنہ اٹھایا ان کی اس حرکت سے وہاں کا ہر شخص نالاں تھا — تاہم یہ صحیح ہے کہ مولانا حشمت علی کے اس فرقہ وارانہ کردار اور پھر اس بزدلانہ فرار سے ایک اتنی بڑی تاریخی دستاویز تیار ہو گئی جو ہمیشہ رضاخانیت کے تابوت میں آخری میخ سمجھی جاتی رہے گی اور اہل دانش ناشر رنگون کے اس سانحہ پر یہ گنگناتے سنائی دیں گے۔

عدو شرے برخیزد کہ خیرے ما دراں باشد

مناسب ہے کہ ہم یہاں برصغیر کے ان علماء حق کے اسماء گرامی لکھیں جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی تکفیرات کی اس واردات میں علماء دیوبند کا ساتھ دیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وہ استفتاء ناظرین کے سامنے کر دیں جو مولانا عبدالرؤف صاحب نے رنگون سے لکھا اور ان اکابر علماء اسلام نے اس کا جواب تحریر کیا:۔

نقل سوال جو علماء کرام اور مشائخ عظام کی خدمت میں روانہ کیے گئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں رنگون میں

مولوی حشمت علی رضا خانی لکھنوی تشریف لائے اور مرگی کرچہ میں جلسہ عام کرکے مجمع عام میں اکابر علماء دیوبند کو خصوصاً اور ان سے تعلق رکھنے والوں کو عموماً کافر کہا اور یہ بھی کہا کہ علمائے دیوبندیہ وہابیہ خاص کر جناب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ و جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ و جناب مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھویؒ و جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی حفظ الایمان اور دیوبندیوں کے پیشوا امام الوہابیہ جناب مولانا شاہ اسمٰعیل شہید صاحبؒ دہلوی (نعوذ باللہ) سب کے سب کافر ہیں جو اُن کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ ان سے میل جول رکھنا، سلام و کلام کرنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی اور ان کے جنازے میں شریک ہونا اور مقابر مسلمین میں دفن ہونے دینا حرام قطعی اور کفر یقینی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ

1. کیا واقعی بقول حشمت علی رضا خانی کے حضرات اکابر علماء دیوبند (نعوذ باللہ) کافر ہیں؟
2. وہابی کی کیا تعریف ہے اور ان سے کون لوگ منسوب ہیں؟
3. سُنی حنفی کی کیا تعریف ہے اور بدعت کی کیا تعریف ہے اور اس پر کیا وعید ہے؟

براہ کرم اس کا جواب مفصل و مدلل و عام فہم مع حوالہ کتب و مہر و دستخط کے تحریر فرما کر بندہ کو شکریہ کا موقع فراہم کریں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

السائل: احقر الزماں محمد عبد الرؤف خاں غفرلہ
والد العبد مدرس مدرسہ تعلیم الدین جبلپور
۲۴۴ منگل اشرف رنگون

دوسرا اور تیسرا سوال براہ راست علماء دیوبند سے متعلق نہیں اس لیے ہم ان کے تفصیلی جوابات سے تعرض نہ کریں گے جسے ضرورت ہو وہ اصل کتاب برارۃ الابرار میں دیکھ لے — دیوبندیوں اور بریلویوں کا اصل تنازع پہلے سوال سے متعلق ہے۔ واقعات کی روشنی میں جب اصل الزامات بے بنیاد ثابت ہوئے تو مولانا احمد رضا خان کی تکفیر امت کی یہ ساری محنت اس طرح ضائع گئی جس طرح ہوا غبارے سے نکل جاتی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کے فتویٰ تکفیر کے شیدائی علماء جیسے مولانا حشمت علی اور مولانا نعیم الدین
مرادآبادی مفتی احمد یار گجراتی مولانا سردار احمد لائلپوری نے جیسے ان حضرات نے کیا برے نوجوانوں
پر کیا اثر ڈالا؟ یہ اس اشتہار سے معلوم ہو سکتا ہے جو مولانا حشمت علی کی تقریریں سن کر رنگون
کے نوجوانوں نے نکالا تھا۔ جمعیت شبان المسلمین رنگون کا ۱۹۳۰ء کا یہ اشتہار شیو پریس اسپارک
سٹریٹ رنگون کا چھپا اب بھی ہمارے سامنے ہے اسے ملاحظہ کیجئے اور خود فیصلہ کیجئے کہ
بریلویت کی گرتی ہوئی دیوار نے مسلمانوں کی نوجوان نسلوں پر کیا اثرات چھوڑے۔ اس اشتہار
کا متن یہ ہے۔

نوجوانان رنگون کا مولوی حشمت علی صاحب سے التماس

ہم نوجوانان رنگون۔ آپ کی تقریروں اور لیکچروں کے عنوانات کو سن کر یہ سمجھے تھے کہ
غالباً آپ بھی علماء سلف کی طرح ملک برما میں تبلیغ اسلام کا فرض انجام دیں گے اور مسلمانوں میں تنظیم و
اتفاق و اتحاد پیدا کرنے آئے ہیں۔ اس لیے ہم بہت شوق سے آپ کے لیکچروں میں شریک ہوئے مگر
آپ کی تقریریں سن کر ہم کو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ بجائے تنظیم و اتفاق و
اتحاد کے مسلمانان رنگون میں اختلاف و فساد اور لڑائی جھگڑا پیدا کر رہے ہیں۔ آپ کی تقریروں
میں اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ آپ مسلمانوں کو کافر بناتے اور علماء اسلام کی ایک بہت بڑی
جماعت کی توہین و تحقیر کرتے رہتے ہیں۔ ہم نے ان علماء کے مواعظ سنے ہیں جن کی طرف
آپ نے بہت سی باتیں منسوب کر رکھی ہیں مگر وہ اپنے وعظوں اور عام یا خاص جلسوں میں کبھی ان
خرافات کو بیان نہیں کرتے۔ رنگون میں ان حضرات کے شاگرد و مجازین موجود ہیں اور عرصہ
دراز سے مقیم ہیں ہم نے کبھی ان کی زبان سے وہ باتیں نہیں سنیں جو آپ ان کے سر تھوپتے ہیں۔ اگر ان حضرات
کے یہ عقیدے ہوتے جو آپ بتاتے ہیں تو کبھی ان کی زبان پر بھی آتے کیونکہ جس شخص کا جو عقیدہ ہوتا
ہے وہ اس کی زبان پر آتا ہے۔ اس لیے ہم ہرگز یہ ماننے کو تیار نہیں ہو سکتے کہ ان حضرات

کے جیسے قرآن، حدیث یا فقہ حنفی کے کچھ بھی خلاف نہیں۔ ہم نے ان کی دو کتابیں بھی دیکھی ہیں جن کا حوالہ آپ عوام کے سامنے دیا کرتے ہیں اور ان کا مطلب بھی علماء سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ان کا مطلب وہ نہیں ہے جو آپ غلط سلط، اپنی طرف سے گھڑ کر عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں اس لیے ہم آپ کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کو اس وقت منظم اور متحد و متفق ہونے کی ضرورت ہے ہم اس ناپاک نا اتفاقی کی وجہ ہی سے بہت کچھ کمزور اور دیگر اقوام کے سامنے سامنے ذلیل ہو چکے ہیں ہم آپ کے اس طرز عمل کو جس نے ان مسلمانوں میں جو چار دن پہلے باہم شیر و شکر تھے فساد عظیم برپا کر دیا ہے زیادہ عرصہ تک نہیں دیکھ سکتے اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ خدا کے لیے مسلمانوں میں اختلاف و افتراق پیدا نہ کیجئے بلکہ ان کو متفق و متحد بنانے کی کوشش کیجئے جیسا کہ اب تک تمام علماء کرتے آئے ہیں اور غیر مسلموں کے سامنے اسلام کی خوبیاں بیان کر کے ان کو اسلام کی طرف لا کر مسلمانوں کی قوت و طاقت کو بڑھایئے اور مسلمانوں کو کافر بنا کر کفار کی مردم شماری میں اضافہ نہ کیجئے۔ والسلام

المشتہر: نوجوانان (ارکان جمعیۃ شبان المسلمین رنگون)

مطبوعہ شیر پریس ۴۵ اسپارک اسٹریٹ رنگون

۲۷ نومبر ۱۹۳۰ء یوم جمعرات تک اسی طرح علماء دیوبند پر کفر کی بارش ہوتی رہی۔ دوسرے روز ۲۸ نومبر ۱۹۳۰ء یوم جمعہ کو جب یہ اشتہار مذکورہ بالا انجمن شبان المسلمین کے ارکین کی جانب سے چھپ کر عام طور سے تقسیم کیا گیا اور حشمت علی زیر بادی مسجد میں وعظ بیان کر رہے تھے ان کو ایک پرچہ پہنچایا گیا تو فوراً انجمن شبان المسلمین کے اراکین و شیر پریس کے ایڈیٹر کو فوراً کفر کے گھاٹ اتار دیا اور کہا کہ یہ بھی وہابی کافر ہیں۔ انجمن شبان المسلمین کے اراکین اس جرم میں وہابی کافر ہوئے کہ ان کی جانب سے اشتہار مذکورہ بالا چھپا اور شیر پریس کے ایڈیٹر اس وجہ سے وہابی کافر ہوئے کہ انہوں نے اپنے پریس میں اشتہار مذکورہ بالا کو چھاپا۔

اب ہم اکابر علماء اسلام کے اسماء گرامی ذکر کرتے ہیں جنہوں نے مولانا احمد رضا خان کی تکفیر اسست کی اس کارروائی کی سخت مذمت کی، اور علماء دیو بند کو دیو بندی بریلوی کی اس کشمکش میں مظلوم قرار دیا۔ اب ہم یہاں ان حضرات کے تفصیلی جوابات شاید عرض نہ کر سکیں۔ اولاً اس لیے کہ ان جوابات کا آپس میں بہت توارد ہے اور ہر ایک جواب میں بیشتر جو بات مشترک ہے جسے پورا پورا نقل کرنے میں صفحات میں خاصا اضافہ کرنا پڑے گا اور ہمارے پاس اتنے صفحات نہیں ہیں۔

ہم یہاں باعتبار ریاست اور صوبہ ان اکابر اسلام کے نام لکھیں گے جو حق کی شہادت دے کر اپنے تئیں جنت میں لے گئے۔ کہیں کہیں مشہور شہروں کے نام سے وہاں کے علماء کا فیصلہ لکھیں گے ـــ حق یہ ہے کہ ان متواتر شہادتوں نے علماء دیو بند کو اتنا ہی اونچا کیا ہے جتنا کہ مولانا حشمت علی خاں اور ان کے ساتھیوں کو مناظروں سے فرار کرنے کی تاریخ نے قومی سطح پر نیچا کر دیا ہے۔

علماء ہند کے حشمت علی کے خلاف فیصلہ دینے پر

ـــ خود مولانا حشمت علی پر کیا گزری؟ ـــ

حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے پورے برما کا دورہ کیا تھا اور مولوی حشمت علی لکھنوی کی فریب کاریوں کا پردہ اچھی طرح چاک کر چکے تھے۔ لوگ حیران تھے کہ مولوی حشمت علی لکھنوی مناظرہ کا چیلنج دینے کے باوجود سامنے آنے سے کیوں گھبراتے رہے۔ جب انہیں بتایا گیا کہ یہ سب جھوٹے الزامات ہیں اور اس لیے برما میں افتراق و انتشار کا بیج بونے کی سازش کی ہے تو ہر طرف سے اس پر اظہار نفرین کیا گیا۔ نتیجۃً مولوی حشمت علی کو پھر فرار ہونا پڑا ـــ مولانا عبدالشکور لکھنوی اور مولانا محمد منظور نعمانی اپنے کامیاب دورے کے بعد جب واپس تشریف لے گئے تو مولوی حشمت علی یہ سوچ کر پھر رنگون آوارد ہوئے کہ شاید اب

میدان صاف ہوگیا ہو اور وہ پھر سے علماء دیوبند کی تکفیر کا شغل شروع کر سکیں۔

اب مولانا حشمت علی کا پالا کن سے پڑا

اب کی مرتبہ موصوف کا سامنا کسی عالم سے نہیں ہوا بلکہ رنگون کے شعراء سے ہوا اور انہوں نے اپنے اشعار کے ذریعہ مولوی حشمت علی کے تکفیری افسانوں کا پردہ کھولا۔ رنگون کے مشہور شاعر حالی جناب منشی عبدالرحیم صاحب کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے آپ نے مسجد میں مولوی حشمت علی کی ان کارروائیوں پہ کہا ہے ؎

ہو کے عالم دل مسلم کو ستاتے کیوں ہو — گھر میں اللہ کے تم آگ لگاتے کیوں ہو [1]

مرغ بسمل کی طرح وجد میں آتے کیوں ہو — عرس میں قبر پہ رنڈی کو نچاتے کیوں ہو [2]

یہ معما نہیں کھلتا ہے تمہارا ہم پر — چھیڑ لیتے ہو کیوں منہ کو چھپاتے کیوں ہو [3]

لے کے تکفیر پہ پھر کے کارِ تبلیغ — خاک میں عزت مسلم کو ملاتے کیوں ہو [4]

مولانا حشمت علی نے اپنی ایک تقریر میں یہ دعوے بھی کیا تھا کہ پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی بلی بھی غیب جانتی تھی۔ اس پر شاعر نے کہا ؎

غوث اعظم کی جو بلی ہوئی عالم غیب — غیب داں خاص نبی ہی کو بتاتے کیوں ہو

تم نے بلی کو بنایا ہے نبی کا ہمسر — اپنے کرتوت کو باتوں میں چھپاتے کیوں ہو [5]

آپ کو یہ پوری نظم براءۃ الابرار ص۹۴ ص۹۵ ص۹۶ پر ملے گی۔

مولوی حشمت علی کا قیام رنگون کی ذریبادی مسجد میں تھا۔ انہوں نے اپنی سابقہ خفت مٹانے

---

[1] یہ اس بیان کی طرف اشارہ ہے جو مولانا حشمت علی نے رنگون کی ایک مسجد میں دیا تھا [2] اس میں ایک عرس کے موقع پر فاحشہ عورتوں کے مجرا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے [3] اس میں اشارہ اس بات کا کہ مولانا حشمت علی مناظرہ کا چیلنج دینے کے باوجود مولانا محمد منظور نعمانی کے سامنے نہ آسکے [4] موصوف کا دعوی تھا کہ میں یہاں دین کی تبلیغ کے لیے آیا ہوں لیکن یہاں انہوں نے سوائے تکفیر مسلم کے اور کچھ کام نہ کیا [5] براءۃ الابرار ص۹۶

اعلان کیا کہ ۳ مئی ۱۹۳۲ء کو شہادت حسنین کے موضوع پر جلسہ عام ہوگا۔ لوگ جمع ہوگئے لیکن ہوا کیا؟ اسے شاعر کی زبان سے سنیئے:

مساجد مرکز دین و ہدیٰ ایمان کے گھر ہیں — چمکتے تھے جہاں نور نبوت کے کبھی تارے
بجائے دولت ایماں یہاں تحقیر بٹتی ہے — مے توحید کا اب یاں فقط تکفیر بٹتی ہے
یہیں مخلوق کی شکل خدا تعظیم ہوتی ہے — شریعت کے تراجم میں نہیں ترمیم ملتی ہے
یہیں منبر پہ جلوہ ریز ہیں وہ حرص کے بندے — کہ جن کو کھینچ لائے ہیں یہاں پیٹ کے دھندے
اٹھو خواب گراں سے چونک اٹھو اے مسلمانو — نہیں تعظیم کے قابل تم ان کی پیروی چھوڑو

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا حشمت علی نے اب شہادت کے مبارک اور مقدس نام پر لوگوں کو جمع کر کے علماء حق کو کوسنے کی راہ نکالی تھی اور خانہ خدا میں پھر اسی مکروہ کام کو جاری رکھا تھا۔ علماء امت پر سب و شتم اور تکفیر کرنا ان کا ہمیشہ مشغلہ رہا ہے۔

مولانا حشمت علی پر بدامنی پیدا کرنے کا مقدمہ

مولانا حشمت علی کی یہاں کی اشتعال انگیز تقریر سے جلسہ میں کھلبلی مچ گئی اور ان پر زیر دفعہ ۵۰۴ تعزیرات ہند مقدمہ قائم ہوگیا جو ایک سال جاری رہا۔ ۲۳ جون ۱۹۳۳ء کو مقدمہ کا فیصلہ سنایا گیا۔ روزنامہ خیر رنگون کی رپورٹ کے مطابق وہ فیصلہ یہ ہے:

مجسٹریٹ صاحب نے ملزم حشمت علی کو زیر دفعہ ۵۰۴ تعزیرات ہند اور زیر دفعہ (۱۰۷) قانون ضابطہ فوجداری اس جرم کا قصوروار قرار دیا کہ انہوں نے دیدہ و دانستہ بلوہ فساد پیدا کرنے کی نیت سے اشتعال انگیزی کی — اور حکم سنایا ہے کہ ان سے سو سو روپیہ کے مچلکے لے کر رہا کر دیا جائے اور آئندہ ایک سال کے اندر جب طلب کیا جائے تو حاضر ہوں گے حکم یہ ہے کہ اس عرصہ میں پُرامن اور نیک چلن رہیں۔[1]

---

[1] اخبار شیر رنگون ۱۲ جون ۱۹۳۳ء

یہ ہے کہ ملزم کی تقریر غیر قانونی تھی یعنی عدالت اس امر کی تصدیق کرتی ہے کہ مرافعہ گذار نے سورتیوں کو وہابی کافر جیسے الفاظ سے موسوم کیا جس سے تعزیر عائد ہو سکتا ہے۔

دوسرا جرم پبلک کو اشتعال دلانے کا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مقدمہ ہذا میں اشتعال دلانے کا کام غیر قانونی تھا۔ اپیلانٹ نے اپنی تقریر میں صرف اشتعال ہی نہیں دلایا، بلکہ حاضرین جلسہ کو سورتی وہابی مسلمانوں کو دھمکانے پر آمادہ کیا۔ مرافعہ گذار اس امر سے بخوبی واقف تھا کہ اس کی اشتعال انگیز تقریروں سے جوش کا ثبوت ہے کیونکہ جلسے میں تصنیفی پہنچ جانا اس امر کا کافی ثبوت ہے۔ فاضل جج کے خیال میں اپیلانٹ نے توہین آمیز الفاظ اپنے مخالفین کے حق میں ضرور استعمال کیے ہیں لہذا اپیل خارج کر دی گئی۔

(از اخبار شیر رنگون مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۲۰ء یوم جمعہ)

اب ہم ان علماء حق کا کہیں صوبہ وار کہیں ضلع وار اور کہیں شہر وار ذکر کریں گے آپ دیکھتے رہیں کہ کس کثیر تعداد علماء نے کہ جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں اور مولانا حشمت علی خاں کے نظریات کو غلط قرار دیا ہے۔ واللہ ھو الموفق لما یحبہ ویرضی بہ

(۱) دہلی

دہلی ہندوستان کا قدیم علمی مرکز ہے۔ مدرسہ رحیمیہ یہیں تھا جہاں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور ان کے بعد حضرت شاہ محمد اسحق محدث دہلویؒ حدیث پڑھاتے رہے۔ مولانا مملوک علی مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ مولانا شاہ عبدالغنیؒ اور مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ سب یہیں کے پڑھے ہوئے تھے۔ یہاں مدرسہ عبدالرب، مدرسہ حسین بخش، مدرسہ امینیہ سنہری مسجد جو کشمیری دروازہ دہلی کے پاس تھا۔ مدرسہ فتحپوری یہاں کے علمی مرکز تھے۔ جب مولانا عبدالرؤف صاحب جگن پوری نے ان مراکز سے ان علماء دہلی سے استفسار کیا تو یہاں کے تقریباً چالیس علماء نے علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا۔ مولانا احمد رضا خان کی تکفیری زد

کی سخت مذمت کی

ہم یہاں دہلی کے ان چالیس علماء کرام کے نام لکھ دیتے ہیں جنہوں نے اس نازک مرحلے پر علمائے حق کا ساتھ دیا۔ ان کے مفصل جوابات آپ کو با تقابل رسالہ [illegible] اور [illegible] پر ملیں گے

مدرسہ عبدالرب مرحوم دہلی کے ان سات علماء نے خان صاحب کو ان کی اس تکفیری مہم میں مجرم ٹھہرایا:۔

۱۔ مولانا عبدالوہاب صاحب ۲۔ مولانا محمد شفیع صاحب ۳۔ مولانا عزیز احمد صاحب
۴۔ مولانا محبوب علی صاحب ۵۔ مولانا محمد رفیع صاحب ۶۔ مولانا محمد رفیق احمد صاحب
۷۔ مولانا مظہر اللہ صاحب

پھر دہلی کے ان چار دوسرے علماء نے بھی ان کی تصدیق کر دی:۔

۱۔ مولانا عزیز الرحمن صاحب ۲۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب ۳۔ مولانا دوست محمد صاحب
۴۔ مولانا شفقت اللہ صاحب

پھر مدرسہ امینیہ دہلی کے اکیس علمائے کرام نے اس تکفیری معاملات میں مولانا احمد رضا خان کو قصوروار ٹھہرایا:۔

۱۔ مولانا مفتی حبیب الرحمن صاحب ۲۔ مولانا ضیاء الحق صاحب ۳۔ مولانا نثار حسین صاحب
۴۔ مولانا اسکندر دین صاحب ۵۔ مولانا عبدالغفور صاحب ۶۔ مولانا خدا بخش صاحب
۷۔ مولانا عبدالقدوس صاحب ۸۔ مولانا غلام نبی صاحب ۹۔ مولانا رحیم شاہ صاحب
۱۰۔ مولانا فضل سرور صاحب ۱۱۔ مولانا نصر اللہ صاحب ۱۲۔ مولانا محمد واصل صاحب
۱۳۔ مولانا گل محمد صاحب ۱۴۔ مولانا علی محمد جامی صاحب ۱۵۔ مولانا محمد حسین شاہ صاحب
۱۶۔ مولانا عبدالغفار اعظمی صاحب ۱۷۔ مولانا محمد یوسف صاحب ۱۸۔ مولانا عبدالستار صاحب
۱۹۔ مولانا سخاوت اللہ صاحب ۲۰۔ مولانا حفیظ الدین صاحب ۲۱۔ مولانا نذیر احمد صاحب

۲۲۔ مولانا عبدالودود صاحب ۲۳۔ مولانا محمد ایوب صاحب ۲۴۔ مولانا عبدالوہاب صاحب
۲۵۔ مولانا میاں جی صاحب ۲۶۔ مولانا نور محمد صاحب ۲۷۔ مولانا محمد شفیع صاحب
۲۸۔ مولانا عبدالوہاب صاحب

دہلی میں حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ کے حلقے نے بھی مولانا احمد رضا خاں کو قصور وار ٹھہرایا اور علماء دیوبند کے حق میں دستخط کر دیئے۔ جمعیت علماء ہند بھی اس وقت قائم ہو چکی تھی اور ان کا دفتر بھی دہلی میں تھا انہوں نے بھی مولانا حشمت علی خاں کے مناظرہ کے فیصلہ کی تصدیق کی اور اس پر دستخط کیے۔

④ بنگال

مسلم آبادی کے لحاظ سے ہندوستان کا سب سے بڑا صوبہ بنگال تھا۔ وہاں بڑے بڑے دینی مراکز موجود تھے ڈھاکہ، سلہٹ اور چاٹگام کے سب علماء نے بالاتفاق علماء دیوبند کا ساتھ دیا۔ اور مولانا احمد رضا خاں کی مسلمانوں کی اس تکفیر کی سخت مذمت کی۔ بنگال کے جن علماء نے علماء دیوبند کو حق پر بتایا ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔ سلہٹ کے شاہ جلال کے مرکز میں اب تک علماء دیوبند ہی علمی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

۱۔ ڈھاکہ

ڈھاکہ کے مدرسہ عالیہ اسلامیہ عربیہ کالج سے کون واقف نہیں۔ اس کے مندرجہ ذیل علماء نے مولانا احمد رضا خاں کے تکفیری معرکہ میں علماء دیوبند کو حق پر قرار دیا۔

۱۔ مولانا محمد اسحاق صاحب ۲۔ محمد وارث واللہ صاحب ۳۔ مولانا سید عبدالباری صاحب
۴۔ مولانا شمس الہدیٰ صاحب ۵۔ مولانا محمد حسن رضا صاحب

پھر مدرسہ اسلامیہ عربیہ کے ناظم مولانا ابوالفضل نے بھی اس کی تصدیق کی

۲۔ چاٹگام

مدرسہ ناصر الاسلام فتحپور شہر کے ان علماء نے علماء دیوبند کو حق پر ٹھہرایا۔

۱۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب ۲۔ مولانا عاقی الدین صاحب ۳۔ مولانا عبدالمجید صاحب
۴۔ مولانا عبدالجلیل صاحب ۵۔ مولانا محمد علی احمد صاحب ۶۔ مولانا عبدالغفور صاحب

شہر چاٹگام میں مدرسہ دارالعلوم کے مولانا نور محمد صاحب نے اس کی تصدیق کی اور مندرجہ ذیل حضرات نے اس کی تصدیق مزید کی۔

۱۔ مولانا محمد امین ۲۔ مولانا عبدالودود ۳۔ مولانا مظفر احمد ۴۔ مولانا امین الدین
۵۔ مولانا میر مسعود علی ۶۔ مولانا ابوالحسن محمد عبدالحق ۷۔ مولانا میر احمد ۸۔ مولانا محمد عبدالاول
۹۔ مولانا فیض الکریم ۱۰۔ مولانا فضل الرحمٰن ۱۱۔ مولانا محمد عبدالمنان ۱۲۔ مولانا ابوالحسن
۱۳۔ مولانا فاضل اللہ ۱۴۔ مولانا محمد نذیر احمد ۱۵۔ مولانا سفیر الرحمٰن ۱۶۔ مولانا محمد سلیمان
۱۷۔ مولانا عبدالمعبود ۱۸۔ مولانا محمد خلیل الرحمٰن

چاٹگام کا مدرسہ معین الاسلام ہاٹھزاری بنگال کا ایک بڑا مرکزی مدرسہ ہے۔ اس کے دارالافتاء کی طرف سے مندرجہ ذیل علماء نے علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا:۔

۱۔ مولانا مفتی فیض اللہ ۲۔ مولانا حبیب اللہ ۳۔ مولانا خلیل الرحمٰن ۴۔ مولانا افاض الدین
۵۔ مولانا یعقوب علی ۶۔ مولانا ضمیر الدین ۷۔ مولانا صدیق احمد ۸۔ مولانا عبدالجبار

پھر مولانا محمد ذاکر صاحب مدرس مدرسہ معین الاسلام نے بھی اس فتوی کی توثیق کی۔ چاٹگام کے قصبہ انگوان ڈانک خانہ کا پچھ کے مولانا فضل الرحمٰن نے بھی اس کی تصدیق فرمائی۔ فتحپور کے مولانا نذیر احمد نے بھی علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا۔ مرغی مدرسہ پھرا کے شیخ جلیل مولانا عبدالمجید نے بھی مولانا احمد رضا خاں کے تمام الزامات کو جھوٹا ٹھہرایا اور علماء دیوبند کو مظلوم قرار دیا جن پر مولانا احمد رضا خاں نے طرح طرح کے الزام لگا رکھے ہیں۔

۔ چاٹگام کے ۲۴ علماء کا بیان ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے جو الزامات علماء دیوبند

پر لگائے ہیں وہ قطعاً ان میں ثابت نہیں ہو سکے اور مولانا احمد رضا خاں کی اس تکفیر امت کی واردات میں علماء دیوبند مظلوم ہیں۔

صوبہ سلہٹ

سلہٹ کے علماء میں ۱۔ مولانا عبدالرحیم ۲۔ مولانا فضل الرحمن ۳۔ اور مولانا عبدالغنی نے اس پر دستخط کیے اور علماء دیوبند کو مظلوم قرار دیا۔

میمن سنگھ کے ۱۔ مولوی عبدالرحیم ۲۔ مولانا صدیق احمد ۳۔ اور مولانا محمد قمر نے اس تاریخی دستاویز پر دستخط کیے۔

بنگال کے یہ ۴۴ علماء کبار کی تصدیق ہے کہ علماء دیوبند پر وہ الزامات ہرگز ثابت نہیں ہوتے جو مولانا احمد رضا خاں اور ان کی جماعت کے لوگ ان علماء حق پر لگاتے ہیں۔ انڈال ضلع بردوان کے مدرسہ نذیریہ کے مدرس مولانا عبدالقیوم نے علماء دیوبند پر الزامات لگانے والوں کو گستاخ، بدمذہب، بددماغ اور طالب دنیا قرار دیا ہے۔[1]

بنگال کے ان علماء کی تصدیقات اور عبارات آپ کو براءت الابرار عن مکائد الاشرار کے ص۱۹۶/۱۹۸ ص۱۱۰/۱۱۲ ص۱۹۸/۲۲ ص۲۶۰/۲۶۵ ص۲۸۵/۲۸۴ ص۳۴۹/۳۲۸ اور ص۳۶۲ میں ملیں گی۔

علماء کلکتہ کا تاریخی فیصلہ

کلکتہ اور ڈھاکہ صوبہ بنگال کے مرکزی شہر تھے۔ علماء ڈھاکہ کا فیصلہ آپ کے سامنے آچکا اب علماء کلکتہ کا فیصلہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ یہ فیصلہ مدرسہ عالیہ کی طرف سے مولانا عبدالرؤف صاحب قادری نے لکھا اور دیگر بیس علماء نے اس پر دستخط فرمائے۔ مولانا قادری صاحب علماء دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

یہ سب حضرات مسلمان، اہل السنۃ والجماعۃ اور حنفی المذہب تھے کافر نہ تھے

---

[1] براءت الابرار ص۶۳

جب تک زندہ رہے اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ فقہ حنفی اور احادیث
نبوی کی اشاعت میں جو خدمات انہوں نے سرانجام دی ہیں وہ سب کو معلوم
ہیں۔ انتقال کے بعد بھی ان کا فیض جاری ہے۔ ان کے شاگردوں کی ایک
بڑی جماعت دین کی خدمت کر رہی ہے اور دارالعلوم دیوبند اس وقت
ہندوستان میں اسلامی تعلیم کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ بعض ہمعصر علماء کو ان
کے ساتھ اختلافات تھے۔ ان لوگوں نے بعض لفظوں کی گرفت پر تکفیر کی وہ
قابل اعتبار نہیں ہے۔[1]

اس تحریر پر حسب ذیل علماء نے تصدیق فرمائی۔

مولانا ابراسحق صاحب۔ مولانا ابو المکارم محمد ابراہیم۔ مولانا ممتاز الدین احمد۔
مولانا محمد نورالقمر مدرس مدرسہ عالیہ۔ مولانا محمد اسماعیل سنبھلی۔ مولانا محمد حسین۔
مولانا ولایت حسین۔ مولانا محمد جمیل انصاری شمس العلماء۔ مولانا محمد یحییٰ۔ مولانا
محمد فضل النصر (دیگر) صدر مدرس مدرسہ قدسیہ۔ مولانا محمد حسین صاحب۔ مولانا
ابوطاہر محمد یوسف الحنفی۔ مولانا نعمت اللہ۔ مولانا محمد عبدالقیوم۔ مولانا لطف احمد
ہیڈ مولوی اکرا۔ مولانا سید عمیم الاحسان المجددی۔ مولانا عبدالستار مدرس مدرسہ
عالیہ کلکتہ۔ مولانا محمد عزیز الرحمن امام مسجد جمال الدین مرحوم۔ مولانا ابو یحییٰ
محمد عبدالرؤف جیدی برکاتی۔[2]

ہم پہلے بنگال کے ۴۲ علماء کرام کے نام دے آئے ہیں جنہوں نے ان اختلاف میں
مولانا احمد رضا خاں کی کسی بات کو قابل توجہ نہیں سمجھا اور کھل کر علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ
دیا۔ اب یہ کلکتہ کے بیس علماء کو شامل کریں تو یہ عدد باسٹھ ۶۲ کا ہو جاتا ہے۔

رحمہم اللہ تعالیٰ

---

[1] براءت الابرار ص۱۳ [2] ایضاً ص۱۴

④ بہار

ہندوستان کا یہ بھی ایک بڑا صوبہ ہے جہاں مسلمان کثیر تعداد میں آباد ہیں۔ خان صاحب نے اہل سنّت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کے لیے جو عقائد علماء دیوبند کے ذمہ لگائے بہار کے ان علماء کرام نے علماء دیوبند کو ان تمام الزامات سے بری قرار دیا۔ وہ جانتے تھے کہ صحیح اہل السنۃ والجماعت یہی لوگ ہیں جو اسلام میں شرک و بدعت کے کسی عمل کو راہ نہیں دیتے۔

بہار کے ضلع پٹنہ میں پھلواری شریف ایک معروف خانقاہ ہے وہاں کے دفتر امارت شرعیہ سے یہ فتویٰ صادر ہوا:-

> علماء دیوبند اور ان کے متبعین مسلمان ہیں اور امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کے پیرو ہیں۔ مذکور فی السوال علماء کا شمار متورع و پرہیزگار علماء میں ہے ان کو کافر کہنا معصیت کبیرہ ہے۔[1]

مولانا محمد عثمان غنی نے دفتر امارت شرعیہ کی طرف سے اس بیان پر ۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ کو دستخط کیے اور حق کی شہادت دی۔

پھر صوبہ بہار کے شہر گیا کے نامور عالم مولانا ولایت حسین نے اس پر دستخط کیے مولانا ولایت حسین کی کتاب کشف التلبیس دو حصوں میں ہے جسے بہیرہ کے مولانا ظہور احمد بگوی نے جامع مسجد بھیرہ سے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ بگوی خاندان کے مورث اعلیٰ مولانا احمد الدین بگویؒ نے بھی کھل کر حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کے حق میں بیان دیا تھا۔ مولانا ولایت حسین لوگوں میں غلط فہمیاں پیدا کرنے والے مولانا حشمت علی کے بارے میں لکھتے ہیں:-

> ایسے کور باطن سیاہ بختوں کو جہاں تک ناقابل التفات سمجھا جائے وہی بہتر ہے اور عام مسلمانوں کو ان کی موانست اور مجانست سے بچنا اور بچانا لازم

---

[1] براءۃ الابرار صہ

بریلوی دوراتکفیر کی خرافات کا تفصیلی جواب جس کو دیکھنا ہو وہ مولانا مرتضیٰ حسن دیوبندی سلسلہ اشرفتانی کی تصانیف کو دیکھے[1]

پھر اس پر مدرسہ اصلاحیہ گیا کے صدر مدرس عمدۃ المحققین مولانا محمد خیرالدین نے بھی دستخط کیے۔ پھر مدرسہ حمادیہ دربھنگہ کے دارالافتاء کی طرف سے مندرجہ ذیل علماء کرام نے بھی اس پر دستخط کیے۔

۴ مولانا مفتی عبدالحفیظ صاحب ۵ مولانا محمد طیب ۶ مولانا محمد زکریا ۷ مولانا عبدالولی

۸ مولانا عبدالباری

صوبہ بہار میں مونگیر میں جامعہ رحمانی بھی ہندوستان کی مشہور درسگاہ ہے اس کے مولانا منیرالدین اور مولانا ابوسیف رحمانی نے بھی علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا۔

جو شخص ان حضرات کی تکفیر کرتا ہے وہ لیسے بہترین لوگوں کے متعلق زبان درازی کرتا ہے وہ آسمان پر خاک ڈالتا ہے اور اپنی عاقبت خراب کرتا ہے[2]

پھر دربھنگہ کے ان سولہ علماء نے دیوبند کے حق میں دستخط کیے اور انہیں بجا اہل السنۃ والجماعۃ ٹھہرایا۔[3]

۱ مولانا مفتی عبدالحفیظ ۲ مولانا سراج احمد ۳ مولانا عبدالواحد

۴ مولانا عبدالرحیم ۵ مولانا ابوحمید ۶ مولانا عبدالرحمٰن

۷ مولانا محمد مظفر حسین ۸ مولانا محمد سلیمان ۹ مولانا توحیدالحسن

۱۰ مولانا عبدالصمد ۱۱ مولانا محمد شمس الدین ۱۲ مولانا عبدالغنی

۱۳ مولانا عبدالرشید ۱۴ مولانا محمد سلیمان ۱۵ مولانا عبدالوہاب

۱۶ مولانا محمد عبدالعزیز

---

[1] براءت الابرار صفحہ ... [2] ایضاً صفحہ ... [3] ایضاً صفحہ ...

⑥ اعظم گڑھ

عیدگاہ سرائے میر میں بیت العلوم ایک مدرسہ ہے اس کے مولانا عبدالغنی نے علماء دیوبند کے بارے میں لکھا ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلویؒ و نیز علماء دیوبند متبع سنت ہیں بلکہ طریق میں جماعت اہل حق کے سرتاج و پیشوا ہیں ان کو کافر کہنے والا گمراہ اور بد دین ہے[1]

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی بھی اعظم گڑھ سے تھے آپ مولانا شبلی نعمانی کے شاگرد تھے۔ آپ علماء دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں۔

جن لوگوں کے نام دیئے گئے ہیں وہ صلحائے امت میں سے ہیں۔ ان کی تکفیر وتفسیق درست نہیں وہ لوگ اہل السنۃ والجماعۃ اور حنفی ہیں۔

مولانا محمد عمر اعظم گڑھی نے بھی علماء دیوبند کے حق میں رائے دی ہے مولانا عبدالرؤف نے ان کی خدمت میں بھی استفتا بھیجا تھا جو ۱۹۲۲ کے تحت طبع ہے اور اس کا جواب براءۃ الابرار کے ص۲۲۵ میں بڑی تفصیل سے مذکور ہے۔

آیئے اب آپ کو ان دور کی ریاستوں میں لے چلیں جو دیوبند اور بریلی دونوں سے بڑی مسافت پر ہیں اور پھر ان سے یہ فیصلہ کرائیں کہ احمد رضا خاں نے جو الزامات علماء دیوبند کے ذمہ لگائے کیا ان میں کچھ بھی واقعیت ہے یا یہ سارا فضا مولانا احمد رضا خاں اور ان کے پیروؤں کی ضد کے باعث وقوع میں آیا ہے۔

ریاست ٹونک (عدالت شرعی)

براءۃ الابرار کے ص۹۲ پر اس پر چھ علماء کی تصدیق ثبت ہے۔

---

[1] براءت الابرار ص۸۵

مولانا ابو الحسن، مولانا محمد حسین، مولانا احمد مجتبیٰ، مولانا قاضی محمد عرفان، مولانا عبد الرحیم

۲. ریاست بھوپال

مولانا محمد عبد الہادیؒ اور مولانا محمد عبد الرحمٰن دونوں مجلس علماء کے سرکاری رکن ہیں، مولانا مفتی محمد حسنؒ ریاست بھوپال کے سرکاری دار الافتاء کے مفتی ہیں۔ ریاست بھوپال کے ان تینوں کا فیصلہ یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے یہ الزامات ہرگز حق نہیں اور علماء دیوبند اہل السنۃ والجماعۃ عقیدے کے ہیں۔

متن عبارات کے لیے براءۃ الابرار صفحہ ۱۵ تا ۱۹ صفحہ ۲۸۵ ملاحظہ فرمائیں۔

۳. ریاست رامپور

حضرت مولانا مفتی سعد اللہ مرحوم کے جانشین مولانا مفتی اسد اللہ مقیم ٹیکہ آزاد خاں ریاست رامپور لکھتے ہیں۔

کسی مومن سے دینی معاملات کی نسبت بھی کافر ہونے کا عقیدہ رکھنا موجب کفر ہے چہ جائیکہ ان حضرات کی شان میں صریح حدیث وارد ہے کہ کافر کہنے والا خود اس کا قائل کر کافر بن جائے گا۔ اس پر توبہ اور تجدید اسلام و نکاح ضروری ہے[۱]

۴. ریاست بہاولپور

ریاست کے سرکاری دار الافتاء کی طرف سے شیخ الجامعۃ العباسیہ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی نے اکابر علماء دیوبند کے بارے میں لکھا آپ پیر مہر علی شاہ کے خلیفہ تھے۔

اکابر علماء دین ہرگز کافر نہیں ہیں بلکہ بڑے اولیاء اللہ ہیں۔[۲]

۵. ریاست اسلامی حیدرآباد دکن

رنگون کے مولانا عبد الرؤف کے استفتاء کے جواب میں حضرت مولانا سید صبغۃ اللہ شاہ نے ریاست اسلامی حیدرآباد سے مندرجہ ذیل جواب لکھا:۔

---

[۱] براءۃ الابرار صفحہ ۲۱ [۲] ایضاً صفحہ ۹

اگر ہمارے اکابر علماء دیوبند کی تصنیفات و تالیفات تحریریں و تقریریں باستان نظر دیکھیں جائیں تو یہ امر بالکل واضح ہو جائے گا کہ یہ مذہب بالکل تمام اصولی و فروعی جزوی و کلی امور دین میں خواہ وہ از قبیل اعتقادیات ہوں یا از قسم عملیات ہوں کتاب و سنت کی اتباع — ائمہ اربعہ کی تقلید — سلاسل مشہورہ صوفیہ کی اقتداء — کو قابل اعتداد تسلیم فرمارہے ہیں — رہیں وہ بعض سرخرافات جو ان علماء امت کی راہ گمراہی کی طرف اہل ہوئی نے شہرت طلبی و نفس پرستی کے جذبات و احساسات سے متاثر ہو کر منسوب کر دی ہیں۔ حاشا وکلا کہ ان کے قلوب صافیہ میں اس قسم کے خلجانی وساوس — شیطانی خطرات بھی گزرے ہوں، انشاء اللہ امتحان کل کے روز فضل میں اس سوکر حق و باطل کا آخری اور حتمی فیصلہ ہو کر رہے گا — ہم اہل بدعت کو صاف صاف بتلا دینا چاہتے ہیں کہ یہ اکابر ان اتہامات سے بالکل پاک اور مبرا ہیں اور مسئلۂ تکفیر میں ویسی ہی احتیاط برتتے ہیں جو حنفیت صحیحہ کا مقتضی ہے۔[1]

اس تحریر پر چھ علماء اسلام کی تصدیق ثبت ہے :-

۱۔ مولانا سید محمد اکبر حیدر آبادی ۲۔ مولانا نور الحسن حیدرآبادی ۳۔ مولانا عبد اللطیف حیدرآبادی

۴۔ مولانا محمد عثمان مالیگانوی ۵۔ مولانا محمد مصطفیٰ مدراسی ۶۔ مولانا محمد رحمت اللہ الفاروقی

علمائے فیض آباد

حضرت مولانا محمد الحسن ٹانڈوی نے علماء دیوبند کے بارے میں لکھا :-

ان کو کافر کہنے والا سخت گناہگار ہے اس کے ایمان کی خیر نہیں جس طرح

---

[1] مجاہدۃ الابرار صفحہ ۲۲

روافض حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ وغیرہم کو (معاذ اللہ) برے لقب سے
تبرا بکتے ہیں ویسے ہی مبتدعین ان حضرات کو (علمائے دیوبند کو) برا
کہتے ہیں۔[1]

پھر اس پر مولانا رحیم اللہؒ، مولانا بشیر احمد خاںؒ، مولانا عبدالوہابؒ نے دستخط کیے۔ مدرسہ
اسلامیہ درگاہ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد کے مولانا عبدالباقی لکھتے ہیں۔

علماء دیوبند پکے راسخ العقیدہ مسلمان سنی حنفی اور صحیح معنوں میں وارث
انبیاء ہیں اور ظاہری اسباب میں انہی کے فیض سے ہندوستان میں شعائر
اسلامیہ کا وجود ہے اور تمام عالم اس وقت ان کے انوار علم و قدس
سے منور ہو رہا ہے۔[2]

کچھوچھہ شریف کے جوار میں ایک قصبہ جنسو رہے۔ وہاں کے مفتی حمید اللہ حقؒ نے علماء دیوبند
کے حق میں ایک پورا مضمون لکھا ہے اور پھر اس کی مولانا عبدالرحمٰنؒ، مولانا عبدالرؤفؒ، مولانا
عبدالحیؒ اور مولانا عبدالعزیزؒ نے بھی تصدیق فرمائی۔ مولانا محمد ایوبؒ صاحب صدیقی نے بھی اس
پر ایک مفصل بحث لکھی اور مولانا عبدالکریمؒ قادری نے اس پر دستخط فرمائے۔

پھر مدرسہ کنز العلوم ٹانڈہ کے مولانا محمد نعیم اللہؒ نے اس پر سات صفحے کا ایک مفصل فتویٰ
لکھا اور اس پر مولانا وکیل الدینؒ، مولانا نصرت علیؒ اور مولانا علیم اللہؒ صاحب نے دستخط کیے

پھر موضع سلونی ضلع فیض آباد کے مولانا عبدالربؒ نے اپنا فیصلہ علماء دیوبند کے حق میں دیا۔
پھر خلیپورہ فیض آباد کے مدرسہ احمدیہ حنفیہ کے مفتی مولانا منظور الدینؒ نے اس پر چار صفحے
کا جواب لکھا اور اس پر مولانا احمد میاںؒ انصاری مدرس مدرسہ رحمانیہ فیض آباد نے بھی دستخط
فرمائے۔

ٹانڈہ کے مولانا بشیر احمدؒ نے بھی تین صفحات میں علمائے دیوبند کی تائید کی اور اس پر

---

[1] بارشۃ الابرار صفحہ [illegible] [2] ایضاً صفحہ [illegible]

حضرت مولانا بشیر احمد نے بھی دستخط فرمائے

پھر مولانا سید شاہ وحید الدین اشرف سجادہ نشین آستانہ عالیہ کچھوچھہ شریف نے بھی مولانا احمد رضا خاں کے تکفیر کے خلاف یہ فیصلہ صادر فرمایا۔

میرا عقیدہ ہے کہ علمائے دیوبند کافر نہیں۔ علمائے سلف نے مسئلہ تکفیر میں نہایت احتیاط سے کام لینے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی اس مسئلہ میں بہت احتیاط برتتے تھے مگر آج کل کے مولوی مسلمان کو کافر کہہ دینا ایک معمولی بات سمجھتے ہیں — علمائے رضاخانی اس کے دعویدار ہیں کہ فرقہ دیوبندیہ اہانت رسول کا مجرم ہے۔ لہذا ایسے عقیدہ رکھنے والے کافر ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان کی روشنی ہوگی وہ ہرگز اہانت رسول کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ علمائے دیوبند[1]

پھر اس فیصلے پر مولانا سید عبدالحیؒ اشرف نے بھی دستخط کیے۔

ملک داؤد پور (ضلع سلطانپور) کے مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور راجو دھیا ضلع فیض آباد کے مولانا عبدالرشید صاحب خطیب جامع مسجد بابری نے بھی مولانا احمد رضا خاں کے خلاف اپنا فیصلہ علمائے دیوبند کے حق میں دیا۔ جزاھما اللہ احسن الجزاء

یہ مجلس علمائے فیض آباد کی تصدیق ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے علمائے دیوبند کی جن عبارات سے کفریہ مضامین اخذ کیے ہیں ان عبارات میں ہرگز کوئی کفر کی بات نہیں یہ خانصاحب کی محض ضد ہے جس کے باعث وہ اہل السنۃ والجماعۃ کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کے مجرم ٹھہرے ہیں۔ علمائے حق ان کی اس تکفیری کاروائی میں کبھی ان کا ساتھ نہ دیں گے۔ ان علماء کے تفصیلی فتووں کے لیے کتاب براءۃ الابرار کا صفحہ ۱۱۳، صفحہ ۱۳۵/۱۳۹، صفحہ ۱۴۴/۲۲۱، صفحہ ۲۷۶/۲۸۸، صفحہ ۳۶۰/۳۶۴ در صفحہ ۲۷۸ مطالعہ فرمادیں

---

[1] براءۃ الابرار صفحہ ۲۶۵

مولانا عبد العزیز، مولانا امجاد حسین، مولانا تحمل حسین اور مولانا محمد یوسف نے توثیق فرمائی۔

⑤ مدرسہ امدادیہ مراد آباد کے دار الافتاء کی طرف سے مولانا مفتی خلیل احمد صاحب نے اس استفتاء پر جواب صادر فرمایا۔ اور حضرت مولانا مرتضیٰ حسن اور مولانا سید شاہ صاحب اندرابی نے اس کی توثیق کی۔

مراد آباد کے ان تینوں حضرات کے مفصل فتاویٰ آپ کو براءۃ الابرار کے صفحہ ۲۵۵، ۲۸۰، ۲۵۹، ۳۵۸ اور صفحہ ۲۶۹ میں ملیں گے۔

بمبئی اور سورت

آئیے اب آپ کو بمبئی اور سورت لے چلیں۔

① حضرت مولانا مفتی علی حسن سرہندی مقیم بمبئی

آپ نے دس صفحوں میں استفتاء کا جواب دیا ہے اور بریلویوں کو یوں مخاطب کیا ہے۔

فیا ایھا البریلویون الضالون المضلون الدجالون الجاہلون، کم تقولون منکرًا من القول وزورًا ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا ولا تقعدوا بکل صراط توعدون وتصدون عن سبیل اللہ وتبغونہا عوجًا [1]

② حضرت مولانا مفتی محمد تقی الصدیقی مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤں ضلع ناسک (بمبئی)

آپ نے چودہ صفحوں میں اس استفتاء کا جواب دیا ہے۔

اکابر علماء دیوبند اور ان کے تمام متعلقین و معتقدین ہرگز کافر نہیں ہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان ہیں اور دینی و ملی خدمات جو علماء دیوبند سر انجام دے رہے ہیں ایسی خدمات کسی کو آج تک نصیب نہیں ہوئیں۔ تدریسی، تصنیفی، تبلیغی غرضیکہ ہر خدمت ان حضرات کو نصیب ہوئی اور سینکڑوں مدارس

---

[1] براءۃ الابرار ص [illegible]

ہندوستان بھر میں بسرپرستی دارالعلوم دیوبند قائم ہیں اور ہزاروں آدمی ان
مدارس کے فیوض سے بہرہ ور ہوئے اور ہو رہے ہیں اور یہی علامت قبولیت
کی ہے اور علماء دیوبند اعلیٰ درجہ کے اہلسنت والجماعت ہیں اور کوئی عقیدہ
بال بھر بھی ان حضرات کا اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف نہیں ہے۔

(۳) مدرسہ عربیہ محمدیہ راندیر ضلع سورت کے مولانا محمد بن اسماعیل کفلیتوی
آپ نے چند سطروں میں اس استفتاء کا جواب دیا ہے آپ لکھتے ہیں:
اگر سنت جری در مذہب حنفی کے سچے پیروکار ہند میں تھے یا ہیں تو یہی
حضرات مذکورین فی السوال تھے اور آج ان کے متبعین ہیں۔

(۴) حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن مفتی راندیر ضلع سورت نے تفصیل سے جواب لکھا۔
آپ کے اس جواب پر مولانا احمد نور، مولانا سید شرف الدین، مولانا نورالدین اور مولانا
محمود الحسن اجمیری کے دستخط موجود ہیں پھر مولانا مفتی محمد صدیق مدرس مدرسہ اشرفیہ راندیر
لکھتے ہیں:

ہندوستان میں ایک فرقہ معتقد عقائد فاسدہ پیدا ہوا ہے جو اپنے عقائد و
اعمال میں روافض و خوارج سے کم نہیں ان کا مطمع نظر اور افضل العمل
اہل السنۃ والجماعۃ کے اکابر علماء و اولیاء کی تکفیر ہے جو عوام المسلمین کو
طرح طرح کے دھوکہ اور دغا بازی سے طریقہ حقہ اہل سنت اور اس کے
اکابر سے بدظن کرکے فرقہ ضالہ رضا نیہ میں آنے کی ترغیب دیتا ہے
اس کے ایک فرد مولوی حشمت علی بھی ہیں۔

پھر اس فتوی پر مولانا محمد حسین مدرس مدرسہ اشرفیہ راندیر نے بھی دستخط کیے اور
پھر اس پر ایک مستقل فتوی بھی دیا۔

لہ برکات الابرار صفحہ [illegible] ۲ے ایضاً صفحہ [illegible] ۳ے ایضاً صفحہ [illegible] ۴ے [illegible] ۵ے برکات الابرار صفحہ [illegible]

لاجپور ضلع سورت

① حضرت شاہ صوفی سلیمان لاجپوری ہندوستان کے ایک مشہور صوفی گزرے ہیں ان کے نواسے حضرت مولانا محمد یوسف لاجپوری ایک بلند پایہ عالم تھے۔ ان کے پاس بھی رنگون سے وہ استفتاء آیا اس پر موصوف نے علماء دیوبند کے بارے میں یہ تأثر ظاہر کیا:

یہ حضرات اپنے زمانہ کے محدث، فقیہ، شیخ، ولی کامل، صوفی، پابند مذہب حنفی اور امام ابو حنیفہؒ کے مقلد تھے۔ چنانچہ ان کے فتاوے اور ان کی تصنیفات اس پر شاہد عادل ہیں۔ حدیث، فقہ اور تفسیر وغیرہ علوم میں ان کی تالیفات عربی، فارسی اور اردو زبان میں موجود ہیں۔ جو ان حضرات کو کافر کہتا ہے (جیسے حشمت علی) اس کو ابھی تک کفر و ایمان کی صحیح تعریف ہی نہیں معلوم نیز اس کے نزدیک پھر کوئی مسلمان ہی نہیں۔[1]

② مولانا مرغوب احمد لاجپوری

حضرات علماء دیوبند اور ان کے تلامذہ کثر اللہ امثالہم سچے سنی اور پکے حنفی ہیں۔ اور حضرات علماء مسئولین فی السوال علم کے حقائق اور فضائل ربانی تھے۔ ان حضرات نے دین اسلام اور علوم اسلامیہ تفسیر حدیث اور فقہ کی جو خدمت کی ہے اس کی مثال دوسرے علماء میں نہیں ملتی۔[2]

پھر حضرت مولانا ابراہیم اسماعیل صاحب نے بھی اس فیصلہ پر دستخط کیے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

③ مولانا سید عبد الکریم لاجپوری

حضرت علماء دیوبند کثر اللہ امثالہم احیاء سنت میں سعی کرنے والے اور

---

[1] بوارق الغیب صفحہ ۲۳۳ [2] ایضاً صفحہ ۲۴۵

بدعت اور بدعت کی بیخ کنی میں مستعد رہتے ہیں۔ یہ مقدس حضرات اور ان کی پوری جماعت مسائل فرعیہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔[1]
حضرت کے اس فیصلے پر مہتمم حضرت مولانا عبدالحفیظ نے بھی دستخط ثبت فرمائے

علماء جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت

حضرت مولانا عتیق الرحمن عثمانی نے مندرجہ ذیل فیصلہ کیا اور پھر دیگر علماء کرام نے اس پر دستخط فرمائے ۔

یہ حضرات سچے اور پکے مسلمان اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلک ائمہ ہدیٰ اور سلف صالح کے حقیقی پیرو اور طریقہ اہل سنت والجماعت کے چشم و چراغ اور مذہب اسلام کی صحیح تعلیم کے برگزیدہ ترین داعی ہیں۔ ان پر ان سنت ہدیٰ کو جس سیاہ باطن نے کافر کہا اس نے عاقبت کی دائمی روسیاہی مول لی ہے۔[2]

اس پر دستخط کرنے والے علماء میں مولانا محمد ادریس صاحب۔ مولانا احمد مہتمم مدرسہ۔ مولانا عبدالجبار۔ مولانا عبدالعزیز۔ مولانا محمد اسماعیل کالا کا چھری۔ مولانا محمد ابراہیم ڈابھیلی۔ مولانا سراج احمد رشیدی۔ مولانا غلام اللہ خان۔ مولانا محمد یامین۔ مولانا محمد یحییٰ صدیقی۔ مولانا حبیب اللہ سلطان پوری۔ مولانا عبدالسلام لاجپوری۔ مولانا محمد ابراہیم۔ مولانا مفتی محمد ریاست خان حیدرآبادی۔ علامہ غلام مصطفےٰ کشمیری۔ مولانا عرفان علی بجنوری۔ مولانا منظور حسین مرشدآبادی۔ مولانا محمد اسحٰق ہزاروی۔ مولانا محمد خلیل بشاہ پوری۔ مولانا میاں گل پشاوری۔ مولانا اکبر شاہ پشاوری۔ مولانا عبدالغفور پشاوری۔ مولانا عبدالسلام اکیابی۔ مولانا فضل حسین گجراتی۔ مولانا امیر حسن پشاوری۔ مولانا محمد نعمت اللہ میر بسنگی۔ مولانا نور محمد فیض آبادی۔ حافظ محمد حسن کیملپوری۔ مولانا حفیظ اللہ متوری۔ مولانا محمد حسن اعظمی

[1] براءت اہل بیت ص ۔ [2] ایضاً ص ۴۸

مولانا ولی محمد پانی پتی، مولانا عبدالحق سندھی مولانا عبداللہ گجراتی مولانا امیر الدین حسین سنگی زرکھی کے مولانا علی اکبر مولانا محمد موسیٰ نوشاروی مولانا عبدالرحمن کمرانی۔ مولانا عبدالحکیم شاہ جہانپوری مولانا محی الدین حسین سنگی مولانا ابوالہاشم چاٹگامی۔ مولانا محمد قاسم اللہ کمراؤنی۔ نزکھل کے مولانا عبدالرزاق۔ بنگال کے مولانا ابو نصر محمد شفیع مولانا نذیر احمد چاٹگامی۔ مولانا عبدالرحیم برساتی۔ اور سرگودھا کے فضل جلیل مولانا عبدالعزیز شاہ صاحب۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے مولانا اسماعیل قرہ مولانا عبدالعزیز سندھی۔ مولانا بہاؤ الدین کابی مولانا محمد حنیف ہزاروی۔ اور حضرت مولانا عبداللہ شاہ پنجابی گجراتی کے دستخط ثبت ہیں۔

ان بانوے سے زائد علماء نے بالاتفاق مولانا احمد رضا خاں اور مولانا حشمت علی لکھنوی کے موقف کو غلط قرار دیا اور علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔

○ حضرت مولانا علی محمد صاحب کرچوئی (ضلع شیخوپورہ)

ان برگزیدہ حضرات کو کافر کہنا (نعوذ باللہ من ذلک) یا ان کے اسلام میں شک کرنا ایسا ہی ہے جیسا آفتاب کا انکار کرنا ہے حشمت علی رضا خوانی اور ان جیسے لوگوں کے نزدیک جب ان بڑے بڑے علماء و اتقیاء کے اسلام کی کچھ حقیقت نہیں اور یہ حضرات اسلام سے خارج ہیں تو پھر خدا جانے یہ ان عام مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہوں گے۔ امت مرحومہ پر رضا خانیوں کا اس سے زیادہ کیا ظلم ہوگا کہ علماء دیوبند کے پردہ میں ساری دنیا کے مسلمانوں کو کفر میں لپیٹ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے حیاء باشد ... ہنوز کا جگر اور کلیجہ ہے کہ تماشا دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ آج دنیا میں سینکڑوں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمان ہیں جو علماء دیوبند کو پکے مسلمان بلکہ بزرگان دین میں شمار کرتے ہیں تو کیا یہ سب کے سب اسلام سے خارج ہو گئے[1]

---

[1] براءت الابرار ص ۲۵

اس پر مولانا نصر اللہ صاحب نے بھی دستخط ثبت فرمائے۔

○ مدرسہ عربیہ تعلیم الاسلام آنند کھیڑا (صوبہ گجرات)

علمائے دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون اور ان کے متبعین خاص اہل سنت و جماعت ہیں محض کسی کی بدزبانی یا قول سے بدگمان ہو کر ایسے جلیل القدر اور حق پرست علماء کے فیوض سے محروم رہنا انتہا درجہ کی بدقسمتی ہے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ان علماء سے عقیدت رکھتے ہیں اور ان کے اقوال و فتاویٰ پر عمل کر کے سعادت دارین حاصل کرتے ہیں

اس فیصلے پر ان حضرات کے دستخط ہیں :۔

مولانا حمید الدین حنزاروی مدرس اوّل مدرسہ عربیہ تعلیم الاسلام آنند کھیڑا۔
۲۔ مولانا غلام نبی تارا پوری مہتمم مدرسہ۔ ۳۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحب
۴۔ اور حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب تارا پوری۔

○ مسجد شیر پور سورت گجرات کا ٹھیاواڑ کے امام مولانا محمد احسن کا فیصلہ بھی ملاحظہ کیجئے

علماء دیوبند وغیرہ جملہ حضرات مذکورین اور ان کے متعلقین سب کے سب موحد ہیں اور امور شرعیہ فرائض اور واجبات حتی کہ مستحبات و نوافل پر بھی التزام کرنے والے ہیں تو ان کی تکفیر یقیناً ناجائز و حرام ہوگی بلکہ مکفر کو خود ہی حسب تصریح سابق کافر بنا دے گی جب کہ ان علماء کے کفر کا اعتقاد بھی ہو۔ ایسے شخص پر تجدید اسلام و نکاح و راہ سنت و اس قسم کے امور و اقوال سے احتراز ضروری ہے۔[1]

اس فیصلے پر پھر مولانا عبد الرحمن صاحب اور مولانا عبد اللطیف صاحب نے بھی تصدیقی دستخط فرمائے۔

---

[1] براءت الابرار صفحہ ۴۴

○ حضرت مولانا احمد علی مہتمم مدرسہ انوار الاسلام نگر واڑہ ریاست بڑودہ کا فیصلہ

"علماء دیوبند اور ان کے اکابر سب سنی حنفی اور دیندار مسلمان تابع سنت و شریعت ہیں۔ ان کے عقائد جو ان کی تالیفات و تصنیفات میں مذکور ہیں ان میں کوئی امر موجب کفر نہیں جس قسم کے باطل عقائد ان کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں اور ان کی تصنیفات سے بطور اشارات نکال کر ان پر الزام لگائے جاتے ہیں وہ حضرات نہایت تصریح و وضاحت سے ان عقائد باطلہ کا انکار کرتے ہیں ایسی صورت میں ان کی طرف کفر منسوب کرنا خود تکفیر مسلم کی وعید شدید میں داخل ہوتا ہے۔ کسی مسلمان کو کافر کہنے کے لیے فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شدید الفاظ میں منع فرمایا ہے اور حضرات فقہا رحمہم اللہ تعالیٰ نے انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے۔[1]"

اب آئیے ذرا پشاور چلیں

① ان دنوں جمعیۃ العلماء سرحد کا دفتر نوشہرہ ضلع پشاور میں تھا اور مولانا محمد شفیؒ کرنفر نوشہروی جمعیت کے ناظم تھے۔ انہوں نے علماء دیوبند کے بارے میں یہ فیصلہ دیا۔

علماء دیوبند صحیح الاعتقاد و حنفی المذہب مسلمان ہیں عقائد میں اہل السنۃ و الجماعۃ ہیں۔[2]

پھر اس پر حضرت مولانا محمد یوسفؒ بنوری نائب ناظم جمعیت علماء ہند صوبہ سرحد نے حضرت مولانا لطف اللہؒ مرحوم۔ حضرت مولانا سید زکریاؒ اور مولانا سید فضل صمدانی مہتمم مدرسہ تعلیم الاسلام پشاور نے دستخط فرمائے۔

ریاست سوات کے قصبہ تیمرہ میں حضرت مولانا عبدالغنیؒ ایک بڑے محقق عالم تھے

---

[1] براءت الابرار ص۲۴۳ [2] ایضاً ص۱۰

ان کے سامنے بھی مولانا حشمت علی خاں کا یہ قصہ پیش کیا گیا۔ انہوں نے علماء دیوبند کے حق میں یہ فیصلہ صادر فرمایا۔

حضرت علماء دیوبند پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث ہیں۔ آج کل جیسی ان حضرات نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی کا حقہ تدریس اور تصنیفات کی ہیں دنیا بھر میں کسی نے ایسی خدمت ابھی تک نہ کی ہوگی ...... جب یہ حضرات دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں تو دنیا میں کون سا مسلمان رہ سکتا ہے۔[1]

(۴) حضرت مولانا عبدالحکیم صدر خلافت کمیٹی و نائب صدر جمعیت علماء صوبہ سرحد جب آپ کے پاس رنگون سے استفتاء آیا تو آپ نے لکھا۔

اگر واقعی مولوی حشمت علی رضا خانی نے یہ الفاظ مذکورہ علماء برگزیدہ زمانہ (علماء دیوبند) کے حق میں کہے ہیں تو یہ الفاظ خود اسی پر عائد ہوئے یعنی وہ خود کافر ہو گیا۔ علماء فضلاء جن کے حق میں اس دریدہ دہن نے ہرزہ گوئی کی ہے وہ پاک بندگان خدا تھے۔[2]

علماء ڈھکیال میں آپ مولانا اکبر شاہ پشاوری مولانا میاں گل پشاوری مولانا عبدالوارث پشاوری اور مولانا میر حسن پشاوری کے نام پڑھ آئے ہیں۔ ڈیرہ اسماعیل خاں کے مولانا غلام فرید کا نام بھی آپ نے اس فہرست میں دیکھا ہے۔ صوبہ سرحد کی یہ مجموعی صورت حال بتا رہی ہے کہ وہاں علماء دیوبند کس عزت کے ساتھ دیکھے جاتے تھے اور لوگ کس قدر ان کے گرویدہ تھے اور دوسری طرف حالت یہ تھی کہ وہاں کوئی شریف آدمی مولانا احمد رضا خاں یا مولوی حشمت علی خاں کا نام تک نہ جانتا تھا۔ طبقہ علماء میں ان کی کوئی خاص شہرت نہ تھی۔

---

[1] تجارت دیانار صلاحیت ... ص ۲۰

مولانا منظور نعمانی کے صاحبزادہ مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

علمی حلقوں میں اب تک (۱۹۷۰ء تک) مولانا احمد رضا خاں کا صحیح تعارف نہ کرایا جا سکا۔ جدید طبقہ تو بڑی حد تک بالکل نابلد ہے۔[1]

المیزان بمبئی کے احمد رضا نمبر میں ہے:۔

جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو احمد رضا کو جانتا بھی نہیں۔[2]

چلیے اب آپ کو صوبہ یو۔پی میں لے چلیں۔ اس صوبے کے کئی شہروں کا ہم پیچھے بھی ذکر کر آئے ہیں۔ یہ وہ صوبہ ہے جس کے دونوں کناروں پہ دیوبند اور بریلی آباد ہیں۔ موجودہ بریلویت تمام اہل بریلی کا مذہب نہیں ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کی بریلی میں بھی کوئی ایسی شہرت نہ تھی کہ آپ اس شہر کا دینی مرکز سمجھے جاتے ہوں۔

بریلی میں جو شہرہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسین صاحب کا تھا وہ نہ مولانا احمد رضا خاں کے والد کا تھا نہ خود مولانا احمد رضا خاں کا۔ یہ مولانا محمد حسین صاحب شیخ الحدیث حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ بانی خیر المدارس ملتان کے اساتذہ حدیث میں سے ہیں۔

یو۔پی صوبہ جات متحدہ ہند

① بریلی

بریلی میں اہل سنت کی مرکزی درسگاہ مدرسہ اشاعت العلوم محلہ سرائے خام بریلی میں واقع تھی۔ اس کے مہتمم اور صدر مدرس حضرت مولانا محمد حسین صاحب کے پاس بھی دیوبندی بریلوی استفسار آیا۔ آپ نے بھی علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا۔ آپ کے ساتھ اور جن علماء بریلی نے دستخط کیے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

۱۔ مولانا محمد عبدالعزیز نائب مہتمم مدرسہ اشاعت العلوم بریلی۔ ۲۔ مولانا مشکور احمد بہاری

---

[1] فاضل بریلوی اور ترک موالات ص۹ [2] المیزان ص۲۸

پھر اس تحریر پر حضرت مولانا بشیر احمد مدرس مدرسہ عربیہ منبع العلوم نے بھی دستخط کیے

۴ آگرہ

جامع مسجد آگرہ پورے ہندوستان کی مرکزی جامع مساجد کی شہرت رکھتی تھی وہاں کا دارالافتا مغلیہ عہد سے علیحدہ ایک اسلامی مرکز چلا آرہا تھا۔ علماء رنگون نے اس قضیہ میں اس کی طرف بھی رجوع کیا۔ ان دنوں جامع مسجد آگرہ کے صدر مفتی حضرت مولانا سید محمد اعظم شاہ تھے۔ جو مولانا احمد رضا خاں کے دوست تھے مگر انہوں نے بھی ان کی موافقت نہ کی اور کھل کر علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا اور اس پر دارالافتاء جامع مسجد آگرہ کی مہر ثبت کی۔ اس میں حضرت شاہ صاحب نے لکھا:

> فرقہ رضویہ بریلویہ کا اصول یہ ہے کہ علماء دیندار کی تکفیر کا اشتہار دے کر خود کو اشتہاری مشہور کریں۔ بستنہ میں جب مناظرہ و کفر کا نام لکھا ہے (مولانا حشمت علی خاں) یہ ان لوگوں (علماء دیوبند) کے ادنیٰ خادم اور طالب علم کی لیاقت نہیں رکھتے زبان سے طوق بن عنق ہونے کا دعویٰ ہے — سارے ہندوستان کو ان ناپاک خیالات سے گندہ کر رکھا ہے نہ قرآن میں ہر یگانہ روش ہے اور نہ بزرگوں کی طرح علم و کمال ان کے نزدیک تمام دنیا کے علماء کافر ہیں اور قبر پرست، تعزیہ پرست، بدعت پرست لوگ مومن کامل ہیں..... بحمد اللہ کہ ان میں ایک بھی عالم کامل نہیں۔ ایک مسئلہ کو بھی تحقیق سے بیان کرنے پر قادر نہیں۔
>
> مولوی احمد رضا خاں صاحب مرحوم جو اس فرقے کے قائد اعظم گذرے ہیں ان کی خوش کساری سے بہت ملاقات تھی اور وہ بے شک عالمانہ شان رکھتے تھے تو وہ سب بستنہ نہیں کر سکے تھے مگر دوسروں کو اس کی تعلیم دیتے

مولانا اسماعیل شہیدؒ اور دیوبند کی جماعت کے عقائد جو ہم تک پہنچے ہیں۔ وہ ہم
نے خود ان کی تصنیفات و تالیفات میں دیکھے وہ تمام اہل حق کے عقائد
ہیں صحابہ کرامؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور نصوص قرآنیہ
کے مطابق ہیں۔ اس سے قبل بھی بعض حضرات نے (مولانا حشمت علی خان سے
پہلے مولانا احمد رضا خان) اس جماعت پر بہتان و افترا کیا تھا۔ اس وقت
مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنیؒ نے نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ اپنی
کتاب المہند میں اپنے اور اپنے مشائخ کے عقائد کو صاف صاف لکھا اور نصوص
شرعیہ سے مدلل فرمایا اور علماء حرمین شریفین سے اس کی تصدیق و تصویب
کرائی اور فی الواقع وہ تمام عقائد اہل سنت والجماعت کے ہیں۔ ان عقائد
کو جو شخص غلط کہتا ہے یا اس کے عقائد ان کے خلاف ہیں اور بلا دلیل و
برہان ان عقائد کے خلاف دعویٰ کرتا ہے وہ یقیناً اہل سنت سے نہیں
حق سے بہت دور ہے۔[۱]

آئیے اب ذرا صوبہ اودھ میں جو ہندوستان میں اس کے مرکز کو بھی بڑی اہمیت
حاصل رہی ہے اس کے تقریباً سولہ علماء کرام کا فیصلہ ہم پہنچاتے دیکھتے ہیں۔ اب مدرسہ عربیہ
اسلامیہ گوپامئو ضلع ہردوئی، مدرسہ عربیہ شہر ہردوئی، مدرسہ قصبہ بہانی ضلع ہردوئی کے علمی مراکز
سے بھی فیضیاب ہوں۔

ہردوئی صوبہ اودھ

① مولانا محمد یعقوب صاحب قصبہ بہانی محلہ لودہی ضلع ہردوئی مضمون کے اس استفتاء کے
جواب میں مولانا حشمت علی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

---

[۱] [illegible]

خداوند عالم مسلمانوں کو ان جاہل مولویوں اور پیروں کے جال سے محفوظ رکھے اور علماء حقانی کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔[1]

(۲) مولانا انوار احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ ہردوئی مولانا حشمت علی خاں کے بارے میں لکھتے ہیں:

> مولوی حشمت علی جیسے ہر زمانہ میں ہوئے ہیں اور حاسدان دین جیسے حضرت مجدد الف ثانی و شیخ اکبر و امام ابو حنیفہ وغیرہ حضرات کی ہجو بیان کرتے رہے ہیں اور عوام کو ورغلانے کے لیے دین کے ناموروں پر کفر کے فتوے لگاتے رہے ہیں سچ جانئے اور یقین کیجئے کہ حضرات دیوبند میں جتنے اکابر دین کے خدمت گزار گزرے ہیں اس زمانہ میں ایسے لوگ سب یکسر نایاب حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت تھانوی وغیرہ یہ حضرات اس زمانہ میں دین کے ستون ہیں۔ ان کی تصنیف کردہ کتابیں مسلمانوں کے لیے شاہراہ شریعت ہیں۔[2]

(۳) مدرسہ اسلامیہ گوپامئو ضلع ہردوئی کے مولانا تقی الدین نقشبندی صدر مدرس مدرسہ عربیہ گوپامئو نے چھ صفحات میں رنگون کے استفتاء کا مفصل جواب لکھا جس میں آپ مولانا حشمت علی خاں کے بارے میں لکھتے ہیں:

> میرے خیال میں مولوی موصوف نے فتاوی عالمگیری کا مطالعہ نہیں کیا بلکہ ان کو ایسے مسائل سے بے خبری ہو گی ورنہ ایسے لفظ زبان سے نہ نکالتے علماء اسلام کو بے وجہ سب و شتم کرنا کہاں جائز ہے چہ جائیکہ کفر کی نسبت کرنا۔ ... علماء دیوبند کو کافر کہنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ علماء دیوبند کی طرف نسبت بھی کفر کی کرنا گناہ سے خالی نہیں ...

---

[1] براءۃ الابرار [illegible]

ایسے شخص کے لیے زوال ایمان کا خطرہ ہے العیاذ باللہ اس کو ایسے فعل ناشائستہ سے توبہ کرنی چاہیے۔[1]

(۳) مرودانی کی مشہور خانقاہ گڑی شریف کے سجادہ نشین پیر طریقت زیب شریعت مولانا شاہ سراج السالکین قادری چشتی تھے آپ ۱۳۲۲ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کے رفیق سفر رہے تھے۔ آپ حضرت مولانا خلیل احمدؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

فقیر سراپا تقصیر کے قلم میں یہ قدرت نہیں کہ آپ کے کمالات برگزیدہ و اوصاف حمیدہ کو احاطہ تحریر میں لا سکے۔[2]

پھر آپ اپنی دوسری کتاب شمس العارفین میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے بارے میں لکھتے ہیں۔

آپ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ مدرس اعلیٰ مدرسہ عالیہ دیوبند کے ارشد تلامذہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے اجل اور اعظم خلفاء میں سے ہیں...... آپ کی ذات بھی فیض و برکت کا سرچشمہ ہے۔ سفر حج میں فقیر کی اور آپ کی معیت رہی آپ مکارم اخلاق کے جامع اور معدن ہیں مدینہ منورہ کے سفر میں آپ قافلہ میں نماز پنجگانہ اول وقت جماعت کثیرہ کے ساتھ ادا فرماتے تھے قافلہ میں کبھی ایک وقت کی جماعت آپ کی فوت نہیں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں فقیر نے دیکھا کہ اہل عرب بے حد آپ کا احترام اور اعزاز کرتے تھے اور اس قلیل زمانہ قیام میں طلبہ حدیث پڑھنے کے لیے آپ کی قیام گاہ پر حاضر رہتے تھے آپ تصنیفات عالی رکھتے ہیں۔[2]

اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ آج سے پوری صدی پہلے دنیائے علم علماء دیوبند کو ہی جانتی

---

[1] برکات زاد ج ۲ ص ۲۲ [2] زیارت نامہ زیارت اولیاء کاملین ص ۳۳ مطبوعہ ملکتہ ۱۹۱۴ء

[2] شمس العارفین ص ۸۳ مطبوعہ مقبول المطابع مرودانی

تھی اور مولانا احمد رضا خاں اور ان کے اذناب مولانا حشمت علی خاں وغیرہ ان دنوں کسی شمار و قطار میں نہ تھے۔

آئیے اب آپ کو شاہجہانپور لے چلیں:۔

شاہجہانپور ہندوستان کا ایک بڑا علمی مرکز رہا ہے۔ یہاں کے مدرسہ عین العلم کی پورے ملک میں شہرت تھی، محقق جلیل محدث کبیر مولانا محمد عبدالغنی یہاں کے مرکزی عالم تھے۔ جامع مسجد کے مدرسہ سعیدیہ میں شیخ الحدیث و صدر مدرس حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ بھی کچھ عرصہ یہاں پڑھاتے رہے۔ مدرسہ قیومیہ شاہجہانپور کے مولانا ابوالوفا نعمانی جیسے متقی علماء اس سرزمین سے نسبت رکھتے ہیں۔ ان حضرات نے اس معرکہ میں کھل کر علماء دیوبند کا ساتھ دیا۔

شاہجہانپور کے ایک خطیب اور مفتی مولانا محمد سراج الدین تھے۔ ان کے مولانا احمد رضا خاں سے بھی کچھ تعلقات تھے اور خاں صاحب اپنی بعض کتابیں بھی انہیں بھیجتے رہے۔ جب رنگون کا استفتاء شاہجہانپور پہنچا تو وہ مولانا سراج کو بھی بھیج دیا گیا۔ آپ نے پورے محاکمہ کے بعد اپنا فیصلہ یہ دیا:۔

میں بتوفیق تعالیٰ عرصے سے حق پسندی اپنا شعار رکھتا ہوں۔ بعض تصنیف فاضل بریلوی کی بھی غایت مرغوب و محبوب ہیں بنا بریں علیہ واضح ہو کہ علمائے دیوبند کی تصنیفات تحذیر الناس و براہین قاطعہ و حفظ الایمان وغیرہ کی بعض عبارتوں سے ہرچند کہ مورد اعتراض و قابل رد و قدح تجویز و قابل قدح ہوئیں کہ ان کا نتیجہ اور ان کا حاصل یہی آیا جاتا تھا کہ علماء دیوبند پر تکفیر کا فتویٰ جاری کیا ہے مگر علماء دیوبند نے ان عبارتوں کے رخ سے شہادت واقع ہونے کا ایسا پردہ اٹھایا کہ کسی معترض منصف کو بجز تسلیم کے کچھ بھی نہ بن پڑا۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ کے مفصل فتوے پر مولانا عبدالحمید مولانا حمید پہانوری اور مولانا محمد رمضان الحق کے بھی دستخط ہیں۔ مولانا ابوالوفاء کے فتویٰ پر مولانا حبیب الغفور، مولانا حبیب الدین، مولانا سبحان حسن، مولانا نعمت علی، مولانا محمد امین نوکھا مری اور مولانا سلطان محمد

کے بھی دستخط ہیں۔[1]

بجنور

یوپی کا ضلع بجنور بھی ہندوستان کا ایک علمی مرکز رہا ہے۔ اس کو بھی اس تاریخی دستاویز میں لے آئیں تو نامناسب نہ ہوگا۔ یہاں کے مدرسہ عربیہ نہٹور کے مدرس مولوی حامد حسن علماء دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

① یہ سب حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں اور چشتیہ، قادریہ اور نقشبندیہ خاندان میں خود مرید تھے اور اپنے تعلق رکھنے والوں کو ان خاندانوں میں مرید کرنے کی اجازت دے گئے۔ ... البتہ قبر کو سجدہ کرنے اور عرس میلے کرنے والے نہ تھے۔ بس ان کو کافر کہنا اپنے اوپر کفر کر لینا ہے اور اپنے آپ کو کافر بنانا ہے۔[2]

مدرسہ قاسمیہ نگینہ (ضلع بجنور) کی طرف سے مولانا محمد حیاتؒ سنبھلی صدر مدرس نے چار صفحوں میں زرگون کے اس استفتاء کا جواب دیا۔ آپ لکھتے ہیں:۔

② حضرات علماء دیوبند کثر اللہ متبعیہم پکے اور سچے مسلمان ہیں جن کے اندر بعض سے ولایت کے بلند مقامات پر بھی پہنچے ہوئے ہیں ... حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی نے صاف صاف نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ بلا کم و کاست اپنے اور تمام علماء دیوبند کے اعتقادات علماء حرمین کے سامنے پیش کیے ہیں جن کی تصدیق و تصویب نہ صرف علماء ہندوستان نے کی بلکہ اشرف البلاد مکہ معظمہ و مدینہ منورہ نیز افغانستان، دمشق، شام، مصر وغیرہ کے جید اور چیدہ علماء نے بھی ان کی تصدیق و تائید ایسے کلمات کے ساتھ کی جو کسی مضمون کی تصدیق کے لیے ہو سکتے ہیں۔ المہند کے نام سے وہ کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔[3]

---

[1] دیکھئے بشارۃ الابرار صفحہ ۱۳ [2] ایضاً صفحہ ۱۴ [3] ایضاً صفحہ ۱۳

③ مدرسہ عربیہ سیوہارہ ضلع بجنور کے مولانا محمد شعیب مولانا احمد رضا خاں اور مولانا حشمت علی خاں کے ان الزامات کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

کذب گو جیسا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دشمن تھے اور ان کی تبلیغ میں مخل رہتے تھے اسی طرح علماء چونکہ انبیاء کے وارث ہیں اور ان کے قائم مقام ہیں شیاطین جن و انس ان کے بھی دشمن ٹھہرتے ہیں جو خلل ڈالتے ہیں ان کی سعی اور کوشش میں... علماء دیوبند پکے مسلمان اور سچے سنی حنفی ہیں اور کفر و وہابیت کی جو ان کی جانب نسبت کی جاتی ہے وہ محض افتراء ہے[1]

④ ضلع بجنور میں قصبہ سیوہارہ ایک بڑا مردم خیز خطہ ہے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی یہیں کے رہنے والے تھے. یہاں کے مدرسہ اسلامیہ کے ایک مدرس مولانا عبدالرشید ہوئے ہیں. انہوں نے بھی علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا اور پھر اس پر نفضل گڑھ ضلع بجنور کے مدرسہ مظہر الاسلام کے مفتی اور مدرس مولانا نسیم الدین صاحب نے بھی دستخط کیے

الٰہ آباد

اب ذرا علماء الٰہ آباد کا فیصلہ بھی دیکھ لیں یہ حضرات مولانا احمد رضا خاں کے بہت قریب تھے لیکن یہ حضرات خان صاحب کے تفریقی تکفیر کا ساتھ نہ دے سکے. الٰہ آباد مدرسہ عالیہ مصباح العلوم ایک خیر خانہ انداز کا علمی مرکز تھا. علماء زنگون نے اس مدرسہ کے مفتی عبدالقدیر کے پاس بھی وہ استفتاء بھیجا. آپ نے علماء دیوبند کے بارے میں لکھا:۔

سوال میں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ اہل علم کی جماعت سے ہیں جب تک ان کے متعلق موجبات کفر صراحۃً معلوم نہ ہوں اس وقت تک ان کی تکفیر کیونکر صحیح ہو سکتی ہے[2]

---

[1] براءت الابرار ص۱۴ [2] ایضاً ص۱۹

اس پر پھر مولانا محمد عمر مدرس مدرسہ عالیہ مصباح العلوم نے بھی دستخط فرمائے۔ مولانا فخر الدین جعفری نے بھی مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ نہ دیا۔ علماء دیوبند کو بڑی صراحت سے اہل السنۃ والجماعۃ تسلیم کیا۔ آپ مولانا عبد القدوس صاحب کے جواب کی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> یہ ٹھیک جواب صحیح ہے۔ اہل دیوبند ہوں یا جماعت رضوی یہ سب اہل سنت و جماعت حنفی ہیں۔ مابین اہل دیوبند و دیگر احناف جو کچھ اختلافات ہیں فقہی فرعی جزئی ہیں عقائد میں ان کو ہرگز نہ جانا چاہیئے۔ علماء احناف سب حق پر ہیں جب تک صریح مخالف کسی نص صریح کے نہ ہو جائیں جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو افراط و تفریط کے جھگڑے کوئی ایسے جھگڑے نہیں ہیں۔ یہ علماء کی بحثیں ہیں عوام کو اس میں پڑنا ہرگز روا نہیں۔ علماء جو کچھ ایک دوسرے کو کہتے ہیں وہ الزاماً کہا کرتے ہیں تحقیقی نہیں۔ عوام کا صرف اتنا فرض ہے جس کا نام کرلے اس کی باتوں پر عمل کرے اور ایسی باتوں کا خیال نہ کرے۔ آیات متشابہات ..... سمجھ کر دل سے نکال ڈالے جن علماء کا اس کے اندر ذکر ہے وہ علماء صالحین متقین سے ہیں جو لوگ اس عالم سے گزر گئے ان کی خوبیاں صرف تذکرے میں آنا چاہئیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب تو ایک بہت بڑے شخص گزرے ہیں۔ اختلافات تو قدماء سے چلے آئے ہیں اور چلے جائیں گے حقیقت کی طرف نظر کرنا چاہیئے۔[1]

یہ فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں یا مولانا حشمت علی خاں جب اس قسم کے اختلافات پر آتے ہیں تو وہ محض انہیں الزامات سمجھتے ہیں یا وہ انہیں علماء دیوبند کے تعلق عقائد قرار دیتے ہیں۔ جب وہ کہتے ہیں کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے تو اس سے بڑھ کر کیا قطعیت کا کوئی اور درجہ بھی ہو سکتا ہے۔ ہم اس وقت مولانا فخر الدین کی اس

---

[1] نصرۃ الابرار صفحہ ۱۱

بات پر کچھ اور کہنا نہیں چاہتے۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ان اختلافات میں فیصلہ علماء دیوبند کے حق میں دیا ہے اور حضرت مولانا عبد القدوس کے بیان کی پوری پوری تائید فرمائی ہے۔

صوبہ مدراس

آیئے اب صوبہ مدراس چلیں اور وہاں کے علماء کی بھی آراء سنیں۔ وہاں کے اہل علم نے ان ابواب میں کس کے حق میں فیصلہ دیا ہے۔

(۱) مدراس کے ضلع نارتھ ارکاٹ میں دار السلام عمر آباد میں جامعہ عربیہ مدراس کا ایک مشہور علمی مرکز ہے۔ عمر آباد آمبور کے متصل واقع ہے۔ ناظم جامعہ مولانا فضل اللہ لکھتے ہیں:-

> اکابر علماء دیوبند موجودہ زمانہ کے بہترین مسلمان ہیں اور وہ سلف صالحین کا اچھا نمونہ ہیں۔ یہ حضرات اہل السنۃ والجماعۃ کا سرگروہ ہیں۔ شرک و بدعت کے اصول و فروع کی بیخ کنی میں بے مثل بہادر ہیں جس کی وجہ سے اہل بدعت نام نہاد علماء مشائخ ان کو وہابی کے نام سے پکارتے ہیں۔ علماء اہل حق اپنی نسبت سلف سے کرتے ہیں۔ سنی حنفی کی تعریف میرے اعتقاد کے مطابق یہی ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع حسب اصول قائم کردہ امام ابو حنیفہؒ کیا کرے اور بدعت کی تعریف حسب کتب اصول یہ ہے کہ قرون ثلٰثہ مشہود لہا بالخیر کے خلاف کوئی ایسی بات نکالی جائے جس کا مستنبط ان قرون مبارکہ سے نہ ہو۔ اور اسی قسم کے کام کرنے والے کو بدعتی کہا جائے گا جس کی بابت وعید وارد ہے۔ اھل البدع کلاب النار[1]

---

[1] بزست ابرار صـ ۲۲۲ (ترجمہ) اہل بدعت جہنم میں بھونکنے والے ہوں گے۔

② مدراس کے شہر ویلور میں مدرسہ باقیات صالحات ایک مشہور دینی درسگاہ تھی اس کے دارالافتاء کی طرف سے اس موضوع پر یہ فیصلہ دیا گیا۔

> مدرسہ دیوبند دینی مدارس میں مشہور و معروف مدرسہ ہے جس سے ایک عالم فیضیاب ہوا اور ہو رہا ہے اور اس کے علماء مذکورین اہل السنۃ والجماعۃ اور احناف سے ہیں جن کا بغض لسانی بلکہ قلبی اظہر من الشمس ہے ان کے کفر پر بمجوائے حدیث خوف کفر ہے[1]

مدرسہ کے مفتی مولانا ضیاء الدین احمد نے اس پر دستخط فرمائے اور حضرت شیخ آدم نے اس کی الجواب صحیح لکھ کر تائید کی۔

پھر مولانا عبدالرحیم صاحب مدرس مدرسہ باقیات صالحات نے اس پر ایک مستقل تحریر لکھی جس پر مولانا محمد عبدالصمد علی، مولانا محمد عبدالعلی صاحب، مولانا ضیاء الدین احمد، مولانا محمد شعیب، مولانا محمد احمد، مولانا قادر محی الدین، مولانا محمد حسن بادشاہ، مولانا سید طیب نے دستخط کیے۔ مولانا عبدالرحیم علماء دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> ان سے دنیا کا ہر سرگشتہ فیضیاب ہوا۔ تصانیف سے بھی تقاریر سے بھی پھر ان کے فیض سے عجم بچا ہے نہ عرب — علوم ظاہری میں جہاں ان کے لاکھوں تلامیذ ہیں وہاں علوم باطنیہ میں بے حساب معتقدین و مستفیدین ہیں — غرضیکہ شریعت و طریقت میں خلق خدا ان کے ارشاد و ہدایت کی ممنون ہے۔ ایسے علماء ربانیین کو کافر کہنے والا بحکم حدیث شریف مرجع کفر اور کافر ہے اور مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرنے والا ہے[2]

علماء حیدرآباد کی تصدیقات میں مولانا محمد مصطفیٰ مدراسی کے دستخط آچکے ہیں اور مولانا ابوالمعانی محمد رحمۃ اللہ المدراسی کی تصدیق بھی ثبت ہے اس لیے ہم یہاں انہیں دوبارہ ذکر نہیں کر رہے۔

---

[1] براءۃ الابرار ص ۲۰۳ [2] ایضاً ص ۲۰۵

آیئے اب آپ کو پھر بریلی لے چلیں۔ ہندوستان کا مشہور علمی مرکز علی گڑھ جس طرح مسلم یونیورسٹی کے باعث مشہور ہے دینی علوم میں بھی دوسرے کے علماء کچھ کم معروف نہیں رہے۔ ان کی غیر جانبدارانہ روش سے ایک جہان متاثر ہے۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے کون واقف نہیں جس زمانے میں علماء علی گڑھ کے پاس رنگون کا یہ استفتاء آیا ان دنوں وہاں حضرت مولانا محمد عزیز، مولانا حبیب احمد کیرانوی اور مولانا ابوالحسن محمد حسن کا فتوے چلتا تھا۔ — مولانا محمد عزیز صاحب مولانا حشمت علی خان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> میں اس استفتاء کے دیکھنے سے پہلے یہ خیال رکھتا تھا کہ مولوی حشمت علی کو علم سے کچھ مس ہوگی مگر آج — مجھے اس کے نام کے ساتھ لفظ مولوی لکھتے ہوئے حیا آتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کتاب کو کبھی ہاتھ بھی نہیں چھوا ہے لیکن میں ضرور کہوں گا کہ وہ احمد رضا خاں صاحب کا ناخلف فرزند ہے — اس کے لیے براہین قاطعہ جیسی بڑی کتاب اور دلیل کافی ہے اگر مولوی حشمت علی میں اتنی طاقت ہے تو اس کا جواب لکھ دے ورنہ آئندہ سے اپنا منہ مسلمانوں کو نہ دکھاوے۔[1]

مولانا احمد رضا خاں کا ناخلف فرزند

مولانا احمد رضا خاں نے جب حسام الحرمین میں علمائے دیوبند کی عبارات کو غلط پیرایہ میں پیش کر کے علمائے حرمین سے ان پر کفر کے فتوے حاصل کیے تو مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نے ان عبارات کی تفصیل و تشریح سے ان پر سے شبہات کے سب بادل ہٹا دیئے تھے اور علماء دیوبند کے عقائد کھل کر عوام کے سامنے آگئے تھے بات صاف ہونے کے بعد مولانا احمد رضا خاں نے ان عبارات کی بحثیں چھوڑ دی تھیں۔ ہماری نظر سے کوئی ایسا حوالہ

---

[1] برق الابرار صد ۲

نہیں گزری کہ مولانا احمد رضا خاں نے المہند کے شائع ہونے کے بعد بھی اپنی یہ مہم باقی رکھی ہو، بلکہ ایک دفعہ ان کے پیروؤں میں سے مولانا خلیل الرحمن نے اپنے تمام ابنائے جنس بریلوی علماء کو چیلنج دیا کہ المہند کی وضاحت کے بعد اعلیٰ حضرت کی کوئی تحریر بتاؤ کہ انہوں نے ان جوابات کو غلط ناکافی قرار دیا ہو۔ مولانا خلیل الرحمن اس پر خود بھی علماء دیوبند کی تکفیر سے رک گئے تھے اور پھر دوسرے بریلوی علماء کو بھی وہ اسی انصاف کی دعوت دیتے رہے۔

مولانا محمد عزیز نے اسی اصل کی بناء پر مولانا حشمت علی خاں کو ان کا ناخلف فرزند لکھا ہے اس سے پتہ چلا کہ ان دنوں آج سے ستر سال پہلے بھی یہ بات مشہور تھی کہ مولانا احمد رضا خاں اب علماء دیوبند کی تکفیر کے موقف پر نہیں ہے اور وہ المہند کی وضاحت کے بعد اس تکفیر سے رک گئے ہیں ورنہ حشمت علی کو ان کا ناخلف فرزند نہ کہا جاتا

حضرت مولانا محمد عزیز کی اس تحریر پر مولانا محمد زبیر علی گڑھی اور مولانا حبیب الرحمن علی گڑھی کے بھی دستخط ہیں۔[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رائے کہ مولانا حشمت علی مولانا احمد رضا خاں کے ناخلف فرزند ہیں۔ صرف مولانا محمد عزیز کی ہی بات نہ تھی بلکہ اور کئی علماء بھی یہی گمان رکھتے تھے۔

ضلع علی گڑھ میں ایک ریاست منڈھی تھی جہاں مدرسہ لطیفیہ تھا۔ اس کے صدر مدرس لکھتے ہیں:۔

> مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگان دیوبند مقبولانِ بارگاہِ الٰہی ہیں۔ ان کو کافر کہنے والا ایسا ہے جیسے کوئی آفتاب کو سیاہ بتلائے۔ خدا ایسے بدبخت اشخاص کے شر سے محفوظ رکھے۔[2]

---

۱ براءۃ الابرار صفحہ ۲۶ ۲ ایضاً صفحہ ۲۶

اسی مدرسہ کے مدرس دوم مولانا محمد حسن رقمطراز ہیں:
منکرین علماء دیوبند کی یہ مثال ہے۔
نورے تا بد سگش عو عو کند ــــ روشنی چمکتی ہے اور سگ دربا بھونکتا ہے۔۔
اور سنت بھی کچھ یوں جاری ہوئی ہے کہ سچے مبلغ توحید کی، ہر متبع سنت کی
تکفیر ہوتی رہی ہے ــ ہر طرف سے طرح طرح کی اذیتیں پہنچتی رہیں اور اس کا مقابلہ
ہوتا رہا۔ میرے نزدیک فرقہ ناجیہ ان شر القرون میں ۔۔۔۔ صرف علماء
دیوبند کا طبقہ ہے ــــ اس کا مخالف، نام المنتقلین ماحی بدعت ہے[1]

ایک ہی جگہ پھرتے آپ اکتا نہ جائیں اب آئیے آپ کو کچھ دیر کے لیے پنجاب لے چلیں
پنجاب کے علماء میں سے ہم آپ کے سامنے لاہور، فیصل آباد، گوجرانوالہ، لدھیانہ اور کرنال کے
پانچ فیصلے نقل کرتے ہیں۔

پنجاب

(۱) لاہور کے اورینٹل کالج کے پروفیسر مولانا نجم الدین صاحب ایک جاندار شخصیت تھے
یہ مولانا حشمت علی کے نام تک سے واقف نہ تھے۔ انہوں نے بعض علماء دیوبند کو دیکھ کر اپنے اس
مختصر مشاہدہ اور استفادہ سے ان کے بارے میں یہ رائے قائم کی۔

مولوی حشمت علی کو جن کا نام نامی آپ نے استفتاء میں ذکر کیا ہیں نہیں جانتا کہ
وہ کون بزرگ ہیں نہ ان کے کارناموں سے آج تک کوئی اطلاع پہنچی اور نہ ان
کی شخصیت سے کوئی واقفیت ہے۔ اس قسم کے علماء جن کا مشغلہ ہوئے
کفر و تکفیر کے اور کوئی نہیں قوم کے بیے سم قاتل کا حکم رکھتے ہیں۔ میں نے چند
علماء دیوبند کو دیکھا اور بعض سے استفادہ کا موقع بھی ملا۔ ان کے اعتقادات

---

[1] ہ براءۃ الابرار صفحہ ۳۱

اور اعمال اور اخلاق کو من حیث الجماعۃ کسی گروہ یا فرقہ اسلام میں میں نے نہیں پایا۔ نہایت دیندار اور پکے مسلمان اور شریعت کے پابند پائے گئے ۔۔۔ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی کرے تو اسے وہ مسلمان نہیں کہتے [1]

(۲) مبلغ لاہور کے مولانا جان محمد حنفی مدن پوری لکھتے ہیں:۔

حضرات علماء دیوبند اہل السنۃ والجماعۃ ہیں جس قدر دین کی خدمت ان حضرات نے کی ہے کوئی اس کا نمونہ پیش نہیں کر سکتا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔۔۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ایسے علماء ربانی کو کافر کہنے والا خود کافر ہے — علماء دیوبند کا کوئی مسئلہ فقہ حنفی کے مخالف نہیں ہے۔ اگر کوئی مدعی ہو تو کتب حنفیہ سے علماء دیوبند کی مخالفت ثابت کرے۔ علماء دیوبند پکے حنفی مقلد امام اعظمؒ کے ہیں اگر ان کو کوئی وہابی یا غیر مقلد کہے تو وہ کاذب ہے [2]

اس فیصلے پر پھر مولانا غلام محمد صاحب مدح پوری نے بھی دستخط ثبت فرمائے۔

(۳) گوجرانوالہ کے مشہور عالم دین محدث پنجاب حضرت مولانا عبدالعزیزؒ سے کون واقف نہیں نبراس الساری فی اطراف البخاری کے مصنف آپ ہی ہیں۔ آپ سے بھی علماء رنگون نے رجوع فرمایا۔ آپ کے مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ کے خطیب عمدۃ المحققین مولانا عبدالواحد تھے۔ آپ نے بھی حضرت محدث پنجاب کے اس فیصلہ پر دستخط فرمائے۔ حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب نے بھی اس پر دستخط فرمائے۔

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں:۔

میرے خیال میں جن علماء کو مولوی حشمت علی اپنی عاقبت خراب کرنے کے

---

[1] براءۃ الابرار ص۱۲ [2] ایضاً ص۱۱

> لیے کافر کہتے ہیں، وہ علم ظاہری کے علاوہ علم تصوف اور علم الاحسان میں بھی وہ درجہ رکھتے ہیں کہ نہ ان کے زمانہ میں کوئی ان کا ہمسر تھا نہ بعد کو ہے ...... اسلام کسی کی جائیداد نہیں کہ وہ کہہ سکے کہ میں مسلمان ہوں اور دوسرا کافر —— اسلام قرآن کریم اور حدیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کا نام ہے۔ یہ لوگ جن کو کافر کہا جاتا ہے دنیا قرآن اور حدیث اور فقہ سمجھنے میں ان کے محتاج ہیں جیسا کہ ظاہر ہے اور ہر جگہ انہی حضرات کے فیض سے قرآن و حدیث کا درس جاری ہے۔[1]

④ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانوی لکھتے ہیں۔

> علماء دیوبند سنی حنفی ہیں ان کو کافر کہنے والا یا تو متعصب ہے یا جاہل مطلق ہے۔[2]

۱۹۵۰ء کے اس فیصلے پر تحریک آزادی ہند کے مشہور راہنما رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے بھی دستخط ہیں۔

⑤ پانی پت ضلع کرنال شروع سے اہل علم کا مرکز رہا ہے نقشبندی سلسلہ کے مشہور بزرگ مفسر قرآن قاضی ثناء اللہ پانی پتی (مؤلف تفسیر مظہری عربی) یہیں کے رہنے والے تھے رنگون سے یہ استفتاء پانی پت بھی آیا ان دنوں وہاں مولانا عبدالحلیم انصاری کا فتویٰ چلتا تھا آپ نے علماء دیوبند کے بارے میں یہ فیصلہ لکھا ہے۔

> سوال میں جن بزرگوں کی نسبت مولوی حشمت علی کا مقولہ نقل کیا گیا ہے وہ اکابر ہیں جنہوں نے کفر و شرک کے مٹانے اور احیاء سنت جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دیں اور مصائب برداشت کیے ہیں اور ان ہی بزرگوں کی بدولت آج ہندوستان میں اسلام زندہ ہے۔[3]

---

[1] براءۃ الابرار صفحہ ۲۸ [2] ایضاً صفحہ ۳۸ [3] ایضاً صفحہ ۴۰

علمائے سندھ

اب آئیے علمائے سندھ سے بھی بات پوچھ لیں کہ مولانا حشمت علی خاں کے ان تکفیری فتوؤں میں کچھ جان ہے کہ نہیں؟

(۴) کراچی

دارالعلوم مرکزیہ کراچی کے جلیل القدر عالم مولانا محمد صادق نے بھگون کے اس استفتاء کے جواب میں یہ فیصلہ دیا۔

> اکابر علمائے دیوبند کافر نہیں۔ ورنہ وہابی ہیں بلکہ سُنی حنفی متدین متقی اور صلحاء ہیں جو لوگ ان کو کافر کہتے ہیں (جیسے مولانا حشمت علی خاں) وہ بہتان اور افتراء سے کام لیتے ہیں اور ناجائز کذب بکتے ہیں۔ ان کی طرف کسی مسلمان کو التفات بھی نہ کرنا چاہیے۔ خدا ان کو دنیا و آخرت میں عذاب و خزی عطا فرمائے گا۔[1]

برما

آئیے اب آپ کو ہم برما لے چلیں۔

برما ایک آزاد ملک ہے جس کی بڑی آبادی بدھ مت کا عقیدہ رکھتی ہے وہاں کا دوسرا بڑا مذہب اسلام ہے مسلمان بہت سادہ مزاج ہیں مولانا حشمت علی کو تلاش تھی کہ مولانا احمد رضا خاں کی تکفیری مہم کو آگے بڑھانے کے لیے یہاں سے ان کا آغاز کیا جائے

کسی نے اسے کہہ دیا کہ تمہیں زیادہ مجبور یہاں ملیں گے ان کی مرکزیت بدھ مت کے

[1] [illegible] صفحہ ۲۳

سعادت اسلام ہو گئے اب حشمت علی رضوی کو چاہیے اپنے بیٹوں کو اور
خود اپنی جماعت کو کفر کے گڑھے میں گرنے سے بچا دے یا بالکل دیوبندیوں کے
اسلام کو توبہ کر کے مسلم و منظور کرے۔[1]

مولانا اسمٰعیل بن محمود کفلیتوی ۔ امام سورتی جامع مسجد شہر مانڈلے برما

یہ جمیع حضرات اکابر مقتدائے اسلام و مسلمین ہیں۔ ان کے فیوض ظاہری و
باطنی سے جملہ اہل اسلام مستفیض ہیں حتیٰ کہ عرب و عجم میں ان کے ہزار ہا شاگرد
علوم دینیہ کی ترویج میں مشغول ہیں۔ یہ حضرات اکابر علماء حقانی میں شمار ہیں
.... تیرہویں صدی میں ایک مفتی مفتری کذاب خاں صاحب بریلوی اور
ان کے پیرو نامی گرامی حشمت علی رضا خانی نے بوجہ ہونے نفسانی ان اکابر کی
طرف عقائد باطلہ کی غلط نسبت کی ہے۔ حالانکہ وہ عقائد باطلہ ان کی کتابوں
میں مذکور نہیں ہیں نہ وہ حضرات ان کے اقرار کرنے والے بلکہ قطعی طور پر منکر
ہیں۔ یہ حضرات اکابر خود ایسے عقائد والے کو خارج از اسلام جانتے ہیں
بحمداللہ یہ حضرات اکابر پکے اہل سنت والجماعت اور حنفی المذہب ہیں۔[2]

مولانا سید حسین صاحب شوئیجین ضلع پیگو برما

حضرات (اکابر دیوبند) کو بقول حشمت علی رضا خانی کے کافر کہنا شرعاً حرام و
ناجائز ہے۔ یہ حضرات مسلمانانِ عالم کے مقتدا اور رہبر کامل ہیں۔ ان حضرات
کے دل میں اسلام کا درد تھا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے محب اور
تابعدار ہیں۔ سنت نبویہ کے خلاف نہ خود کوئی کام کرتے تھے اور نہ کسی کو کرتے

---

[1] براءۃ الابرار صفحہ ۱۴۴ [2] ایضاً صفحہ ۱۴۶

ہوتے دیکھ سکتے تھے [1]

اس پر مولانا انور احمد صاحب، رنگون کے مولانا مفتی محمود صاحب، شیخ الحدیث مولانا بشیر احمد صاحب کے بھی دستخط ہیں۔

مظفر نگر

یو پی کا ایک مشہور علمی مرکز مظفر نگر ہے مولانا ظفر محمد صاحب وہاں کے مشہور عالم اور فاضل تھے اور لوگ تمام مسائل میں آپ کی طرف ہی رجوع کرتے تھے آپ سے مولانا حشمت علی خاں کے علمائے دیوبند پر اہانت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کا یہ جواب دیا۔

> کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذبا۔ یہ حضرات علمائے اسلام مشائخ اسلام رونق اسلام زینت اسلام ہیں ان کے دم سے شریعت و طریقت کو فروغ ہے توحید و اتباع سنت کو حیات تازہ حاصل ہوئی جبکہ قبر پرستوں اور بدعتیوں کے غلبہ سے توحید و اتباع سنت کا چراغ ہی ہندوستان سے گل ہونے لگا تھا یہ حضرات حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ محدث دہلوی کے خاندان کے حدیث کے چمکتے ہوئے چراغ اور حضرت مجدد الف ثانی کے سلسلے کے گل صد برگ ہیں کابل اور حیدرآباد اور مکہ و مدینہ و جدہ و شام وغیرہ بلاد اسلام میں ان علمائے دیوبند کے فیض پانے والے بڑے بڑے عہدوں پر فائز اور حکمران ہیں اور سیکڑوں حدیث و فقہ و تفسیر میں مشغول ہیں— نعوذ باللہ اگر یہ کافر ہیں تو دنیا میں مسلمان کون ہیں؟

مولانا ظفر محمد صاحب کے اس جواب پر غور کیجیے کتنی وضاحت سے لکھتے ہیں کہ صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ کابل اور عرب ممالک میں بھی ان کا سکہ چلتا ہے اور ان حضرات کی دینی خدمات

---

[1] براءۃ الابرار ص۲ [2] ایضاً ص۱۶

سے ایک دنیا فیضیاب ہو رہی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور مجدد الف ثانیؒ کے سچے اور صحیح وارث کوئی ہیں تو مولانا ظفر احمد صاحب کے بقول یہی حضرات ہیں۔ دیوبندی بریلوی تنازع میں مولانا ظفر احمد صاحب کا یہ فیصلہ نہایت اہم ہے کہ علماء دیوبند علم حدیث کے خادم تھے اور ان پر مولانا حشمت علی خاں کے الزامات سراسر خبیث ہیں۔

پھر مولانا محمد احمد مظفر نگری کا یہ فیصلہ بھی کوئی کم اہمیت کا حامل نہیں۔

اکابر ملت حنفیہ حضرات دیوبند کو کافر کہنا یقیناً فسق ہے اور اس کا قائل گنہگار ہے ... ایسے لوگوں سے مجلسیت ملت قطع تعلقات کر دینا چاہیے۔ [1]

اس فیصلے پر مولانا محمد احمد مظفر نگری کے بھی دستخط ہیں۔

جونپور

ہندوستان کے شہر جونپور سے کون ناواقف ہوگا۔ مدرسہ تبلیغ الاسلام سے یہاں کی علمی عظمت قائم تھی۔ یہاں بھی رنگوں سے استفتاء پہنچا۔ اس مدرسہ کے مولانا محمود بن سلطان نے اس کا درج ذیل جواب لکھا اور اس پر اسی مدرسہ کے مولانا محمد شریف صاحب نے تصدیقی دستخط ثبت کیے۔

علماء دیوبند کے سنی حنفی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ..... ان حضرات کے سنی حنفی اہل حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ [2]

رائے بریلی

جلال پور ضلع رائے بریلی کے مشہور عالم حضرت مولانا مولوی عبد التواب صاحب سے علمی حلقہ ناواقف نہیں۔ آپ عربی کے ادیب، عربی کے فاضل اور چشتیہ سلسلہ کے صاحب نسبت تھے۔ تحفۃ الحبیب تحیۃ الاسلام، حیات بعد الموت اور برکات رمضان آپ کی تالیفات ہیں۔ رنگون سے آئے ہوئے

۱؎ براءۃ الابرار صفحہ ۳۲ ۲؎ ایضاً صفحہ ۳۹

استفتا کے جواب میں آپ نے لکھا کہ۔

علماء دیوبند بڑے سچے حنفی اور سنی مسلمان ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کو خوب سمجھ کر توجہ کر دل و جان سے مانتے ہیں۔ جناب رسالت مآب روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت رکھتے ہیں اور آپ کی کسی امر اور کسی حالت میں بے ادبی اور گستاخی نہیں کرتے۔ بلکہ ہر حالت میں اتباع سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰت ان کا کام ہے۔ ان کی ذات سے اسلام کی اشاعت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان بوجہ اتم جاری ہے۔ دیوبند کا مدرسہ عربی علوم کا بہت بڑا دارالعلوم ہے اس میں عرصہ دراز سے قرآن حدیث کے متعلق جملہ علوم و فنون کی تعلیم ہوتی ہے۔۔۔ ان نیک اور مقدس بزرگوں یعنی علماء کرام کو کافر کہنا سراسر غلط اور محض اتہام ہے سبحانک ھذا بھتان عظیم۔۔۔ جو لوگ ان کو کافر کہتے ہیں وہ اپنی عاقبت بگاڑتے ہیں[1]

ضلع رائے بریلی کے قصبہ جائس میں ایک خانقاہ تھی جس کے سجادہ نشین سید شاہ علی نقی تھے۔ آپ نے بھی مولانا احمد رضا خاں کی اس واردات تکفیر کی مخالفت کی اور کھل کر علماء دیوبند کا ساتھ دیا۔

آنولہ

آنولہ شہر کے محلہ ثابت گنج کے بلند پایہ عالم مولانا ظہور الحق تھے۔ آپ کی خدمت میں بھی رنگون سے استفتاء پہنچا۔ آپ نے علماء دیوبند کے فضل و کمالات کی کھلے طور پر شہادت دی اور یہاں تک لکھا کہ۔

یہی نفوس قدسیہ اسلام کے نمونے اور اس کی صحیح تصویر ہیں۔ مولانا تھانوی

---

[1] براءۃ الابرار صفحہ ۱۹ [2] دیکھیے ایضاً ص[illegible]

کرو دیکھ لیجئے کہ شریعت و طریقت کی جامعیت میں حضرت امام غزالیؒ سے کسی
طرح کم نہیں۔ بڑے بڑے سیاحین و محققین کی یہ تحقیق ہے کہ مولانا جیسا جامع
شیخ روئے زمین پر نہیں۔ مگر چشم عداوت بزرگ عیب است۔ ان حضرات
کے یہ فضل و کمالات ہی تو رضا خانی پارٹی کے آتش حسد کے اشتعال کے باعث
ہوئے۔ [1]

ضلع گونڈہ

اترولہ ضلع گونڈہ اس اعتبار سے بڑی شہرت کا حامل تھا کہ یہاں ایک اسکول تھا جس
میں عربی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کے پرنسپل مولانا ابو جعفر محمد فاضل صاحب تھے۔ آپ نے رنگون
سے پہنچنے والے فتوے کے جواب میں علماء دیوبند کی پوری پوری تائید کی اور مولانا احمد رضا
خاں اور مولوی حشمت علی وغیرہ کے بارے میں لکھا کہ ان کی جھوٹے الزامات کی یہ واردات ایک
گندی حرکت ہے آپ لکھتے ہیں۔

> ان اکابر علماء کو کافر کہنا اپنی کم علمی، نادانی اور کمینگی کا بین ثبوت پیش کرنا ہے
> اگر یہ حضرات کافر ہیں تو پھر دنیا بھر میں اہل ایمان مفقود ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں
> آتا کہ ایسے ناعاقبت نااندیشوں کو لوگ اپنی مجالس میں کیسے وعظ گوئی کی اجازت
> دیتے ہیں۔ یہ ابن الوقت ضرورت پرست حسب موقع تقریر کرتے ہیں......
> ان کم عقلوں نے صرف تعصب کی ایسی زبردست پٹی اپنی چشم پر باندھ رکھی
> ہے۔۔ علماء دیوبند کو کافر بتلانے والا اپنی ہی کمزوری ظاہر کرتا ہے۔ [2]

---

[1] تذکرۃ الابرار صفحہ ۱۵۱ [2] ایضاً صفحہ ۱۵۲

شملہ ضلع پٹیالہ

شملہ ضلع پٹیالہ کی جامع مسجد صرف مسجد ہی نہیں تھی بلکہ علاقے کا ایک بہت بڑا علمی مرکز تھی جس کا ایک بڑا دارالافتاء تھا۔ لوگ مسائل دینیہ میں اس دارالافتاء پر اعتماد کرتے تھے۔ اس مسجد کے خطیب اور دارالافتاء کے مفتی مولانا مفتی محمد حسن انصاری نے لکھا :

> علماء دیوبند مسلمان ہیں اور ایسے مسلمان ہیں کہ ان کی وجہ سے لاکھوں انسانوں نے اسلام قبول کیا اور ان کے مبارک ہاتھوں سے لاکھوں نہیں کروڑوں انسان مسلمان ہوئے۔۔ شریعت و طریقت کے جامع یہی حضرات ہیں ان کے علمی فیوض سے دنیا کا گوشہ گوشہ سیراب ہے اور موجودہ زمانہ میں ان حضرات سے تعلق باعث نجات ہے۔ حشمت علی نے جو کچھ بیان کیا ہے اپنی عاقبت خراب کی ہے[1]

جہاں گنج ضلع فرخ آباد — مولانا مودودی کا فیصلہ

جہاں گنج ضلع فرخ آباد کے عارف باللہ حضرت مولانا صوفی عبد الواحد شاہ مودودی چشتی بلند پایہ علمی شہرت اور روحانی شخصیت کے مالک تھے۔ آپ رنگون سے آئے ہوئے استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں :

> اکابرین علماء دیوبند کی شان بلند تر ہی ہے ان کو ایک معمولی مولوی کا کافر بتانا اس کے علم کی کمی کی دلیل ہے[2]

ہمارے خیال میں ان کے پیچھے نماز کی کوئی [illegible] شامل [illegible] تھی اور انگریزی حکومت کے ایماء کے لیے نماز دیوبند کے خلاف [illegible] کرنے کے لیے مجبور تھے مرزا غلام احمد تو

[1] [illegible]

ہر جگہ کام نہ دے سکتا تھا فرضی نبوت کے نیچے منصب مجددی تو پُر کرتا تھا۔

حق بات پالینے والوں کا فکری نکتہ

رنگون سے آنے والے استفتاء اور پورے ہندوستان سے جاری ہونے والے فتاویٰ کی یہ تاریخی دستاویز ۱۹۳۴ء کی چھپی ہے۔ اس میں ہندوستان کے کسی ایک شہر سے تشریح نہ کے نہیں پوچھی گئی۔ پورے ہندوستان کے اطراف و اکناف اور اس کے تمام آباد دوستی دریا دانشی کے علمی حلقوں سے استفتاء کیا گیا تھا اور ان سب کا یہ متفقہ موقف ہے کہ مولانا احمد رضا خان اور مولانا حشمت علی کی یہ روایت تکفیر قطعاً درست نہیں نہ تھی۔ علماء دیوبند اس باب میں مظلوم ہیں۔

اتنے کثیر تعداد علماء کا یہ متفقہ فیصلہ پڑھنے کے بعد ذہن اس کے مقابل کسی دوسری ایسی دستاویز کی تلاش کرتا ہے جو دوسری جانب سے لکھی گئی ہو اور بریلویوں نے اپنے دونوں مولانا حشمت علی خان کے دفاع میں کہیں تیار کی ہو — ہم اس کی تلاش کرتے کرتے تھک گئے مگر اس دور کی دسویں یا پون صدی پیچھے کی چھپی کوئی ایسی بریلوی تالیف نہیں ملی جس میں مولانا حشمت علی کی حمایت میں کوئی دس علماء کا بیان بھی آیا ہو۔ بلکہ ہندوستان کے چار اطراف سے کوئی ایک فتوے بھی مولانا احمد رضا خان کے حق میں صادر ہوا ہو۔ ہندوستان میں علماء جہاں بھی دیکھے گئے سب مولانا احمد رضا خان کو قصور وار ٹھہراتے دیکھے گئے ہیں۔

جب بریلویوں کے پاس اس عہد کی ایک ایسی دستاویز بھی نہیں جس میں ہندوستان کے دوسرے معروف مدارس کے علماء نے کہیں مولانا احمد رضا خان یا مولانا حشمت علی خان کا ساتھ دیا ہو تو بریلوی مولوی وزن بیت کے لیے اپنی فرسودہ کتاب حسام الحرمین پیش کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ اس کتاب میں مولانا احمد رضا خان نے جن عرب حضرات سے علماء دیوبند کی رد و عبارات پر فتوی حاصل کیے تھے انہوں نے بعد تحقیق حال اپنے ان فتووں سے رجوع کر لیا تھا اور اس کے جواب

میں جب المہند علی المفند سامنے آئی تو اس سے پورے ہندوستان میں مولانا احمد رضا خاں کی تکفیر کی وارداتیں رک گئیں۔ اور مولانا احمد رضا خاں بھی اس کی اشاعت پر ایسے دم بخود ہوئے کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں ۔۔۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس کے بعد انہوں نے ایک لفظ بھی المہند کے خلاف نہیں لکھا اور نہ ان کی زندگی میں حسام الحرمین پھر کہیں دوبارہ چھپی۔

اجمیر (راجستھان)

اب ہم آخر میں اجمیر شریف کے حضرت مولانا علامہ معین الدین اجمیری کا فیصلہ پیش کیے دیتے ہیں۔ حضرت مولانا معین الدین اجمیری کا یہ فیصلہ اس پہلو سے بہت اہمیت رکھتا ہے کہ حضرت مولانا معین الدین خیرآبادی سلسلہ کے عالم تھے۔ براہ راست ان کی دیوبند سے کوئی نسبت نہ تھی۔ بریلوی حضرات اپنی تاریخ پیچھے لے جانے کے لیے خواہ مخواہ اپنے آپ کو حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی سے جوڑتے ہیں۔ حالانکہ خیرآبادی حضرات مولانا احمد رضا خاں کی ردِ وہابیہ کے شوق کو ایک خبط سے زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالحق خیرآبادی نے جب مولانا احمد رضا خاں سے پوچھا کہ کس فن میں تصنیف کرتے ہو تو آپ نے کہا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور ردِ وہابیہ میں ۔۔۔ اس پر حضرت علامہ نے فرمایا تھا۔

> ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اسی خبط میں (ردِ وہابیہ میں) مبتلا رہتا ہے ۔۔۔۔ اعلیٰحضرت آزردہ ہوئے تھے[1]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ خیرآبادی حضرات مولانا احمد رضا خاں کے اس ردِ وہابیہ کے کاروبار سے ہرگز خوش نہ تھے ۔۔۔ اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صرف علماء دیوبند کے مقابلہ میں گستاخ نہ تھے خیرآبادی سلسلہ کے بڑوں سے بھی ان کا نہایت گستاخانہ ردِ عمل تھا۔

کچھوچھوی برادران مدنی میاں اور ہاشمی میاں نے المیزان بمبئی کا ایک خاص نمبر احمد رضا نمبر

---

[1] المیزان بمبئی نمبر ص۲۳۴

نکالا، اس میں انہوں نے اپنے علماء کی جو طویل فہرست دی ہے اس میں وہ حضرت مولانا معین الدین اجمیری کا اسم گرامی بھی لکھتے ہیں۔[۱]

ہاشمی میاں نے آپ کو آفتاب علم لکھا ہے۔ آپ خواجہ قمرالدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف کے بھی استاد تھے۔ ہاشمی میاں آپ کو شمس العلماء کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

اس پس منظر میں حضرت مولانا معین الدین اجمیری کا علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دینا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ آپ علماء دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں۔

یہ حضرات مسلمان اور مسلمانوں کے پیشوا ہیں۔[۲]

پھر اس پر حضرت مولانا منتخب الحق اور مولانا عبدالغفور صاحب نے بھی تصدیق ثبت فرمائی

ہے مہر حضرت مولانا معین الدین اجمیری
۱۳۴۵ھ

حضرت اجمیری نے مولانا احمد رضا خان کے شوق تکفیر کی ان الفاظ میں بھی مذمت فرمائی۔

دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہو گا جس قدر اعلیٰحضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا۔ یہ وہ فضیلت ہے جو سوائے اعلیٰحضرت کے کسی کے حصے میں نہیں آئی۔[۳]

شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی خلیفہ راشد جناب پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا یہ بیان پہلے دیا جا چکا ہے۔

یہ اکابر علماء دین ہرگز کافر نہیں ہیں بلکہ بڑے اولیاء اللہ ہیں۔[۴]

بہاولپور میں انگریزی عہد میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین فسخ نکاح کا ایک مقدمہ چلا تھا جب میں دیوبند سے اکابر علماء بیان دینے کے لیے تشریف لے گئے تھے انہیں حضرت مولانا گھوٹوی نے ہی منگوایا تھا۔

---

[۱] [illegible] احمد رضا خان [illegible] ج ۲ [illegible] تجدید [illegible]

اب بستی حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ کے حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ کا پرنور بیان ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے علماء بزرگوں کے استفسار کے جواب میں یہ سطور سپرد قلم فرمائیں۔

دیوبندی حضرت کا سلسلہ اوپر سے اس آسمان یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان سے نسبت رکھتا ہے حضرت مولانا رشید احمد صاحب اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہم و قبورہم اس آسمان کے آفتاب و ماہتاب ہیں دیوبند کے روح رواں یہی دونوں حضرات ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں جو کچھ بھی دینداری اور خیر و برکت ہے وہ سب انہی کی یادگار ہے۔ ان لوگوں کے کمالات ان کے خدام میں دیکھو۔ ان کے کمالات ان کی تصانیف میں دیکھو۔ اس خاندان کے افراد میں کبھی کبھی کوئی نہ کوئی ہجرت مکہ و مدینہ کی کرتے چلے آئے ہیں۔ جس زمانہ میں جو کوئی مکہ و مدینہ چلا گیا وہ اپنے علم میں اپنے زہد میں اپنے تقویٰ میں وہاں کے رہنے والوں میں وہاں کے جانے آنے والوں میں مبارک و ممتاز رہا ہے سب سے اخیر ہجرت کرنے والوں میں مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارک کے پاس جگہ ملے کہ حق تعالیٰ شانہ نے انہیں مرتبت فرمایا ہے۔ اللہ ہمیں بھی نصیب کرے آمین۔ اس خاندان کے کمالات پر خود ان کی تصانیف شاہد ہیں۔ ان کی سوانح موجود ہیں۔ علم حدیث اور تصوف کو جس قدر اس خاندان سے فروغ ہوا ہے کتابیں بھی لکھ کر۔ اور آدمی بھی بنا کر۔ اس مقدار کے ساتھ چھوڑے ہیں کہ اس ہزار برس کے اندر اگر کوئی دکھلاوے تو سہی۔ کہاں ہے انشاء اللہ کوئی نہ بولنے پائے گا۔ یہ وہ خاندان ہے جس میں دنیا تو نام کو نہ تھی ہے ورنہ اس جماعت کے ساتھ فرقہ بندی تعصب وغیرہ ہوا اللہ نے اس خاندان کا شمار کر رکھا ہے یہ صفات ان لوگوں کی ہیں مگر انہی کو کافر کہتے ہیں ہم تو بد ہیں۔

کوئی چیز مخفی نہ ہوگی۔ میری عقل باور نہیں کر سکتی کہ ان حضرات کو کوئی کافر کہے
بجز ان دو شخصوں کے جو کفر و اسلام کو نہ جانتے ہوں یا ہٹ دھرم ہو کر
حق کو نہ مانتے ہوں [1]

یہ اس مرد حق کی رائے ہے جو بھٹکے ہوئے انسانوں کو اللہ کی راہ پر ڈالنے میں وقت کا داعی کبیر تھا۔ اس کے فیصلے میں تعصب کی کوئی جھلک اور خفیف سی بو بھی نہیں ہو سکتی ہم اس کے اس بیان پر ان شہادات کو ختم کرتے ہیں۔

ان تمام بیانات کا حاصل یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے جب اپنی تکفیرات کی تحریک شروع کی اور اہل السنۃ والجماعۃ کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا بیڑا اٹھایا تو اس وقت تمام ہندوستان کے علماء اور مشائخ یہی رائے رکھتے تھے کہ خان صاحب اور ان کے مذہب جو عقائد علماء دیوبند کے ذمے لگا رہے ہیں وہ ہرگز ان کے عقائد نہیں۔ عبارات کی کھینچا تانی سے کوئی بات کسی کے ذمہ کرنا یہ صرف بچوں کا ایک کھیل ہے اہل دانش کبھی التزامات سے کسی کا عقیدہ ثابت نہیں کرتے۔ لزوم اور التزام کا فرق اہل علم سے چھپا نہیں۔

ہندوستان کے علماء و مشائخ کا ایک بڑا گروہ المہند میں بھی علماء دیوبند کے حق میں بیان دے چکا ہے۔ المہند کے بعد یہ دوسری بڑی دستاویز ہے جو براءۃ الابرار کے نام سے ان دنوں لکھی گئی جسے یہاں اس کی بنیادی حیثیت سے ہدیہ ناظرین کر دی ہے

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں ان علماء ہند کے نام بھی لکھ دیں جنہوں نے المہند کی تصدیق کی اور مولانا احمد رضا خاں کو خارج قرار دیا۔

المہند کی تصدیق کرنے والے ایشیا کے علماء و مشائخ

آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے امت مسلمہ کی تقسیم کی جو خطرناک سازش

---

[1] براءۃ الابرار صفحہ [illegible]

کی تحقیق اور علماء عرب کو فریب دے کر ان سے وہ عبارات پر فتوے حاصل کیے تھے اس کا پردہ فخر محدثین مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی نے پوری طرح چاک کر دیا تھا۔ علماء عرب کی طرف سے پوچھے ہوئے سوالات کے جوابات میں آپ نے اپنے عقائد کا برملا اعلان کیا۔ اور بتایا کہ مولانا احمد رضا خان نے اپنے ان الزامات میں علماء دیوبند پر کھلا جھوٹ باندھا ہے اور افترا کیا ہے۔ مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی کا یہ بیان آپ المہند کی بعض عبارات میں ملاحظہ فرمائیں آپ لکھتے ہیں:-

> احمد رضا خان کو جھوٹ اور جعل بنانے کی عادت ہے کیونکہ وہ اس میں استاذ ہے اور زمانہ کے لوگ اس کے چیلے کیونکہ تحریف و تلبیس و دجل و مکر اس کی عادت ہے۔ اکثر میں یہ نایبہ ہے مسیح قادیانی سے کچھ کم نہیں اس لیے کہ وہ رسالت کا کھلا مدعی تھا اور یہ مجددیت کو چھپائے ہوئے کل امت کو کافر بتاتا رہتا ہے۔[1]
>
> آپ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان نے ہم پر جھوٹ بہتان باندھے اور ہماری جانب کفریات کی نسبت کرتے رہتے ہیں[2]

یہ بات کہ مولانا احمد رضا خاں اپنے ان خود تراشیدہ الزامات میں جھوٹے ہیں صرف مولانا خلیل احمد صاحب ہی نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ برصغیر کے اکابر علماء اور برگزیدہ مشائخ نے یک زبان اسی وقت اس کا اعلان کر دیا تھا۔ ان علماء و مشائخ نے علماء دیوبند کے موقف کی تائید اور مولانا احمد رضا خاں کے الزامات کی تردید کی۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں -

① شیخ الہند مولانا محمود الحسن ② مولانا سید احمد حسن امروہی ③ مولانا مفتی عزیز الرحمن
④ مولانا اشرف علی تھانوی ⑤ مولانا حکیم محمد حسن ⑥ مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری
⑦ مولانا قدرت اللہ مراد آبادی ⑧ مولانا حبیب الرحمن عثمانی ⑨ مولانا غلام رسول

---

[1] المہند صفحہ ۴ مع ترجمہ [2] ایضاً صفحہ ۵

(۱۰) مولانا حافظ احمد صاحب (۱۱) مولانا محمد سہول (۱۲) مولانا عبد الصمد بجنوری

(۱۳) مولانا محمد اسحٰق نہٹوری (۱۴) مولانا محمد ریاض الدین (۱۵) مولانا محمد کفایت اللہ

(۱۶) مولانا محمد قاسم دیوبندی (۱۷) مولانا ضیاء الحق دیوبندی (۱۸) مولانا عاشق الٰہی میرٹھی

(۱۹) مولانا سراج احمد (۲۰) مولانا قاری محمد اسحٰق میرٹھی (۲۱) مولانا حکیم مصطفیٰ بجنوری

(۲۲) مولانا حکیم محمد مسعود (۲۳) مولانا محمد یحییٰ سہسرامی (۲۴) مولانا کفایت اللہ گنگوہی

یہ علمائے کرام اور مجاہدین اسلام سب کسی ایک جگہ کے رہنے والے نہ تھے۔ دہلی میرٹھ بجنور، رائے پور، سہسرام، شاہجہاں پور، مراد آباد، امروہہ اور سہارنپور وغیرہ مختلف اضلاع واکناف کے تھے۔ ان کے آپس میں کچھ ہلکے پھلکے اختلافات بھی تھے۔ جو حضرات چھوٹی چھوٹی باتوں میں اپنے موقف پر اڑ جانے والے ہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کفر و اسلام جیسے قطعی مسائل میں وہ کسی ایک دوسرے کی غلطی برداشت کریں؟ ان سب کا متفقہ طور پر یہ کہنا کہ مولانا احمد رضا خاں اپنے خود تراشیدہ الزامات میں قطعاً حق پر نہیں اور اکابر علماء دیوبند اس بات میں بلاشبہ مظلوم ہیں حقیقت حال کا پوری طرح پتہ دیتا ہے۔ ہم اس موقعہ پر مولانا احمد رضا خاں کی تمام ذریت سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا تم انہیں منکر دجل رہے

علماء حرمین شریفین کا قول آخر

مولانا احمد رضا خاں کی فریب کاری اور علماء دیوبند کی عبارات میں کتر و بیونت اور تحریف مکمل ہونے کے بعد علماء حرمین نے جس حق گوئی کا حق ادا کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ لطف یہ کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے جن اکابر علماء نے دستخط فرمائے ان میں چاروں مذاہب کے علماء شامل تھے۔ اور یہ گویا مرکز اسلام میں پوری امت کا اجماع تھا۔

کر دیا تھا۔ انہیں کسی طرح اس شخص کی فریب کاریوں کا علم ہو گیا تھا۔

المہند میں مندرجہ ذیل اکابر اور شیوخ بھی آپ کو مولانا خلیل احمد صاحب کی تائید کرتے ہوئے ملیں گے۔

مولانا مفتی سید احمد برزنجی شافعی، شیخ برزنجی عمر مدنی، شیخ خلیل بن ابراہیم، شیخ محمد العزیز الوزیر التونسی، شیخ محمد السوسی الخیاری، شیخ السید احمد الجزائری، شیخ عمر بن حمدان المحرسی، شیخ محمد زکی البرزنجی، شیخ احمد بن میمون البلغیثی، شیخ ادریس بن محمد، شیخ سید احمد معصوم، الاستاذ شیخ محمد بن محمد خیر العباسی، شیخ عبد القادر بن محمد التونسی، شیخ محمد منصور بن نعمان، شیخ محمود عبد الجواد، الاستاذ شیخ احمد نابلسی، الاستاذ شیخ محمد حسن سندی، شیخ محمد بن عمر الغلائی، شیخ احمد بن احمد اسعد، شیخ لبیب الدمشقی اور استاذ الاساتذہ شیخ محمد بن محمد السقطی المالکی۔

حرمین شریفین میں ان علماء کی تعداد ہے۔ اور ان کے بالمقابل مولانا احمد رضا خاں کے ساتھ شاید آپ کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا ایک عالم بھی نظر نہ آسکے گا۔ گویا علماء دیوبند کے ساتھ حرمین شریفین کے یہ صرف علماء ہی نہ تھے دوسرے سب علماء حرمین بھی ان کے ساتھ تھے یوں سمجھیے کہ یہ علماء دیوبند کے حق پر ہونے اور مولانا احمد رضا خاں کے مفتری اور الزام تراش ہونے پر کل علماء حرمین کا اجماع ہو گیا تھا جن علماء نے ابتداً احمد رضا خاں کی کتاب حسام الحرمین پر بات نہ سمجھے دستخط کر دیے تھے انہوں نے بھی اس سے رجوع کر لیا تھا پھر علماء رنگون کے استفتاء کے جواب میں علماء حرمین کے اسی موقف پر کل ہندوستان کے اہل اسلام کا اجماع ہوا۔

اب آئیے ذرا دوسرے بلاد عربیہ میں بھی چلیں کہ وہاں کے اکابر علماء نے بھی علماء دیوبند کا ہی ساتھ دیا اور مولانا احمد رضا خاں کا رنگ کہیں نہ چل سکا جامع ازہر (مصر) مسلمانوں کی سب سے قدیم۔ ایک ہزار سالہ دینی درسگاہ ہے اس کے ان علماء نے بھی علماء دیوبند کے حق میں فیصلہ دیا

علماء جامعہ ازہر مصر

جامعہ الازہر مصر کے شیخ العلماء سید سلیم بشری شیخ محمد ابراہیم قاباتی شیخ سلیمان عبد

علماء دمشق شام

① علامہ ابن عابدین کے نواسے فضیلۃ الشیخ علامہ احمد بن عبد الغنی بن عمر عابدین دمشق کے صاحبزادہ مولانا سید محمد ابوالخیر المعروف بہ ابن عابدین الدمشقی۔
② محقق شہیر شیخ مصطفےٰ بن احمد شطی حنبلی دمشقی
③ شام کے مشہور محدث اور جامع مسجد سروجی کے خطیب شیخ محمد توفیق
④ شیخ محمد سلیمان الشہیر بالقراء الدمشقی
⑤ شیخ بدرالدین محدث شام کے شاگرد رشید شیخ محمود بن رشید عطار
⑥ شیخ علامہ محمد المرتضی الحموشی الشامی
⑦ شیخ علامہ محمد سعید الحموی
⑧ شیخ علامہ علی بن محمد الدلال الحموی
⑨ شیخ علامہ محمد ادیب الحورانی
⑩ شیخ علامہ عبد القادر الحموی
⑪ شیخ علامہ محمد سعید الشامی
⑫ شیخ محمد لطفی حنفی
⑬ شیخ فارس بن محمد حموی
⑭ شیخ مصطفیٰ الحداد حموی

پھر ملک عرب میں سے شیخ عبد اللہ حماد بن محمد سوده العربی مدینہ نے بھی اس پر دستخط کیے

ساؤتھ افریقہ میں بھی بیشتر تعداد ہندوستان کے لوگ آباد ہیں مولانا شاہ احمد نورانی کے والد مولانا عبدالعلیم صدیقی جو مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ تھے ان کے ذریعہ یہ اختلافات وہاں بھی پہنچ گئے پھر ڈربن میں اس بات کا جائزہ لینے کے لیے علماء کی ایک بڑی مجلس بٹھائی گئی جس میں ملایشیا کے بھی بہت سے علماء شامل ہوئے اور پورے غور سے باتفاق فیصلہ دیا کہ علماء دیوبند کے عقائد ہرگز وہ نہیں جو مولانا احمد رضا خاں نے ان کے ذمہ لگائے ہیں اور مولانا احمد رضا خاں کے مقابلہ میں پنجاب کے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی؟ اور مولانا معین الدین اجمیری کے فتاویٰ درست ہیں۔

اب آئیے اس حصے سے بھی استفادہ کریں رنگون کے مولانا عبدالرؤف صاحب نے ایک استفتاء جنوبی افریقہ کو بھیجا تھا ٹرانسوال کے مولانا محمد اسماعیل نانا صاحب (جوہانسبرگ) نے اس کے جواب میں لکھا

> علماء دیوبند کو کافر کہنا سراسر غلط ہے اور عوام کو دھوکہ دے کر مذہب اسلام کو حقیقت میں بدنام کرنا ہے اور سیدھے سادے مسلمانوں کو ایک متفقہ جماعت سے الگ کر دینا اور اپنے آپ کو اسلام کا حقیقی جانثار کہہ کر اسلام کو دریدہ بدنام کرنے اور اس سے دوسری قوم کے مقاصد کو تکمیل کرنے کا یہ ذریعہ بنایا ہے۔
> اس علماء حقہ کی جماعت نے ہندوستان میں وہ اسلام کی خدمت انجام دی ہے کہ آج اس کے اوپر جماعت مسلمین جس قدر فخر کرے کم ہے۔[1]

مولانا محمد اسماعیل نانا کے اس فیصلے کو پورے ساؤتھ افریقہ میں پھیلانے میں جن علماء ربانیین نے محنت کی ان میں یہ چند علماء بہت ممتاز درجہ کے اصحاب علم تھے رحمہم اللہ اجمعین۔

---

[1] براءۃ الابرار صہ ۱۲۵

پھر نصف صدی بعد انگلستان میں یہ فتنہ اختلاف اپنے عروج پر آیا جب مولانا ارشد القادری (بہاری) یہاں آ گئے۔ ان کے آتے ہی یہ اختلافات بہت پھوٹ پڑے یہاں تک کہ برمنگھم میں اس کے استیصال کے لیے انجمن اتحاد المسلمین بنی جس میں علماء، وکلاء، دانشور اور بیرون ملک تعلیم کے لیے آنے والے ایم ایس سی، پی ایچ ڈی اور ڈاکٹروں کے طلبہ بھی کافی بڑی تعداد میں شامل ہوئے۔ برمنگھم کے مارنٹ پلیزنٹ ہال میں ایک اجتماع کیا گیا جس میں اس بات کا جائزہ لینے کے لیے کہ مولانا احمد رضا خاں جو علماء دیوبند پر الزامات لگانے میں بریلویوں کے ہاں اعلیٰحضرت شمار ہوتے ہیں وہ خود کیا تھے اور ان کے ان الزامات کی حقیقت کیا ہے؟ ساٹھ افراد کی ایک جیوری بٹھائی گئی جس میں چالیس علماء تھے یہ اجتماع [illegible] کو ہوا اور کچھ گھنٹے جاری رہا۔

جیوری نے بالاتفاق یہ فیصلہ دیا کہ علماء دیوبند کے ہرگز وہ عقائد نہیں جو مولانا احمد رضا خاں اور ان کے اذناب ان کے ذمہ لگاتے ہیں۔ اگر علماء دیوبند کے عقائد کفریہ سرحدوں کو چھو رہے تھے تو پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی، مدرس شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی، حضرت مولانا معین الدین اجمیری اور حضرت مولانا خواجہ ضیاء الدین سیالوی جیسے کیسے خاموش بیٹھ سکتے تھے۔ وہ مولانا احمد رضا خاں کا تکفیر امت کی اس مہم میں کیوں نہ ساتھ نہ دیتے

پنجابی کلاس کے لوگوں میں پیروں کی واردات

بریلوی مولویوں پر وہمات کے جھٹکے

روزنامہ جنگ لندن کے آئینے میں

برطانوی عوام انگلینڈ کے پیسہ وروں کے پھندے میں

اور پھر عدالت کے کٹہروں میں

* *

شائع کردہ اسلامک اکیڈمی مانچسٹر یوکے

نچلی کلاس کے لوگ پیروں کے پھندے میں

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

جہالت بھی ایک بڑا جرم ہے۔ اگر کسی کو پتہ نہ ہو کہ اس پڑیہ میں زہر ہے تو بھی وہ اس کے کھانے سے مر جائے گا اور اسے جہالت اس کے خطرناک انجام سے نہ بچا سکے گی۔ کمزور قوموں کا دنیا میں یہی انجام ہوتا ہے۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے — ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

دنیا میں رہنا ہے تو باشعور ہو کر رہنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ مذہبی سوداگر اپنی مختلف شرکیہ اغراض کے لیے کہیں ان کا سودا ہی تو نہیں کر رہے۔ پھر اپنی بیگمات کو ان کے پاس لے جانا اور بار بار انہیں ملوانا اس میں کون سی مصلحت یعنی ہے جو ہمارے بعض نادان لوگ اسے ملکی امتیاز کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے پیروں کو نیل بیگمات سے ملنے کا موقع مل جائے۔

انگلستان میں پیروں کی ایک قطار کی قطار لگی ہے ایک جا رہا ہے تو دوسرا آ رہا ہے اور عورتوں کے جھگڑے اسی طرح قائم رہتے ہیں یہاں تک کہ ہم اچانک اخبارات میں کوئی نئی خبر پڑھ لیتے ہیں۔

ہندوستان اور پاکستان میں ان درگاہوں کو دیکھئے جہاں بڑے بڑے مشہور بزرگ ہوئے ہیں جنہوں نے بے شک اپنے وقت میں روحانیت کی عظیم شمعیں روشن کیں اور پوری زندگی شریعت کے تابع رہے لیکن جب سے درگاہیں گدی نشینی کا شکار ہوئیں تو وہ کون سے گل ہیں جو ان مجاوروں نے نہیں کھلائے اور آپ دیکھیں کہ ان میں اور ان کے اسلاف میں جن کے نام سے یہ چلتے ہیں کتنے دور کے فاصلے حائل ہیں۔

قم باذن اللہ کہتے تھے جو رخصت ہو گئے — خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات — تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

رہا ہے۔ وہ خود بیچ مریض کو دینی شفا کیوں نہیں دے رہا اور کیوں حضرت ایک ہندو طبیب کے محتاج ہو رہے تھے۔ ہم یہاں بتانا صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان لوگوں نے کر طیبہ کر پیشاب کی جگہ میں حاضر رہنے کیا کوہ شریف کی توہین نہیں کی؟ اس برہمن کو اسلام کی صداقت کیا اسی پیشاب میں ہی نظر آئی تھی؟ استغفر اللہ

ضلع گجرات کا بارڈر جو مقبوضہ کشمیر کی ریاست جموں سے متصل ہے۔ وہاں ایک قصبہ ڈبیلہ ہے اور یہاں ایک بڑی خانقاہ ہے۔ وہاں کے مکین شیوہ گری نشین رفیق اللہ کی ان کے ہاں بہت کرامات مشہور ہیں۔ ان کے پاس ان کے مرشد اعلیٰ حفیظ اللہ صاحب کی ایک کتاب انوار حفیظ ہے۔ اس میں ان لوگوں نے کس بے دردی سے ان بڑے حضرت کے پاخانہ کو اللہ کا نور ثابت کیا ہے۔ سے درج ذیل حکایت میں ملاحظہ فرمائیں۔

پیر کا پاخانہ کیا اللہ کا نور تھا؟ (معاذ اللہ)

ایک صبح حضور سرکار پاک نے بندہ کو آواز دی۔ اور فرمایا مجھے رفع حاجت کے لیے جانا ہے۔ بندہ پانی لگا لوٹا اٹھا کر ساتھ ہو لیا۔ مگر دروازے کے قریب ہی آپ بیٹھ گئے اور پریشانی کی سی صورت میں بندہ کی طرف دیکھا۔ میں نے آپ کے سامنے بیٹھ کر عرض کیا غریب نواز کیا بات ہے؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟ آپ نے فرمایا بیٹا طبیعت ٹھیک ہے کوئی فکر کی بات نہیں۔ ہوا یہ ہے کہ مجھے بہاؤ آ گیا ہے اور میرا پاخانہ شلوار ہی میں نکل گیا ہے۔ میں نے پھر عرض کیا حضور پاک آپ کے شکم میں کوئی درد تو محسوس نہیں ہوتا؟ تو فرمایا بیٹا غریب نواز آپ اس قدر کیوں فکر مند ہو رہے ہیں۔ تکلیف مجھے کوئی نہیں۔ صرف اتنا ہوا ہے کہ مجھے جلاب آ گیا ہے۔

بندہ ناچیز نے تمہ شلوار اتار بند ڈال کر درست کی اور عرض کیا کہ حضور آپ یہ شلوار پہن

لیں میں دوسری شلوار دھو کے لے آتا ہوں۔ آپ کی وہ شلوار لے کر نکلنے کی تلاش میں باہر نکلا۔ چلتے چلتے میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند گرامی حضرت پیر سید عبدالوہاب جیلانی رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک تک چلا گیا۔ وہاں وضو کرنے کے مقام پر ٹونٹیاں لگی ہوئی تھیں میں وہیں شلوار دھونے بیٹھ گیا۔ ابھی میں نے شلوار کو ٹونٹی کے نیچے کیا ہی تھا کہ ایک بزرگ سفید ریش، نورانی چہرے والے سفید لباس میں ملبوس تشریف لائے اور فرمایا۔ بیٹا! یہ کیا دھو رہے ہو؟ میں نے کہا شلوار ہے۔ انہوں نے پوچھا کس کی؟ میں نے عرض کیا میرے پیر صاحب کی۔ وہ بزرگ بہت خفا ہوئے اور فرمانے لگے۔ او نالائق آدمی افسوس ہے تیری عقل پر! تم نے اپنی اتنی زندگی برباد کی ہے۔ بے وقوف تو اب تک صاف کرنے والا بندہ ہی سمجھتا رہا؟ دیکھ تو سہی کیا دھو رہا ہے؟ اس بزرگ کا اتنا فرمانا ہی تھا کہ میری آنکھیں کھل گئیں۔ میں نے دیکھا کہ شلوار میں کوئی چیز بھی نہیں ہے بلکہ شلوار میں سے اجلا بھی آدھی ہی پانی میں بھیگی تھی، اور اس کے دھوے پانی کی نالی میں سے بھی نکلی تھی اور پیاری پیاری سی خوشبو آ رہی ہے۔ وہ بزرگ پھر فرمانے لگے اور لڑکے تو نے اس شلوار کو دھو کر بہت غلطی کی ہے اگر تجھے ذرا بھی عقل ہوتی تو تو اتنی بڑی غلطی نہ کرتا۔ اب تک تیری کی ہوئی ساری محنت اکارت گئی تو تو اس کو صاف کرنے والا ہی سمجھتا رہا۔

بندہ وہ شلوار مبارک اسی طرح اپنے کاندھے پر ڈال کر واپس آپ کی خدمت میں آ گیا۔ دل بہت ہوا سا تھا۔ سچ میں جی چاہتا تھا کہ دیوار در کے ساتھ مار مار کر اپنا سر پھوڑ لوں۔ جب آپ کے سامنے ہوا تو آپ بستر پہ اٹھ کے بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا۔

حافظ صاحب: دیکھو کس طرح لکھا ہے مثنوی شریف میں حضرت عارف رومی نے سے

ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا
واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

ترجمہ۔ دنیادار، غافلین جو کھاتے ہیں تو پاک، رزق حلال بھی ان کے اندر جا کر غلاظت بن کے نکلتا ہے اور جو چیز وہ کھاتے ہیں (نبی اور ولی) یعنی اللہ کے پیارے اور محبوب، وہ سب کا سب اللہ کا نور بن جاتا ہے

برخوردار کوئی فکر نہیں اور غمگین ہونے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر سمجھ آگئی ہے تو خیر ہی خیر ہے کیونکہ یہ تو اپنے پاس موجود ہی ہے بشلوار کو سر کھنے کے لیے ڈال دو۔[1]

نبیوں اور ولیوں کا کھانا جو رزق حلال سے ہے۔ بے شک پیٹ میں جا کر اللہ کا نور بنتا ہے اس سے مرد مومن کی روحانیت چلا پاتی ہے، اس سے اندر نورانیت پیدا ہوتی ہے حضرت مولانا روم یہی بات کہہ رہے ہیں۔ وہ اس چیز کو نور نہیں کہہ رہے جو رزق حلال کھانے کے بعد بول و براز بن کر نکلتی ہے۔ بریلویوں نے ان حضرات کے پاخانہ کو گردد ہمہ نور خدا کے تحت لا کر اللہ کے نور کی بڑی بے ادبی کی ہے

تعجب ہے کہ ان لوگوں کو انبیاء اور اولیاء کی شان بیان کرنے کے لیے اور ان کا مقام سمجھانے کے لیے کیا ان کا پیشاب اور پاخانہ ہی ملا ہے کیا ان کے ملفوظات اور اخلاق فاضلہ ان کی سیرت اور ان کے کمال صادقہ ان کی قسمت میں نہیں کیا ان سب پر دیوبندیوں نے قبضہ کر رکھا ہے اور بریلویوں کی قسمت میں بس ان کے پیشاب اور پاخانے ہی رہ گئے ہیں استغفراللہ

---

[1] سعد ترابی مکتوب شریف [illegible]

یہ انصاف کی بات ہے کہ جب تک بریلوی لٹریچر اس قسم کے حوالوں سے پاک نہ ہو جائے اسے ایک مکتبِ فکر کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ جہاں تک ہو سکے بریلوی عوام کو جو پیشہ ور پیروں کے پاس جانا اپنا مسلکی امتیاز سمجھتے ہیں انہیں پیروں کی ان عملی مشقوں سے بچایا جائے جن کے تذکرے روزنامہ جنگ لندن میں ہم عام دیکھتے ہیں۔

نچلی کلاس کے لوگ بریلویت کے جال میں

آپ پی ہارڈی کا بیان پڑھ آئے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا دین و مذہب نچلی کلاس کے لوگوں کے لیے بہت کشش کا موجب اور سامانِ رغبت ہے۔ ہم اس سے اتفاق کرتے ہیں۔ واقعی پڑھے لکھے لوگ بہت کم اس طرف مائل ہوتے ہیں اور نچلے درجے کے لوگوں کو ختموں، عرسوں اور میلوں میں پکے پکائے کھانوں اور لگے لگائے دسترخوان جس فراوانی سے میسر آتے ہیں وہ انہیں اپنے عام دیہاتی ماحول میں نہیں ملتے۔ اچھے قریب کے بڑے مزارات کے عرسوں کا انہیں سال سے انتظار لگا رہتا ہے اور ان کے لیے یہ عرس خاص مذہبی تفریح کے دن ہوتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو بریلوی محفلوں کی زینت ہوتے ہیں اور ان کے علماء کو اپنے دینی جاہلوں پر ناز ہوتا ہے۔

ہم یہاں بادلِ ناخواستہ کچھ ان مذہبی پیشواؤں کا ذکر کریں گے جو بریلویت کی قبا اور پیروں کی ادا میں یہاں انگلستان وارد ہوئے اور پھر دنیا نے دیکھا کہ عوام کی جہالت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان غلط قسم کے پیروں نے اپنے اپنے حلقہ اثر میں کس قسم کی وارداتیں کیں۔ ان میں کتنے ہیں پولیس جن کی تلاش میں سرگرداں ہے اور کتنے ہیں جو پس دیوارِ زنداں بے کسی کی مکمل تصویر بنے بیٹھے ہیں۔

پہلے ہم ان بعض بریلوی پیشواؤں کا ذکر کریں گے جنہوں نے اپنے مریدوں کی عورتوں کے گرد ملنگوں کی دھمال ڈالی۔ اس کے بعد ہم ان مولویوں کی عزت و ارادت قوم کے سامنے پیش کریں گے تاکہ قوم کو انہیں سمجھنے میں آسانی ہو۔ پھر اگلے ابواب میں اور چند شبہات کا ذکر ہوگا اس پر ہم اس مقصد کو ختم کرتے ہیں۔

انگلستان میں بریلوی پیروں کی واردات

یہاں انگلستان میں بھی صاحبزادوں کا یہی حال ہے یہاں کی معاشی خوشحالی بھی ان سے یہ دھندے نہیں چھڑا سکی ان کی بے پیش رفت معاشی وسعت کے لیے مذہبی نچلی کلاس کے لوگ بعض اختلاط میں بھی ترتیبی آسانی سے کھینچے جا سکتے ہیں

نامناسب نہ ہوگا اگر ہم ان کے یہاں دو چوٹی کے بزرگوں کا ذکر کر دیں جنہوں نے نچلی کلاس کے لوگوں کو کس طرح اپنی خواہشات کا لقمہ تر بنایا ہے

ایک ان میں حضرت مولانا ابوالفتح چشتی ہیں آپ انگلستان میں مولانا احمد رضا خاں کی مسلکی آواز سمجھے جاتے ہیں عالمی مجلس ختم نبوت کی لندن کی کانفرنس میں آپ مولانا احمد رضا خاں کے پیروؤں کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ آپ یہاں نچلی کلاس کی خواتین کو جس پر تاثیر دم اور سحر اثر تعویذات سے اپنے حجرے میں لے جاتے تھے وہ تاریخ کی ایک مستقل کہانی ہے جو آگے آئیگی

اخبارات میں شہ سرخیوں سے چھپی ہے۔ اس کی تفصیل آپ آگے دیکھیں گے

ان کے دوسرے بریلوی اکابر دوسرے بزرگ مشرقی لندن کے علاقہ والتھم سٹو کے پیر سید عبدالقادر جیلانی ہیں۔ آپ راولپنڈی کے علاقہ پنج محاڑ کے رہنے والے ہیں اور والتھم سٹو والیٹ لندن کی ای سیج روڈ کی مسجد کے امام ہیں آپ انگلستان میں مقیم بریلوی علماء کے سرخیل اور سربراہ ہیں اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ ۱۹۷۷ء کے مناظرہ شیفیلڈ میں تمام بریلوی مولویوں نے انہیں اپنا صدر مقرر کیا تھا ان کے مناظر مولوی عنایت اللہ سانگلوی تھے عبدالقادر جیلانی کو اپنا صدر مقرر کرنے والوں میں مولانا حامد علی شاہ مولانا عبدالوہاب جیفری مولانا شاہد رضا مولانا قمر الدین اور

لندن کے انگریزی اخبار گارڈین Guardian کی ۸ دسمبر کی اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں کس طرح ان دنوں پیر سید عبدالقادر جیلانی کی تلاش میں سرگرداں ہے بحوالہ بالا گارڈین کی

خبر سامنے رکھیں۔ مجرموں کی کارروائی سے جو آرٹ و واردات اور سامان پیدا ہو رہا ہے اُس کا فوٹو بھی ملاحظہ کریں۔ اس سے آپ بخوبی اندازہ کر سکیں گے کہ بلوغت سے نیچے طبقے کے لوگوں کے لیے کس طرح سامان رغبت بنی رہی ہے۔

روزنامہ جنگ لندن کی ۱۵ ستمبر ۲۰۰۰ کی اشاعت سے ان سادہ لوح مریضوں کا فوٹو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ یہ ریلوے خدمتگار۔ پینے والی بیئر کے عوض تیس سنڈے پیرا کمیشن کورٹ سے ۱۹۹۰ اور پرسنز کا حکم سن رہے ہیں۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ مہذب معاشرہ جرائم کو نظر انداز نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان کے ارتکاب کی اجازت دیتا ہے۔

اس طالبہ نے پیر صاحب کے سارے گھناؤنے کرتوت اپنے والد کو بتلائے جاہل باپ یہ سننے کے لیے تیار نہ تھا کہ کوئی شخص بریلویت کے خلاف زبان کھول سکے۔ اس نے اپنی بیٹی کو سمجھایا کہ بزرگوں اور پیروں کے بارے میں ایسی باتیں نہیں کہی جاتیں یہ پیر بہت اونچے لوگ ہوا کرتے ہیں لیکن بیٹی کا اصرار تھا کہ پیر چشتی نے نہ صرف یہ کہ اس کی عصمت دری کی بلکہ بے شمار خواتین اس کی شکار گاہ میں آ چکی ہیں اور پیر صاحب یہی کرامتیں انہیں دکھا چکے ہیں۔

پھر کیا ہوا؟

شدہ شدہ یہ خبریں عام خواتین تک بھی پہنچیں اور انہوں نے بھی اب اس پیر طریقت کے خلاف میدان میں آنے کا فیصلہ کر لیا چنانچہ پولیس کو اطلاع کر دی گئی۔ پیر چشتی گرفتار ہوا اس کے آستانے سے کئی ایسے ویڈیو ٹیپ برآمد ہوئے جن میں پیر چشتی کا جنسی عمل محفوظ تھا آپ سمجھ چکے ہیں کہ عدالت میں مقدمہ دائر ہوا اور برطانیہ بھر کے اخبارات اس طالبہ کے انکشاف کے بعد حرکت میں آ گئے مقدمہ کی کاروائی کئی روز تک چلتی رہی اور بالآخر عدالت نے شہادتوں کی روشنی میں پیر مذکور چشتی کو مجرم قرار دیا اور سے ۱۰ سال کی قید سنا دی گئی۔

اخباروں کے کچھ تبصرے آپ کے سامنے آ چکے ہیں ہم یہاں انگریزی اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور عدالت کی کاروائیوں کو روزنامہ جنگ کے حوالوں سے پیش کرتے ہیں۔ روزنامہ جنگ لندن کی ان شہ سرخیوں پر غور فرمائیں۔ ان میں سے بیشتر اس اخبار کے صفحہ اول پر شائع ہوئی ہیں۔ ان سرخیوں سے اندازہ لگائیے کہ بریلویت ان مجلسی حلقوں میں پیروں کے کس گھناؤنے کردار کا شکار ہے۔ اور آخر میں ہم برطانیہ کی مشہور عدالت اولڈ بیلی کے جج کا فیصلہ بھی ہدیہ ناظرین کریں گے۔ اخبار کی سرخیاں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) غلام رسول چشتی کے خلاف عصمت دری کے مقدمہ کی سماعت

کرامات کے ذریعہ علاج کرنے کے بہانے خواتین کی آبرو لوٹ لی

دوسری خواتین کو بچانا چاہتی تھی اس لیے میں سامنے آگئی۔ طالبہ کا بیان

(روزنامہ جنگ لندن ۴ جنوری ۱۹۹۱ء)

(۲) میں بچے کے حصول کے لیے چشتی سے مباشرت پر مجبور تھی
میرے منع کرنے پر اس نے مجھے بیٹی کہہ کر مخاطب کیا اور کہا کہ میں پیر بول رہا ہوں[1]

عدالت میں خاتون کا بیان

(۳) یہ صحیح ہے کہ غلام رسول چشتی نے زبردستی میری آبروریزی کی
چشتی نے مجھے بتایا کہ مجھ پر جنوں اور بھوتوں کا اثر ہے[2]

عدالت میں خاتون کا بیان

(۴) میں نے چشتی کی ناراضگی کے ڈر سے کوئی اعتراض نہیں کیا
وہ میری بیٹی کو کمرے میں لے جاتا ہم کمرے کے باہر اس کا انتظار کرتے رہتے[3]

عدالت میں طالبہ کے والد کا بیان

(۵) غلام رسول چشتی پیر نہیں غلاظت کا ڈھیر ہے[4]

عدالت میں طالبہ کے والد کا بیان

(۶) غلام رسول چشتی کے مقدمے کی سماعت میں ویڈیو فلموں کی نمائش
فلموں میں خواتین کے ساتھ چشتی کی مباشرت کے طویل مناظر موجود تھے[5]

بیویوں کی لمبی فہرست

(۷) پاکستان میں میری چار اور برطانیہ میں متعدد بیویاں ہیں
برطانیہ میں میری پہلی بیوی۔ بیوی نہیں بلکہ اسلامی گرل فرینڈ ہے[6]

عدالت میں چشتی کا بیان

لہ جنگ لندن ۴ جنوری [illegible] [illegible] جنوری ۱۹۹۱ء [illegible] ایضاً ۴ جنوری ۱۹۹۱ء [illegible] ایضاً جنوری ۱۹۹۱ء [illegible] ایضاً جنوری ۱۹۹۱ء

عدالت میں جج اور جیوری نے خواتین کے بیانات سنے اور ان تمام جنسی عمل کے مناظر بھی
دیکھے جو خود پیر چشتی نے خفیہ طور پر قلم بند کیے تھے۔ استغاثہ اور وکیل صفائی کے دلائل و مباحثات
بھی سنے۔ بالآخر عدالت نے فیصلہ کیا کہ پیر چشتی مجرم ہے۔ اس فیصلے کی خبر کی کارروائی روزنامہ جنگ
لندن کی ۱۱ جنوری ۱۹۹۵ء کے شمارے میں شائع ہوئی ہے۔ آپ سے یہاں مطالعہ فرمالیں۔

خواتین کی عصمت دری پر غلام رسول چشتی کو ۱۱ سال قید کی سزا

یہاں اولڈ بیلی سنٹرل کریمنل کورٹ میں جج رابرٹ ہیمبری نے ساؤتھ آل کے
غلام رسول معروف پیر طریقت علامہ ابو الفتح چشتی کو ایک خوبرو کمسن طالبہ اور
دوسری دوشیزاؤں کو ان کی مشکلات و مسائل حل کرنے کا جھانسہ دے کر ان کی
عصمت دری اور بے حرمتی کرنے کے جرم میں ۱۱ برس قید کی سزا سنا دی۔ اس
سے قبل جیوری نے عصمت دری کے چار الزامات میں متفقہ طور پر اور دو الزامات
میں کثرت رائے سے غلام رسول چشتی کو مجرم قرار دیا۔ جیوری نے خواتین کی بے
حرمتی کرنے کے تین الزامات میں متفقہ طور پر ساؤتھ آل کے چشتی کو مجرم قرار
دیا۔ جج ہیمبری نے سزا سناتے ہوئے مجرم چشتی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ
تم نے اس اعتماد کو مجروح کیا جو لوگوں نے تم پر تمہاری حیثیت کی وجہ سے کیا تھا
تم خود کو پیر کہتے تھے اور مذہبی رہنما تھے۔ اسلامی معاشرہ میں پیر کے ساتھ لوگ
عقیدت و احترام کرتے ہیں اور وہ روایات کے مطابق اپنی مشکلات و مسائل کے
حل میں مدد کے لیے پیر کی جانب دیکھتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ وہ ان کی مدد
کرے گا۔ لیکن تم نے اپنی حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ وہ
تمہارے پاس آنے کے بعد محفوظ رہیں گے لیکن تم نے ان کے اعتماد کو شدید نقصان
پہنچایا۔ تم نے ایک ۱۵ سالہ بچی کو دھوکا اور جھانسہ دے کر اس کی عصمت

لوٹی اور اس کی بے حرمتی کی۔ تم نے بہت سی دوسری خواتین کو بھی پھانسا اور دھوکا
دے کر ان کی عصمت لوٹی اور بے حرمتی کی۔ ان میں سے دو خواتین نے شکایت
کی۔ تم پر طالبہ کی عصمت لوٹنے کے تین اور بے حرمتی کرنے کا ایک جرم ہے
تم پر خاتون "ا" کی عصمت لوٹنے کے دو اور بے حرمتی کرنے کا ایک جرم ہے۔ تم پر
خاتون "ب" کی عصمت لوٹنے کے تین جرائم ہیں۔ تم نے ان جرائم کا ارتکاب ۱۹۸۹
اور جنوری ۱۹۹۰ کے درمیانی عرصہ میں کیا۔ ان جرائم میں سب سے سنگین جرم یہ ہے
کہ تم نے ۱۵ سال کی نابالغ طالبہ کی آبرو ریزی کی۔ وہ مسلم دوشیزہ ہے۔ تمہارے
جرم سے اسے نفسیاتی اور جسمانی طور پر شدید نقصان پہنچا۔ تم نے اس کے کنوارپن
کو ختم کیا۔ یہ جرم اس لیے بھی سنگین ہے کہ اسلام میں کنوارپن کی بہت اہمیت
ہے۔ تمہارے گھناؤنے اقدام سے لڑکی کے خاندان کی عزت کو بٹہ لگا۔ دوسری
دو خواتین نے بھی تم پر یقین اور اعتماد کیا تھا۔ ان میں ایک دوشیزہ کی عمر ۲۰ سال
سے زیادہ اور دوسری دوشیزہ کی ۲۰ سال سے زیادہ ہے۔ ان دونوں نے بھی
تمہاری مدد چاہی لیکن تم نے ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی اور ان کی عصمت
لوٹی۔ تم ان جرائم کا ارتکاب کرنے کی بنا پر سخت سزا کے حقدار ہو۔ یہ سزا اس لیے
بھی ضروری ہے تاکہ تمہاری قماش کے دوسرے لوگوں کے لیے باعث عبرت
ہو اور وہ اس قسم کے جرائم کا ارتکاب نہ کریں۔ تم نے اپنی شہادت دی۔ تم نے
اقرار جرم نہیں کیا۔ یہ دکھ کی بات ہے کہ تم جیل میں بھی بیشتر حصہ قید تنہائی میں رہے
پھر اس ملک میں یا پاکستان میں اور اسلامی دنیا میں تمہارا کوئی دوست نہیں ہے
چونکہ تم نے انتہائی سنگین جرائم کا ارتکاب کیا ہے اس لیے میں تمہیں طالبہ
کی عصمت دری کرنے کے جرم میں گیارہ سال قید۔ اس کی بے حرمتی کرنے کے جرم
میں تین سال قید۔ خاتون "ب" کی عصمت لوٹنے کے جرم میں ۵ سال قید اور اس کی

بے حرمتی کرنے کے جرم میں دو سال قید۔ خاتون ۔ کی عصمت لوٹنے کے جرم میں
۶ سال قید کی سزا دیتا ہوں۔ ان سزاؤں پر بیک وقت عمل ہوگا۔ اس طرح تمہیں مجموعی
طور پر گیارہ سال قید ہوگی۔ قید کے خاتمہ پر تمہیں برطانیہ بدر کرتے ہوئے اسی ملک
(پاکستان) بھجوا دیا جائے گا جہاں سے تم آئے تھے۔ عدالت اس سلسلہ میں
برطانوی وزیر داخلہ سے تمہیں برطانیہ بدر کرنے کی درخواست کرے گی۔

جمعرات کے روز چھ انگریز مردوں اور چھ انگریز خواتین پر مشتمل جیوری کوئی فیصلہ
نہ کر سکی تھی۔ چنانچہ جیوری کے تمام ارکان نے نامعلوم ہوٹل میں رات بسر کی۔ جمعہ کی
صبح ساڑھے نو بجے جیوری کے ارکان نے چشتی کے اس وڈیو ٹیپ کے دو مناظر دیکھے
یہ وڈیو ٹیپ چشتی کے "آستانہ شریف" ۳۴ مالینڈی مارگریٹ روڈ ساؤتھ آل
سے برآمد ہوا تھا۔ اس میں غلام رسول چشتی ، شکار ہونے والی خواتین سے اپنی
جنسی پیاس بجھاتے ہوئے ٹیپ کیے گئے ہیں۔ یہ ٹیپ ریکارڈنگ اس نے خود کی
تھی۔ جیوری ان دو مناظر کو دوبارہ دیکھنے کے بعد غور و خوض کرنے کے لیے پھر
چلی گئی اور گیارہ بج کر ۵۲ منٹ پر واپس آئی۔ جیوری نے بتایا کہ فرد جرم میں شامل
۱۱ الزامات میں سے ۸ الزامات پر متفقہ طور پر فیصلہ کرتے ہوئے ملزم ابو الفتح
چشتی کو مجرم قرار دیا گیا ہے۔ اس پر جج ہمبری نے جیوری سے کہا کہ وہ باقی تین
الزامات پر بھی غور کریں۔ ان کے بارے میں ۱۰ نہیں دو کے مقابلہ میں دس کی اکثریت
کی رائے قابل قبول ہوگی۔ چنانچہ جیوری تقریباً ایک بجے واپس آئی اور اس نے
بتایا کہ عصمت دری کے ایک اور الزام پر اتفاق رائے سے چشتی کو ملزم قرار دیا
ہے۔ البتہ عصمت دری کے دو باقی الزامات کے بارے میں ایک کے مقابلہ میں
۱۱ اور دو کے مقابلہ میں ۱۰ ارکان کی اکثریت سے چشتی کو مجرم قرار دیا گیا ہے چنانچہ
جج نے یہ فیصلہ [illegible] چشتی کو [illegible] سزا سنائیں

نے استدعا کی کہ سزا دیتے وقت ان باتوں کا لحاظ رکھا جائے۔ اول یہ کہ ملزم کی
عمر ۷۰ برس ہے وہ اکیلا ہے۔ اسے نہ صرف اپنے دوستوں اور عزیزوں نے
بلکہ سارے مسلم معاشرے نے دھتکار دیا ہے۔ اب وہ اس دنیا میں اکیلا رہ گیا ہے
وہ جیل میں بھی بیشتر وقت قید تنہائی میں رہتا ہے۔ پاکستان میں اور ساری اسلامی
دنیا میں اسے مسترد کر دیا گیا ہے۔ وہ اپنی باقی ماندہ زندگی کے لیے دھتکار دیا گیا
ہے۔ اس کا صرف ایک بھائی ہے جو غالباً جاپان میں ہے۔ وہ اسے ایک مرتبہ
ملنے آیا تھا۔ یہ وہ انسان ہے جس کا اب اس دنیا میں کوئی ہمدرد اور دوست
نہیں ہے۔ جیل میں اس سے ملاقات کرنے کے لیے بھی کوئی نہیں آئے گا۔ ایسی
صورت میں اسے سزا دیتے ہوئے نرمی برتی جائے۔ جب پیر علامہ ابوالفتح چشتی
(غلام رسول چشتی) کو سزا سنائی گئی تو اس کا چہرہ جذبات سے عاری پتھر کی
مانند تھا۔ اس نے کالی پتلون اور لمبا کوٹ اور سویٹر زیب تن کر رکھا تھا۔ ہاتھ
میں تسبیح تھی۔ اس نے سزا سننے کے بعد جج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ آپ کا
بہت شکریہ۔ فیصلے کے وقت گیلری میں دو مرد اور ۸ خواتین بیٹھی تھیں۔ سماعت
سننے کے لیے عام طور پر مردوں کے مقابلہ میں ایشیائی خواتین زیادہ تعداد میں گیلری
میں آتی رہی ہیں۔ غلام رسول چشتی کو قیدیوں کی گاڑی میں اپنی سزا کاٹنے کے لیے
برکسٹن جیل لے جایا گیا۔ وہ اپنا بیشتر وقت جیل کی لائبریری کی کتب پڑھنے اور
عبادت کرتے ہوئے اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے گزارتا ہے۔ اپنی گرفتاری
سے قبل اس کا شمار برطانیہ میں رہنے والے ان پیروں و مشائخ میں ہوتا تھا
جو اپنے درجنوں مریدوں کے ساتھ چلتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں اور لوگ عقیدت
و احترام کا اظہار ان کے ہاتھ چوم کر اور پاؤں کو چھو کر کرتے ہیں۔ ان پیروں اور
مذہبی رہنماؤں کے بارے میں یہ تاثر پایا جاتا ہے [illegible] کم تعداد میں ہوتا ہے

کے خلاف پمفلٹ بھی تقسیم کیے۔ یاد رہے کہ غلام رسول چشتی کا مقدمہ اپنی نوعیت کا
برطانیہ میں پہلا مقدمہ ہے۔ بعض تنظیموں نے برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا ہے
کہ ان پڑھ جاہل مولویوں کے برطانیہ آنے پر پابندی لگائی جائے۔ انہوں نے
حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان سے برطانیہ آنے والے تمام
مذہبی رہنماؤں، پیروں، مولویوں، علماء کے لیے یہ لازم قرار دیا جائے کہ وہ نہ صرف
پڑھے لکھے ہوں بلکہ وہ مدت کے بعد پاکستان واپس آنے کی ضمانت دیں۔ وزارت
مذہبی امور کے این او سی کے بغیر ملک سے باہر بھی نہ آنے دیا جائے کیونکہ غلام رسول
چشتی جیسے نام نہاد پیر اور مولوی نہ صرف برطانیہ میں اسلامی معاشرتی برائیاں
پیدا کرتے ہیں بلکہ وہ تبلیغ اسلام کی بجائے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے ہیں۔
غلام رسول چشتی بہاول پور کے رہنے والے ہیں۔ وہ ملتان میں رہنے کے بعد بیشتر
عرصہ کراچی میں رہے۔ انہوں نے پاکستان میں باقاعدہ چار شادیاں کیں۔ ان کے
پاکستان میں گیارہ بچے ہیں۔ ان کی برطانیہ میں متعدد بیویاں ہیں۔ وہ متعدد مریدین
رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی ایک بیوی کے بارے میں کہا تھا کہ وہ میری بیوی نہیں بلکہ
اسلامی گرل فرینڈ ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں کراچی
میں رکن پارلیمنٹ منتخب ہوئے تھے۔ انہوں نے رشدی کے مسئلے کے بعد مختلف
تنظیمیں قائم کیں۔ انہوں نے ساؤتھ آل میں اپنے آستانہ شریف کو عیاشی کے
اڈے میں تبدیل کر دیا تھا جو خواتین اپنے مسائل، مشکلات کے حل کے لیے کسی نہ
کسی وجہ سے ان کے پاس آئیں وہ انہیں تعویذ دے کر ان کی عزت لوٹتے۔
ان کی عیاشی کا عالم یہ تھا کہ وہ خواتین کے ساتھ اپنے جنسی کھیل کو دوبارہ لطف
اندوز ہونے کے لیے وڈیو ٹیپ کرتے۔ ان کے گھر سے برآمد ہونے والے ایک
وڈیو ٹیپ میں پانچ خواتین کے ساتھ جنسی کھیل کھیلتے ہوئے دکھایا گیا ہے

ان میں دو نامعلوم خواتین تھیں جب کہ تین خواتین وہ ہیں جن کی بنا پر انہیں سزا ہوئی ہے۔ ان دو نامعلوم خواتین کے بارے میں چشتی نے بتایا تھا کہ ان میں سے ایک خاتون کا تعلق بھارت یا پاکستان سے تھا۔ ان کا نام انہوں نے گل بتایا تھا۔ وہ برطانیہ سے جا چکی ہے۔ باقی خواتین جو اس مقدمہ میں شکایت کنندہ تھیں کا نام اس لیے نہیں لیا جا سکتا کہ قانون ان کی اجازت نہیں دیتا۔ اس مقدمہ کی تحقیقات کرنے والے ڈی ٹیکٹو سارجنٹ برائن کراس، چیف آف چانفڈ پروسیکیوشن ٹیم نے مقدمہ کے فیصلے کے بعد مقدمہ میں گواہ کے طور پر پیش ہونے والی ان تین خواتین کو ان کی جرأت پر خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ غیر معمولی جرأت کے مالک ہیں کہ وہ سامنے آئیں اور انہوں نے اپنے ساتھ ہونے والے مظالم بیان کیے۔ سزا ہونے کے بعد ان خواتین کو قدرے تسکین ہو گی لیکن انہیں اس بات پر خوشی ہو گی کہ انہوں نے ایک معاشرتی ناسور کو بے نقاب کیا۔ یہ خواتین مسلم معاشرہ کی باعزت خواتین میں جن سے چشتی نے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ اگر وہ جرأت مندانہ کاروائی نہ کرتیں تو چشتی نہ معلوم کب تک معصوم عصمتوں کو لوٹنے کا کھیل جاری رکھتا۔[۱]

پیر طریقت ابوالفتح چشتی کے بعد پیر طریقت عبدالقادر جیلانی

پیر ابوالفتح چشتی کا آستانہ مستانہ آپ ۱۴۰، مارگریٹ روڈ ساؤتھ آل پر دیکھ آئے ہیں۔ اب والتھم سٹو کے پیر عبدالقادر جیلانی کے ایک عقوبت خانہ کو بھی دیکھئے۔ چاقو، کلہاڑیاں اور دوسرے خطرناک آلات سے یہ عقوبت خانہ کس طرح مسلح ہے، وہ کس قدر تصویر درد بنا ہوا ہے —— لندن پولیس ان دنوں اس عقوبت خانے کے متعلق پیر عبدالقادر جیلانی کی تلاش میں سرگرداں ہے اور شاید وہ اب اسے انٹرپول سے پکڑوانے میں کامیاب ہو جائے اور یوں یہ پیر طریقت بھی اپنے انجام کو پہنچ جائے۔

۱؎ روزنامہ جنگ لندن ۱۹ جنوری ۱۹۹۱ء

لندن کے پیر عبدالقادر جیلانی

یہ پیر عبدالقادر جیلانی شیخ محباٹہ راولپنڈی کے رہنے والے ہیں۔ اور بریلوی حلقوں میں کافی مقبول ہیں۔ موصوف دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مدینہ یونیورسٹی کے فاضل ہیں۔ برطانیہ کے بعض لوگوں نے مدینہ یونیورسٹی سے اس کی تحقیق کی تو پتہ چلا کہ یہ درست نہیں۔ علمی عدم دلچسپی اور بعض دوسری وجوہات کی بنا پر ان کو مدینہ یونیورسٹی سے خارج کر دیا گیا تھا تاہم یہ صحیح ہے کہ اپنے آپ کو فاضل مدینہ یونیورسٹی کہتے ہیں۔ برطانیہ کے بریلوی پیروں اور مولویوں کی گرتی ساکھ کو بچانے کے لیے پیر جیلانی کو شیخ محباٹہ سے یہاں بلایا گیا۔ مولوی عنایت اللہ سانگلوی کے ساتھ ان کے بڑے گہرے مراسم تھے اور اکثر موقعوں پر ان کو اکٹھے ہی پایا جاتا رہا ہے۔ پیر عبدالقادر جیلانی برطانیہ میں بریلوی مولویوں اور پیروں کے شیخ المشائخ سمجھے جاتے تھے اور ان کے مولوی انہیں شکر الاسلام کہتے رہتے ہیں پیر عبدالقادر نے برطانیہ کے اکثر شہروں میں رہائش کی خواہش کا اظہار کیا لیکن ہر جگہ بریلوی مولویوں نے ہی مسجد کی امامت دینے سے انکار کر دیا۔ یہ کیوں؟ —— اس کا صحیح علم نہ ہو سکا لیکن یہ ضرور ہوا کہ لندن میں آپ والتھم اسٹو میں فرقہ وارانہ فضا پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے اور جاہلوں کی کی جہالتوں سے فائدہ اٹھا کر ایک مسجد پہ قابض ہو گئے

آپ نے بھی پیر چشتی کی طرح یہاں تعویذوں کا سلسلہ شروع کیا —— پھر کیا تھا اکثر عورتوں اور روحانی طلبوں کے ذریعہ مریدوں کی تعداد بڑھنے لگی نذرانے وصول ہونے لگے پیر جیلانی مسجد میں جاتے تو انہیں ولیوں کی کرامات کے قصے سناتے لوگ ان کے ہاتھ چومتے اور جب تک پیر صاحب اپنے ہاتھ چوموا نہ دیتے کسی کو مسجد سے باہر نکلنا دشوار ہو جاتا۔ لیکن گھر میں کیا حال اور کس مالداری، نخرے اور عیاشی کی زندگی بسر ہو رہی تھی۔ سے دیکھئے۔

روزنامہ جنگ لندن کے مستقل کالم نگار جناب حبیب الرحمٰن اپنے کالم لندن نامہ میں

لکھتے ہیں۔

> پیر صاحب کے آستانے پر ہم نے بھی ایک دفعہ حاضری دی تھی۔ عاشق علی خان ہمارے ہمراہ تھے۔ پیر صاحب نے اپنے خاص مرید کو حکم دیا کہ ان کا ذاتی کمرہ کھول دیا جائے۔ ہم دونوں اس کمرے میں جب پہنچے تو ایسے محسوس ہوا جیسے ہم کسی سیلون کے کمرے میں آ گئے ہیں۔ ایکسرسائز X Rays Size یعنی جسم کی ورزش کا تمام تر سامان یہاں موجود تھا۔ یہ حضرت بھی تعویذ گنڈے اور پیری مریدی کا دھندہ کیا کرتے تھے۔ سادہ لوح لوگوں کو بڑی بے رحمی کے ساتھ انہوں نے لوٹا۔ اب عذاب الٰہی کا شکار ہیں اور اس ملک کے اشتہاری ملزم بن کر خدا جانے کہاں کہاں کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔[1]

پیر عبدالقادر جیلانی کی صاحبزادی نے اپنے والد کی مرضی کے خلاف ایک مسلمان نوجوان سے شادی کر لی۔ جس پر کوئی شرعی قباحت نہ تھی لیکن اس انکشاف نے پیر عبدالقادر جیلانی کو آپے سے باہر کر دیا اور پیر صاحب نے اس نکاح کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ صاحبزادی کی درخواست پر عدالت میں بتایا گیا کہ پیر جیلانی نے اپنی صاحبزادی کو حبس بے جا میں رکھا ہے۔ اسی دوران پیر جیلانی اپنے مریدوں کے ذریعے اپنے داماد ضیا محمود کو قتل کی دھمکیاں بھی دیتے رہے۔ رپورٹ کے مطابق عبدالقادر جیلانی نے ضیا محمود سے بیٹی واپس کرنے کے لیے کہا اور دھمکی دی کہ اگر اس کی بیٹی واپس نہ کی گئی تو اس کے اور اس کے خاندان کو خوفناک نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بیٹی واپس نہ آئی۔ پیر صاحب نے کچھ لوگوں کو راولپنڈی میں تیار کیا جنہوں نے ضیا محمود کے چھوٹے بھائی ۹ سالہ عمر فاروق کو ایوب پارک کے قریب اغوا کیا اور بعد میں بہیمانہ طور پر قتل کر دیا۔ برطانیہ میں پیر صاحب کے مریدوں نے ضیا محمود کو اغوا کرنے کا منصوبہ بنایا لیکن اغوا کی واردات کے وقت پولیس ملزموں کو تمام آلات سمیت گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئی۔[2]

---

[1] جنگ لندن ۵ مئی ۱۹۹۲ء [2] جنگ ۱۰ اگست ۱۹۹۱ء

پیر جیلانی کی بیٹی اور ان کا داماد پولیس کی حفاظت میں رہے جبکہ پیر جیلانی لاپتہ ہونے میں کامیاب ہو گیا اور اس وقت تک بریلویوں کے یہ صدر مولوی اشتہاری مجرم کی حیثیت سے ہیں۔ برطانیہ کے اکثر اخبارات نے انگریزی و اردو نے اس اغوا، قتل، تشدد اور پیر کے فرار کی تفصیل لکھی جبکہ انڈیپنڈنٹ ۱۰-۲۰ پر سنٹرل ٹی وی کے تحقیقی پروگرام کک رپورٹ میں سیاہ عقیدے کے نام سے ایک دستاویزی پروگرام نشر کیا گیا جس میں پیر جیلانی کے گھناؤنے کرتوتوں سے پردہ اٹھایا گیا۔ اس پروگرام میں لندن اور راولپنڈی میں پیر جیلانی کو جاننے والے درجنوں افراد کے علاوہ ضیاء محمود، زہرہ ضیا کے انٹرویو بھی ریکارڈ کیے گئے اور دکھایا گیا کہ پیر جیلانی کے لوگوں نے ایوب پارک کے پاس ۱۵ سالہ عمر فاروق کو کس طرح اغوا کیا۔ پھر گوجرانوالہ کے قریب کسی الگ تھلگ مقام پر اسے کئی روز رکھا اور پھر قتل کر دیا۔ پروگرام میں سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس راولپنڈی کا انٹرویو بھی شامل ہے جس میں کہا گیا کہ پولیس کے پاس اس بات کی کافی شہادتیں موجود ہیں کہ جیلانی کے مریدوں نے اس پیر جیلانی کے کہنے پر یہ سارا کچھ کیا ہے۔[1]

اس وقت پیر جیلانی روپوش ہیں اور ان کے مرید جنہوں نے ضیاء محمود کو اغوا کرنے کی سازش کی تھی حوالات میں بند ہیں اور چار چار سال کی سزا کاٹ رہے ہیں۔

روزنامہ جنگ لندن کی چند شہ سرخیاں

① پولیس کو والتھم اسٹو کے پاکستانی مذہبی رہنما کی تلاش (۴ نومبر ۱۹۹۰ء)

② والتھم اسٹو کے پیر کی بیٹی اور داماد پولیس کی حفاظت میں جبکہ پیر کی تلاش جاری ہے (۱۵ نومبر ۹۰ء)

[1] جنگ ۱۰ مئی ۱۹۹۲ء

③ ضیاء محمود کو قتل کی دھمکیاں دی گئی تھیں۔ (۲۰ دسمبر ۱۹۹۰ء)

④ اغوا اور قتل کی سازش میں چھ پاکستانیوں کے خلاف مقدمہ کی سماعت مقدمہ میں غوث عبدالقادر شاہ گیلانی بدستور مفرور ہیں۔ (۷ اگست ۱۹۹۰ء)

⑤ میرے والد نے ضیاء محمود سے ملاقات کرنے پر پابندی لگا رکھی تھی
میرے والد کی پانچ بیویاں ہیں۔ وہ بُرے کاموں کی وجہ سے پاکستان میں بہت مشہور ہیں
پیر عبدالقادر کی بیٹی کا بیان (یکم ستمبر ۱۹۹۱ء)

⑥ میرے والد مجھے اور میرے شوہر کو قتل کرنا چاہتے تھے۔
عدالت میں زہرہ گیلانی کا بیان (۳ ستمبر ۱۹۹۱ء)

⑦ گیلانی نے بتایا کہ وہ اپنی بیٹی اور ضیاء محمود کو قتل کرنا چاہتا ہے۔
میں ضیاء اور گیلانی کے درمیان صلح صفائی کرانے کا خواہاں تھا
عدالت میں مسٹر ملک کا بیان (۵ ستمبر ۱۹۹۱ء)

⑧ میں پیروں پر یقین نہیں رکھتا۔ ضیاء محمود[1]

اس سے اصل بات سامنے آجاتی ہے کہ پیر عبدالقادر جیلانی کیوں اپنی بیٹی کو ضیاء محمود کے نکاح میں دینے کے خلاف تھا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ضیاء محمود بریلوی نہ تھا اور بریلوی پیروں اور مولویوں کو حق پر نہ جانتا تھا۔ اس نے بریلویت کو بہت قریب سے دیکھ لیا تھا۔ اور پیر جیلانی کی بیٹی زہرہ بھی بریلوی عقائد پر نہ تھی۔ پیر عبدالقادر جیلانی کے نزدیک دونوں مرتد ہو چکے تھے۔ اب پیر صاحب کو فکر تھی کہ کسی طرح ان دونوں مرتدوں کو قتل کیا جائے۔

برطانیہ کی پولیس نے ضیاء محمود کو اغوا اور قتل کرنے کی سازش کرنے والے افراد کو عین اس وقت گرفتار کر لیا جب وہ ضیاء محمود کو اغوا کرنے جا رہے تھے۔ اس سازش کے مبینہ سربراہ پیر عبدالقادر تھے۔ پولیس نے ان تمام مجرموں کو گرفتار کر لیا جب کہ عبدالقادر ابھی تک

---

[1] دیکھئے روزنامہ جنگ ۱۰ ستمبر ۱۹۹۱ء

مرزد رہے۔ برطانیہ کی مشہور عدالت اولڈ بیلی میں فریقین کے وکلاء حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنے اپنے دلائل دیئے۔ چھ مجرموں میں سے چار کو چار چار سال قید کی سزا دی گئی اور پانچویں کو دو سال کی جبکہ چھٹے کو الزامات سے بری قرار دیا گیا لیکن پیر عبدالقادر ابھی تک پولیس کو مطلوب ہیں۔ اور برطانیہ کی پولیس جب بھی انہیں گرفتار کرے گی ان پر مقدمہ چلے گا۔

ہم ذیل میں روزنامہ جنگ لندن کے ۱۷ ستمبر ۱۹۹۱ء میں شائع ہونے والے عدالت کے فیصلے کی نقل درج کرتے ہیں جس سے اس واقعہ کی پوری تفصیلات سامنے آجاتی ہیں۔

پیش نظر رہے کہ مقدمہ کے دوران روزنامہ جنگ کے نمائندے کو پیر عبدالقادر کے مریدوں نے گھیر لیا بھی کیا تھا تاکہ وہ ان خبروں کو اخبارات میں نہ دے اس کی رپورٹ بھی پولیس کو کر دی گئی تھی۔ لیجئے روزنامہ جنگ فیصلہ ملاحظہ کیجئے یہ جنگ کی ۱۷ ستمبر ۱۹۹۱ء کی اشاعت ہے:۔

مشرقی لندن کے علاقہ والتھم سٹو کی لی برج روڈ کی جامع مسجد کے امام پیر عبدالقادر گیلانی کے داماد ضیاء محمود کو اغوا اور قتل کرنے کی مبینہ سازش کرنے کے مقدمہ میں ملوث چھ ملزموں میں سے چار ملزموں شمس میاں، سید اشتیاق شاہ خادم حسین اور مشتاق احمد کو چار چار سال قید اور ٹیلیفون پر قتل کی دھمکیاں دینے کے جرم میں ملزم گلاب حسین کو دو سال کی سزا دے دی گئی یہاں سنٹرل کریمنل کورٹس (اولڈ بیلی) کی عدالت نمبر ۱ میں فاضل جج مسٹر سیکس نے مقدمہ میں ملوث چھٹے ملزم صابر حسین کو تمام الزامات سے بری کر دیا یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ دستاویز کے مطابق عبدالقادر گیلانی کی بیٹی زہرہ نے ۱۹۹۰ء میں پاکستانی نوجوان ضیاء محمود سے شادی کر لی تھی۔ عبدالقادر گیلانی اس شادی کے خلاف تھے اور وہ ضیاء محمود سے اپنی بیٹی کو واپس کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے ضیاء محمود اور زہرہ کی شادی جامع مسجد ویسٹ چیپل لندن میں باقاعدہ ہوئی تھی جس کے بعد نو جیم کے رجسٹری آفس میں برطانوی قانون کے مطابق رجسٹر ہوئی تھی۔

پانچوں ملزموں کو جنہیں سزا سنائی گئی ہے کے وکلاء نے جج مسٹر سکیس سے
اپنے اپنے ملزم کے مخدوش گھریلو حالات اور خرابی صحت اور متعدد دوسری
وجوہات کی بنا پر سزا نرم دینے کی درخواست کی۔ اس سے پہلے بدھ کی صبح چھ
خواتین اور چھ مردوں پر مشتمل جیوری کو فیصلہ کرنے کے لیے بھیج دیا گیا۔ اس
مقدمہ کی سماعت گذشتہ ماہ شروع ہوئی تھی۔ جج نے سنگل اپ سنگل کی شام
کو پوری کرلی تھی چنانچہ بدھ کے روز جیوری پونے تین بجے واپس آئی اور
اس نے بتایا کہ ان کا فیصلہ متفقہ ہے۔ جیوری نے ملزم صابر حسین کو تمام الزامات
سے بری کر دیا۔ جبکہ باقی ۵ ملزموں کو مجرم قرار دیا۔ جج مسٹر سکیس نے ملزم
گلاب حسین کو دو سال قید کی سزا سناتے ہوئے کہا کہ تم نے ٹیلیفون پر قتل کرنے
کی دھمکیاں دیں۔ ان دھمکیوں سے صابر حسین انتہائی خوفزدہ ہو۔ تمہارا یہ کام
قانون کے خلاف تھا چنانچہ تمہیں دونوں الزامات میں دو دو سال کی سزا دی
جاتی ہے لیکن اس سزا پر بیک وقت عمل درآمد ہو گا۔ جج نے ملزموں کے بارے
میں کہا کہ گرچہ ماضی میں ان کے خلاف کوئی الزام نہیں ہے اور ان کا کردار
اچھا رہا ہے لیکن یہ انتہائی سنگین جرائم میں ملوث ہوئے ہیں۔ ملزم مشتاق احمد
سید اشتیاق شاہ خادم حسین اور شمس میاں سے مخاطب ہوتے ہوئے جج سکیس
نے انہیں چار چار سال قید کی سزا دی۔ انہوں نے کہا کہ ان ملزموں نے انتہائی
خطرناک سازش کی جس کا مقصد اغوا کرنا اور جسمانی طور پر سخت نقصان پہنچانا تھا
کوئی مہذب معاشرہ ان جرائم کو نظر انداز نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان کے ارتکاب
کی اجازت دیتا ہے۔ ان ملزموں کو اتنی دیر تک جیل میں رہنا چاہیے کہ ان کے
جرائم کے اثرات زائل ہو جائیں۔ چنانچہ انہیں چار چار سال قید کی سزا سنائی جاتی
ہے جب جیوری نے صابر حسین کو بری قرار دیا تو جج مسٹر سکیس نے حکم دیا کہ

صابر حسین جا سکتا ہے چنانچہ صابر حسین اُٹھ کر چلا گیا اس کے ساتھ ہی اس کے وکیل بیرسٹر کارسن بھی چلے گئے۔ پھر باقی پانچ ملزموں میں سے پہلے گلاب حسین کو اور پھر باقی چار ملزموں کو سزا سنائی گئی۔ اس وقت سارے ملزم اپنے اپنے مترجموں کے ساتھ کھڑے تھے۔ سزا سنانے پر ان کے چہرے کافی پریشان دکھائی دینے لگے پبلک گیلری میں ۲۲ افراد موجود تھے جن میں سولہ افراد ایشیائی تھے بیشتر ملزموں کے حامی تھے سزا سننے کے بعد کچہری سے جاتے ہوئے شمیم جالے اپنی سولیسٹر خاتون سے اپنے عزیزوں کے لیے پیغام دیا کہ وہ اس کے کپڑے بھجوا دیں

صابر حسین کے بری ہونے پر کسی کو تعجب نہیں ہوا لیکن لوگوں میں محسوس کیا گیا کہ ملزموں کو کافی کم سزا دی گئی ہے۔ اس کی وجہ غالباً ملزموں کے وکلا کی جانب سے کی گئی درخواست تھی۔ بیشتر ملزم گزشتہ اکتوبر سے زیر حراست ہیں۔ اس طرح وہ پہلے ہی تقریباً ایک سال کی سزا کاٹ چکے ہیں۔ سب سے پہلے گلاب حسین رہا ہو کر باہر آئے گا۔ کیونکہ اسے صرف دو سال قید کی سزا دی گئی ہے اگر انہوں نے اس دوران میں کوئی جرم سرزد نہ کیا تو یہ ملزم ڈیڑھ دو برس کے اندر باہر آجائیں گے لیکن پولیس اب بڑی تیزی سے اغوا اور قتل کی اس سازش کے سرغنہ پیر عبدالقادر گیلانی کی تلاش میں ہے پولیس کے ترجمان نے کہا کہ اسے گیلانی مطلوب ہے اور جیسے ہی وہ گرفتار ہوگا اس پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ اس مقدمہ کا پس منظر یہ ہے کہ پاکستانی نوجوان ضیا محمود اور گیلانی کی بیٹی زہرہ ایک دوسرے سے پاکستان سے جانتے تھے گیلانی کی بیٹی اور اس کا بھائی نقیب گیلانی راولپنڈی سے لندن آگئے۔ پیر گیلانی والتھم سٹو کے علاقہ میں بااثر مذہبی شخصیت تصور کیے جاتے تھے۔ انہوں نے تیزی سے اپنے حلقہ کو وسیع کیا۔ ان کی بیٹی نے مقدمہ کے دوران اپنے والد کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے تعویذ سے پال رکھے ہیں اور یہ

گرمانی کی پانچ بیویاں ہیں۔ ان میں سے ایک بیوی میرپور میں اور دوسری مانچسٹر میں
بھی ہے۔ مانچسٹر والی بیوی کو اس نے "حلالہ والی بیوی" قرار دیا جس کا مطلب یہ
ہے کہ کسی نے غصہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ بعد میں اس نے اپنی بیوی
سے دوبارہ نکاح کرنے کی خواہش کی جس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے بیوی
کسی اور سے نکاح کرے، پھر اس سے طلاق لے کر اپنے پہلے خاوند کے ساتھ
عقد ثانی کرے۔ اپنے اصل خاوند سے عقد ثانی سے پہلے کسی دوسرے شخص سے نکاح
کو حلالہ کہا جاتا ہے۔ شہادتوں کے مطابق ضیاء محمود بھی راولپنڈی سے مجبور ہو کر
آیا وہ گیلانی کے بیٹے نقیب کا قریبی دوست بیان کیا جاتا تھا۔ ضیاء محمود اور
زہرہ کے درمیان محبت پروان چڑھتی رہی۔ جب گیلانی کو اس کا علم ہوا تو انہوں
نے دونوں کی ملاقاتوں پر پابندی لگا دی۔ زہرہ کے مطابق اسے ایک سال تک
گھر کے باقی کمرہ [illegible] میں بند رکھا گیا اسے کھانا بھی وہیں دیا جاتا تھا لیکن
اس سختی کے باوجود ضیاء محمود اور زہرہ کے درمیان خطوط کے ذریعہ رابطہ جاری
رہا۔ ضیاء محمود انتہائی مشکلات اور خطرات کے باوجود گھر کے پچھلے حصے سے دیوار
پر چڑھ کر غسل خانہ میں ایک مخصوص جگہ پر پیار نامہ رکھتا۔ زہرہ وہاں سے رقعہ
اٹھا لیتی اور اس کی جگہ اپنا جواب لکھ دیتی۔ اس طرح کوئی ایک سو بیس خطوط
کے تبادلے ہوئے۔ گیلانی نے اپنے قریبی عزیز سے زہرہ کی منگنی کی تھی لیکن زہرہ
اس سے شادی کرنے کے لیے تیار نہ تھی۔ آخر ضیاء محمود اور زہرہ نے شادی کرنے
کا فیصلہ کیا۔ زہرہ ایک رات کے آخری حصہ میں گھر سے نکل کر ضیاء محمود کے ساتھ کسی
دوسرے شہر میں چلی گئی۔ پھر انہوں نے باقاعدہ نکاح کیا اور برطانوی قانون کے
تحت شادی کو رجسٹرڈ کرائی۔ جب اس کا گیلانی کو پتہ چلا تو اس نے اپنے بیٹے
اور مریدوں کو ضیاء محمود اور زہرہ کی تلاش کرنے پر لگا دیا تھا۔ محمود کو بھی اپنی

جان کا خطرہ تھا کیونکہ جب اس نے صبح صفائی کے لیے گیلانی اور اس کے مریدوں کو فون کیے تو اسے قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ ضیاء محمود ان دھمکیوں کو ٹیپ ریکارڈ کرتا رہا۔ اسی اثناء میں ضیاء محمود کا چھوٹا بھائی ساجد کو راولپنڈی میں گیلانی کے مریدوں نے اغوا کر لیا۔ ضیاء سے کہا جاتا رہا کہ اگر وہ طاہرہ واپس کر دے گا تو اس کا بھائی بھی رہا ہو جائے گا۔ اس عرصہ میں ضیاء محمود نے اپنی کار فروخت کر دی گیلانی اور اس کے مریدوں کو ضیاء محمود اور زہرہ کی تلاش تھی چنانچہ ایکسفورڈ کے ایک شخص کے ذریعہ جس کا دوست پولیس کانسٹیبل تھا پولیس کمپیوٹر سے ضیاء محمود کی کار کے نمبر کی بناء پر معلوم کیا کہ وہ کار کہاں ہے۔ پتہ چلا کہ وہ کار ساؤتھ کے علاقہ کلیہم میں ہے۔ اس سے کچھ عرصہ قبل ضیاء محمود اپنی یہ کار ایک چینی ڈاکٹر کے ہاتھ فروخت کر چکا تھا۔ چنانچہ چینی ڈاکٹر یہ کار اپنے گھر کے قریب کلیہم میں کھڑی کرتا تھا۔ چنانچہ چار ملزموں نے یہ سمجھ کر کہ کلیہم میں ضیاء محمود اور زہرہ بھی ہوں گے ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء کی صبح کلیہم پہنچ گئے۔

ملاک کے گرجا گھر کے نوکر اور اس کی بیوی کو علاقہ میں مشتبہ حالت میں ایشیائی افراد کو دیکھ کر تعجب ہوا۔ چنانچہ انہوں نے پولیس کو اطلاع کر دی۔ پولیس نے فوری طور پر وہاں دو کاروں میں موجود ملزموں مشتاق احمد، خادم حسین، سید اشتیاق شاہ اور شمسو میا کو گرفتار کر لیا۔ مشتاق احمد اور خادم حسین کی کار سے اغوا اور قتل کرنے کا سارا ساز و سامان برآمد ہو گیا۔ ان میں نقاب، رسے، ٹیپ، خنجر، چاقو، شکنجے، جیسے بال کاٹنے اور متعدد دوسری اشیاء تھیں۔ دونوں کاروں میں موجود افراد کے قبضہ سے ضیاء محمود کی تصاویر بھی ملیں جو وہ شناخت کے لیے ساتھ لائے تھے۔ ان دونوں کاروں کا رخ موجودہ ملزم ضیاء محمود کی سابق سفید کار پر تھا کیونکہ ہونے چاہئے تھے کہ شاید وہ دونوں تھے لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ

ضیاء محمود یہ کار فروخت کر چکا ہے۔ ان کی گرفتاری سے ضیاء محمود اور اس کی بیوی کو اغوا اور قتل کرنے کی سازش پکڑی گئی۔ پولیس نے اس سازش کے پیچھے شوکت پیر گیلانی کو بھی گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن پولیس کے مطابق وہ روپوش ہو گیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ برطانیہ ہی میں کسی مرید کے گھر میں روپوش ہے جب کہ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کسی اور ملک میں ہے۔ ادھر گذشتہ برس ضیاء محمود کے ۱۹ سالہ بھائی طور کو جسے اغوا کیا گیا تھا قتل کر دیا گیا ہے۔ راولپنڈی میں مقدمہ درج ہے۔ پاکستان کی پولیس کو بھی گیلانی مطلوب ہے ضیاء محمود اور زہرہ کے ڈر بھی ہوئی ہے لیکن انہیں اب بھی اپنی جان کا خطرہ ہے۔ ان دونوں کو پولیس کا تحفظ حاصل ہے۔ ضیاء محمود مقدمے کے نتائج سے مطمئن نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ملزموں کو بہت کم سزا دی گئی ہے۔ کیونکہ اگر یہ سازش نہ پکڑی جاتی تو یہ ملزم اس کے بھائی طور کی طرح اسے اور زہرہ کو بھی قتل کر دیتے۔ اس مقدمہ کی تحقیقات لور میڈی ڈوگنہم (ایسکس) پولیس کے ڈیٹیکٹو انسپکٹر مسٹر بن بولیمپا نے کی تھی۔

چار چار سال قید کی سزا پانے والے مجرم خادم حسین، مشتاق احمد، اشتیاق حسین شاہ، محمد خسرو میاں

لندن کے بعد انگلینڈ میں

کاونٹری (انگلینڈ) میں مولانا محمد عمر اچھروی کے صاحبزادے مولانا عبد الوہاب صدیقی مخدوم گروپ میں بڑی پسندیدہ شخصیت مانے جاتے ہیں۔ لاہور (پاکستان) میں فلم ورکرز فرنٹ کے صدر ملک آفتاب ربانی کو مختلف مزاروں کی طرف سے سونے کا تاج تحفے میں دیا گیا یہ تاج ملک آفتاب کو پہنانے کون؟ اس کے لیے مولانا عبد الوہاب صدیقی کو منتخب کیا گیا۔
اندیشہ تھا کہ کہیں یہ بات نہ چل نکلے کہ اسلام میں مردوں کو سونا پہننا پہنانا جائز نہیں اس اندیشہ سے بچنے کے لیے بریلوی عالم دین کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ مہمان خصوصی اس تقریب کی بیگم حافظ طوسی تھیں۔

روزنامہ جنگ لاہور نے اپنی ۳ اکتوبر ۱۹۸۴ء کی اشاعت میں بیگم حافظ طوسی، صدر فلم ورکرز فرنٹ آفتاب ربانی اور مولانا عبد الوہاب صدیقی آپ کو اکٹھے نظر آئیں گے یہاں کے بریلوی جواب میں کہتے ہیں مولانا عبد الوہاب پہلے عالم دین تو نہیں جنہوں نے بیگم حافظ طوسی اور فلم ورکرز کا استقبال کیا ہو۔ درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے گدی نشین نے بھی تو ۶۷۸ ویں سالانہ عرس کے موقعہ پر بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو چادر پہنائی تھی اور پھر یہ بھی کہ مسز اندرا گاندھی وہاں خود آگئی ہوں، انہیں مسز اندرا گاندھی عرس کی افتتاحی تقریب میں مہمان خصوصی کے طور پر مدعو تھیں۔ روزنامہ جنگ لاہور نے اپنی ۳ فروری ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں یہ خبر اس طرح دی تھی۔

خواجہ نظام الدین اولیاء کا عرس شروع ہوگیا

نئی دہلی ۲ فروری (ریڈیو رپورٹ) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ۶۷۸ ویں سالانہ عرس مبارک کی تقریبات شروع ہوگئی ہیں عرس کی افتتاحی تقریب کی مہمان خصوصی بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی تھی۔

مولانا محمد عمر اچھروی کے صاحبزادے بیگم عارفہ طوسی کے ہمراہ

فلم ورکرز اور سٹوڈیو سٹارز کی تہذیب و ثقافت علماء و مشائخ کی تہذیب و ثقافت سے کس قدر مختلف ہے یہ کسی سے مخفی نہیں۔ فلم ورکرز فرنٹ کے صدر ملک آفتاب ربانی کو سونے کا تاج پہنانے کے لیے مولانا محمد عمر اچھروی کے صاحبزادے کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اس وقت ہم اس پر اعتراض نہیں کر رہے کہ مرد کو سونا کیوں پہنایا جا رہا ہے اور وہ بھی ایک پیر طریقت کے ہاتھوں — ہمیں صرف یہ سوچ پریشان کر رہی ہے کہ فلم انڈسٹری، سٹوڈیو سٹارز اور علمائے دین میں کیا نسبت ہے خصوصاً جب کہ اس تقریب کی مہمان خصوصی ایک غیر محرم عورت بیگم عارفہ طوسی ہو — تصویر میں یہ تینوں چہرے آپ کو یکساں ملیں گے

فلم ورکرز فرنٹ کے صدر ملک آفتاب ربانی کو ان کے ... [illegible]

تصاویر روزنامہ جنگ لاہور کی ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۰ء کی اشاعت سے لی گئی ہیں۔

جب مولانا سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کیا حضرت نظام الدین اولیاء کے سجادہ نشین نے ۱۹۸۰ء میں عرس کے موقع پر ہندوستان کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کا والہانہ استقبال نہیں کیا تھا اور مسز اندرا گاندھی کو چادر نہیں اوڑھائی گئی تھی۔ روزنامہ جنگ لاہور کی ۱۹۸۰ء کی ۲۷ فروری کی اشاعت میں کیا مسز اندرا گاندھی اور سجادہ نشین اکٹھے نہیں دکھائے گئے؟

روزنامہ جنگ لاہور نے اپنی ۲۷ فروری ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں حضرت سجادہ نشین اور مسز اندرا گاندھی کا اکٹھا فوٹو اس طرح پیش کیا ہے۔ ہم تصویر بنانے اور بنوانے دونوں کے خلاف ہیں یہ فوٹو محض اس لیے دیے جا رہے ہیں کیونکہ ہمارے بریلوی دوست بسا اوقات ان حقیقتوں کا انکار کر دیتے ہیں اور ہم حقیقت میں پردہ نہ ڈالنا بہتر سمجھتے ہیں۔

مسز اندرا گاندھی اور حضرت قدوۃ السالکین

بریلویوں کا مولانا عبدالوہاب صدیقی پر ایک اور اعتراض

بریلویوں نے یہ بھی کہا کہ مولانا مخدوم رسول الفتح چشتی مولانا عبدالقادر جیلانی حافظ محمد دین وغیرہ نے ان پراگندہ حالات کے باوجود اپنا مذہب نہیں چھوڑا اللہ تعالیٰ نے انہیں اعلیٰحضرت کے دین پر ثابت قدمی فرمائی ہے۔ مگر مولانا عبدالوہاب نے اپنے باپ کے عقیدے اور مولانا احمد رضا خاں کے مذہب کو یکسر چھوڑ دیا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں اور مولانا محمد عمر اچھروی دونوں کا عقیدہ تھا کہ شیعہ وہابی اور دیوبندی تینوں کافر ہیں۔ انہیں مسلمان کہنا جائز نہیں نہ ان کے پیچھے بریلویوں کی نماز ہو سکتی ہے لیکن مولانا عبدالوہاب صدیقی علی الاعلان کہتے ہیں کہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز جائز ہے۔

بریلویوں نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ہمیں روزنامہ جنگ لندن کا پرچہ دکھایا جس میں مولانا عبدالوہاب صدیقی ایک اثنا عشری شیعہ سے کندھے سے کندھا ملائے ایک دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ شیعہ کی بائیں جانب جمعیت اہلحدیث برطانیہ کے جنرل سیکرٹری مولانا عبدالہادی نظر آ رہے ہیں۔ امامت مولانا عبدالرشید ربانی کر رہے ہیں۔

ہم مولانا عبدالوہاب صدیقی کے اس اقدام سے ہرگز ناراض نہیں ہیں اگر انہوں نے دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز سمجھا ہے تو وہ اس میں لائق مبارکباد ہیں لیکن ان کا امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے سرپرست محمد مسرور سبزواری کے کندھے سے کندھا ملانا اور اعلان کرنا کہ ہم ایک دوسرے پر کفر کے فتوے نہیں لگائیں گے اور ایسے شیعہ کو جو اپنے مذہب کو پوری طرح جانتا ہو مسلمان قرار دینا یہ ہرگز تحسین اور تائید کے لائق نہیں۔

کاش کہ جمہور بریلوی علماء اس راہ سے علماء دیوبند کے قریب آ سکیں اور سب اہل السنۃ والجماعت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو سکیں پیر کرم شاہ صاحب بھی دونوں کو اہل السنۃ والجماعت سمجھتے ہیں۔ مولانا عبدالوہاب بھی اس راہ پر آ چکے ہیں۔ اب ان کے پیروں کو اس ایک پلیٹ فارم پر آنے سے کون سا امر مانع ہے؟

اولڈھم کے ایک اور پیر نورانی بابا میدان میں

بچے جلتے کے رنگ کس طرح مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب میں گھرے ہوتے ہیں اس کے لیے اولڈھم کے نورانی بابا اور اس کے خلیفہ خاص پیر محمد بشیر کی کہانی بھی انگلینڈ میں مقیم مسلمانوں کے لیے انتہائی شرمناک رہی ہے

ہمارے شہر مانچسٹر کے قریب ایک بیس سالہ لڑکی جہالت کے شکار والدین کے ذریعہ اس پیر کے ہتھکنڈوں اور اس کی تمام نہاد کرامات کا شکار ہو کر دنیا سے چل بسی۔

ماہنامہ الفاروق کراچی کی یہ رپورٹ لائق ملاحظہ ہے۔

برطانیہ میں جب تک جعلی پیر اور نام نہاد روحانی عامل نہیں آئے تھے بھوت پریت یا انگریز جنوں کے کسی پر سوار ہو جانے اور دلوں پر قبضہ کرنے کا نام و نشان تک نہ تھا مگر جب سے یہاں بنگالی آمد آمد ہے ماشاء اللہ جنوں کی آمد بھی ہو رہی ہے بلکہ لوگ کہنا پڑتے کہ ہر پیر نے ہمزاد جنات [illegible] نوسلا ہے۔

پیر نورانی بابا اور اس کے خلیفہ پیر محمد بشیر پر مقدمہ چلا نورانی بابا کے جانشین خلیفہ نے زیادہ الزامات اپنے اوپر لے لیے۔ انگلینڈ کی عدالت نے نورانی بابا کو پانچ سال اور پیر محمد بشیر کو عمر قید کی سزا سنائی۔

ماہنامہ الفاروق کراچی کے ان الفاظ پر غور کیجئے۔

بریلوی پیروں نے ابتدائی طور پر ایک چراغ کا سہارا لیا جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ایک مقدس چراغ ہے۔ اس کے جلانے ہی ساری مشکلات آسانیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ مگر افسوس کہ چراغ جلتا رہا اور لڑکی کی ذہنی حالت میں ذرہ بھر بھی فرق نہ پڑا [illegible] لڑکی کو مار مار کر اس بات کا اقرار کرانے کی کوشش کی گئی کہ وہ انگریز جن کے قبضہ میں ہے مگر لڑکی نے ہر مرتبہ جاہل والدین اور

ظالم پیروں کو یہی جواب دیا کہ یہ پر کوئی جن نہیں ہے مگر اس کی بات نہ سنی گئی۔
جب تک پاکستانی عوام جہالت اور توہمات کا شکار ہیں بریلویوں کی عید ہے جب ان
پیروں کو عدالت میں سزا سنائی گئی اور انہیں جیل لے جایا جا رہا تھا تو پیر صاحب اس وقت بھی
اپنے عقیدت رکھنے والوں کو نصیحت کر رہے تھے کہ وہابیوں سے بچنا یہ پیروں اور بزرگوں کے
بڑے گستاخ ہوتے ہیں کاش کہ یہ بریلوی پیر سامنے لکھے اس مصرعہ کو بھی پڑھ لیتے

آئینۂ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ

پیر صاحب نے انگریز جن کو مار بھگانے کے لیے اپنے خلیفہ محمد بشیر کو بلایا (جن کی
اپنی بیوی بھی غیر سے گھر چھوڑ کر بھاگ چکی تھی) پیر مرید نے صورت حال کا
جائزہ لگایا اور اپنے روشن مستقبل کی فکر میں لگ گئے۔ والدین کو بتلایا گیا کہ
یہ کام بہت کٹھن ہے کیونکہ جن ایشیائی نہیں بلکہ یورپی ہے تاہم حوصلہ رکھیں
رسم و رواج کے دلدادہ پیروں کی جعلی کرامات سے خائف والدین نذر و نیاز لے
کر جاتے رہے تعویذ اور جھاڑ پھونک کرتے رہے۔ اس طرح ڈیڑھ ماہ میں مقیم
دوسرے مسلمانوں میں بیٹھ کر مریدی بڑھانے کا ایک اور سنہری موقعہ ان کے ہاتھ لگ گیا۔
بریلوی پیروں نے ابتدائی طور پر ایک چانٹا کا سہارا لیا۔ تشدد میں اضافہ ہو گیا۔
مرچوں کی دھونی دی گئی لڑکی کی چھاتی اور پیٹ پر مسلسل اچھل کود ہوتی رہی۔
والدین کو اس عبرتناک منظر پر یہ کہہ کر خاموش کرا دیا جاتا کہ مار پیٹ لڑکی کو نہیں
بلکہ جن صاحب کو کی جا رہی ہے اور یہ انگریز جن اس قدر بدذات ہے کہ اس
کے علاوہ اور کوئی طریقہ اس کے دفع کا نہیں۔ بالآخر ایک دن وہ بھی آیا جب
ظالم پیروں نے تشدد کے بعد اسے اوپر کی سیڑھیوں سے زور سے نیچے پھینک دیا
جس کے نتیجے میں اس نوجوان بچی کی پسلیاں ٹوٹ گئیں اور وہ ہسپتال میں زخموں
کی تاب نہ لا کر عالم آخرت کو سدھار گئی ڈاکٹروں اور دوسرے لوگوں نے

پولیس تک خبر پہنچا دی۔ تفتیش شروع ہوئی۔ مقدمہ دائر کیا گیا۔ اور فیصلہ سنا دیا گیا کہ
نورانی بابا کو پانچ سال قید دی گئی جو اس کا جرم بھی اس کے خلیفہ نے اپنے سر لے
لیا تھا اور اسے بچا لیا تھا، جب کہ اس کے خلیفہ کو عمر قید کی سزا دی گئی۔

برطانیہ میں جب تک یہ پیر اور نام نہاد روحانی و نورانی عامل نہیں آئے تھے
ایشیائی و انگریز جن کے سوار ہو جانے اور دل و دماغ پر قبضہ کرنے کا نام تک نہ تھا
مگر اب مختلف بولیاں بولنے والے پیر طرح طرح کے جنات بھی لے کر آ بیٹھے ہیں
اور موقع محل کی مناسبت سے اپنے جنات کو ان پر سوار کرا دیتے ہیں اور پھر
ماشاء اللہ ہر دن عید اور ہر رات شب برات ہوتی ہے۔ نذر و نیاز کی فرح خیز
موج اپنے عروج پر ہوتی ہے۔ تعویذ گنڈے کا کاروبار بڑے زوروں پر چلتا
ہے اور جہالت کے شکار مسلمانوں کی یا تو جیب خالی کرا لی جاتی ہے یا پھر
دیگر ان کا ایمان و عقیدہ بگاڑ دیا جاتا ہے اور جب تک یہ نام نہاد پیر اور روحانی
عامل علانیہ نہیں بنا لیتے دکانیں نہیں کھلتیں، دولت کی ریل پیل نہیں ہوتی اور
جب تک ان کے جنات بھی قبضہ نہیں چھوڑتے یہ مریدوں کو نہیں چھوڑتے
برطانیہ میں نام نہاد پیروں کی شرمناک کارروائیاں دن بدن بڑھ رہی ہیں اور
برطانوی مسلمانوں کے علاوہ برطانیہ میں مقیم دوسرے لوگوں کے لیے بھی موضوع
بحث بن چکی ہیں۔ ان کی غیر مسلم حرکات ظلم و ستم، مال و دولت حاصل کرنے
کے لیے طرح طرح کے حربے اور مریدان باصفا پر رعب ڈالنے کے ہتھکنڈے سب
اب کھل رہے ہیں۔ آستانوں، درباروں پر پہلے جیسا ہجوم نہیں رہا بلکہ ان
آستانوں کے تہہ خانوں میں ہونے والی کارروائیاں برطانوی پولیس نے ظاہر
کر دی ہیں اور موجودہ واقعہ گزشتہ بیس ماہ میں ہونے والا تیسرا واقعہ ہے، اس سے
آپ اندازہ کریں کہ دیار غیر میں ان پیروں کے ہاتھوں اسلام کا کیا تعارف ہو رہا ہو گا۔

برطانیہ میں بریلوی پیروں کی سیاہ تصویر

پہلا واقعہ کراچی کے مشہور بریلوی لیڈر اور پیر ابوالفتح غلام رسول چشتی جس نے عورتوں کی عفت و عصمت تار تار کی تھی اور سو سے زائد عریاں فلمیں بنائی تھیں، کا تھا جس کو برطانوی عدالت نے گیارہ سال کی سزا سنائی تھی۔ اس کے بعد بریلوی مفکر عبد القادر جیلانی کا واقعہ ہے جو اپنے ہی داماد کے قتل کے منصوبے بنا چکا تھا اور اس کا یہ منصوبہ بر سر عام فاش ہو گیا۔ اس کے پانچ مرید گرفتار کر لیے گئے جبکہ پیر صاحب خود ہیں اور اب اولڈہم کے پیر طریقت میاں اور اس کے ظالم خلیفہ کی یہ کارروائی ہے جس نے غیر مسلموں کو مزید ایک موقع دے دیا کہ وہ مسلمانوں پر ہنسیں۔ ان کا مذاق اڑائیں۔

ہمارے خیال میں ان پیروں کی کسی طرح سرزنش کی جانی چاہیے جو عفت و عصمت کے ڈاکو ہیں۔ دولت کے بھوکے ہیں اور اپنے ہی اہل و عیال کو اپنے ہی مریدوں کے ذریعہ اغوا کرتے اور طرح طرح کے منصوبے بناتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی اب ہوش آ جانا چاہیے جنہوں نے اس قسم کے روحانی لٹیروں کو اپنا پیر و رہنما سمجھ رکھا ہے اور ان سے اپنے درد کی دوا حاصل کرنے کے لیے جان و دولت کے ساتھ ساتھ عزت و عصمت کا سودا بھی کر لیتے ہیں۔ ان کے دامن میں سوائے ظلمتوں، فریب اور لالچ کے کچھ نہیں۔ یہ بزرگوں کے نام پر دھبہ ہیں اور یہ خود ان کے نام بدنام کرنے کے لیے اعدائے اسلام بنے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی پیر مانے اور بہت سارے لوگ ان کے چکر لگاتے اور اپنی جوانی بھی ان کے حوالے کر دے تو یہ اس کی بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

لندن کے مشہور صحافی جناب حبیب الرحمن روزنامہ جنگ لندن کے ۵ مئی ۱۹۹۱ء کے شمارہ میں لکھتے ہیں:

> قارئین جنگ! ممکن ہے کہ میرپور کی نئی نسل کو یہ معلوم نہ ہو کہ ماضی کے میرپور میں جو اب منگلا ڈیم کے پانی کی آغوش میں ہے بڑے بڑے دلچسپ قسم کے لوگ آباد تھے ان میں مولوی ڈنڈے والے جن کا اصل نام عبدالغنی تھا، اور موضع جھترو کے پیر علی جوان شاہ جیسے شہرت یافتہ لوگ بھی تھے۔ اب یہ لوگ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں لیکن ان کے کارناموں کا اگر ذکر کروں تو میں سمجھتا ہوں کہ میری یادوں کے اس ذکر سے تم کو ماضی کے بزرگوں کے بارے میں جاننے اور سمجھنے کے بارے میں کافی مدد مل سکے گی۔
>
> بعض لوگ کہا کرتے تھے کہ مولوی ڈنڈے والے بندوں سے بیگار نہیں کیا کرتے تھے اس کے برعکس جھترو کے پیر علی جان شاہ کا طریقہ قدرے مختلف تھا وہ اپنے زمانے کے دولت مند گزرے اور رعب و شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ جن بھوت ان کے قبضہ میں ہیں۔ اس بارے کے مریدان کے نہایت معتقد تھے جب کہ وہ خود اپنے واقف کاروں کو کہا کرتے تھے کہ لوگوں کو بیوقوف بنا لیتا ہوں صرف دکھاوا ہے لوگ میری باتوں پر یقین کر لیتے ہیں کہتے ہیں پیر صاحب کی زیادہ تر عقیدت مند خواتین ہی تھیں جنوں اور بھوتوں کا مظاہرہ دکھانے کے ساتھ ساتھ وہ کئی اور بری حرکتوں میں بھی کافی مشہور تھے۔ ماضی کے یہ لوگ اب دنیا میں نہیں لیکن اس قسم کے متعدد لوگوں نے برطانیہ میں آکر اسی قسم کی حرکتوں کو اپنایا ہے۔ ایسٹ لندن کے علاوہ ایک پیر صاحب کے آستانے پر ہم نے ایک بار حاضری دی تھی جو کافی عظیم خانہ ہے ہم باد تھے پیر صاحب نے اپنے خاص مرید کو حکم دیا کہ ان کا ذاتی کمرہ مخصوص کر دیا جائے ہم نوٹ جب ان

مولانا احمد رضا خان بریلوی مذہب کے بانی ہیں ان کی زبان ملاحظہ کیجئے۔ اس سے آپ خود اندازہ کر لیں گے کہ بریلویت کن طبقے میں کیوں رہی ہے اور یہ کہ تعلیم یافتہ طبقہ کیوں ان سے دور رہا ہے۔

مولانا احمد رضا خان اللہ تعالیٰ کے عموم قدرت کی بحث میں حضرت مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کے خلاف تھے۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ اپنے عقیدہ کا بیان ان لفظوں میں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پہ قادر ہے۔ اب دیکھئے مولانا احمد رضا خان اللہ تعالیٰ کے عموم قدرت کی کن الفاظ میں تردید کرتے ہیں۔ انہیں یہ پوچھتے ہوئے بھی کچھ شرم محسوس نہیں ہوتی کہ کیا اللہ تعالیٰ ان ان چیزوں پہ قادر ہے (استغفر اللہ العظیم) مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں:۔

> ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتیٰ کہ مخنث کی طرح مفعول بننا کوئی فضیحت خدا کی شان کے خلاف نہیں۔[1]

> تمہارا خدا رنڈیوں کی طرح زنا کروائے ورنہ دیوبند کی چکلے والیاں اس پہ ہنسیں گی کہ نکھٹو تم سے مزا نہ ہو سکا۔[2]

پھر ایک اور مقام پر خان صاحب کی زبان ملاحظہ ہو۔

> جیسے ملے تھیں پر پھر نظر ڈالئے دیکھئے وہ رسیا والے پر کیسے اتر گئے[3]

مولانا احمد رضا خان کی جماعت کے ایک فرد مولانا محمد عمر اچھروی تھے آپ یہ سمجھتے ہوئے کہ انبیائے کرام گو شکل و صورت میں انسان نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں وہ انسان نہیں۔ مثال میں بھینس اور بھینسے کی پیش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کیا دونوں شکل و صورت میں ایک نہیں اب جو کٹا دودھ دو جنے بیٹھ جائے اس کے ہاتھ میں کیا آئے گا مولوی صاحب کی نکتہ کاری ملاحظہ ہو

---

[1] فتاویٰ رضویہ [illegible] [2] سبحان السبوح [illegible] [3] وقعات السنان [illegible]

لیے منکرو! شلیت کے جھگڑے ترک کرو حقیقت کو دیکھنے کی کوشش کرو اور حقیقت
کے طلب گار بن جاؤ شلیت کو دیکھ کر پیچھے ہٹ جاؤ۔

اس میں قرآنی آیت قل انما انا بشر مثلکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت پر استدلال
کرنے سے منع کیا جا رہا ہے مولانا محمد عمر اچھروی یہ کہہ رہے ہیں کہ ظاہری مماثلت سے حقیقت میں ایک
ہونا لازم نہیں آتا انہیں ظاہری شکل میں انسان دیکھ کر انسان سمجھنے نہ لگ جانا۔

مولانا اچھروی پھر ایک مثال سے اپنا موقف سمجھاتے ہیں مولانا کی فحش اداؤں پہ غور کریں۔
آپ مذکورہ بالا عبارت کے بعد لکھتے ہیں۔

شلیت کو دیکھو مثلاً اگر بھینس کا دودھ دوہ کر شلیت میں دھو کا کھا جائے
اور بھینسے کے نیچے بیٹھ جائے تو خود سوچو کہ نہ کیا حاصل ہو گا فتدبر[ل]

مولانا جب جلسوں میں لوگوں سے پوچھتے کہ بتاؤ اس کے ہاتھ میں کیا آئے گا؟ تو نوجوان ہنس
ہنس کر دوہرے ہو جاتے اور بریلوی خوش ہوتے کہ دیکھیے ان کا جلسہ کتنا کامیاب ہے اور لوگ
کس قدر خوش ہو رہے ہیں۔ مولانا نے یہاں بھی اس عبارت کے آخر میں اس نکتے پہ تدبر کرنے
کی دعوت دی ہے کہ بتاؤ اس نیچے ہاتھ لگانے والے کو کیا حاصل ہو گا اس کا ہاتھ کہاں جا ٹھہرے
گا۔ یہ فحش مثال کس لیے لائی جا رہی ہے؟ حضور کی بشریت کو شلیت سے نکالنے کے لیے ——
استغفر اللہ حضور کو اور انسانوں کے اشتراک نوعی سے نکال کر ایک نرالی مخلوق ثابت کرنے کے لیے
بریلویوں کے پاس کیا یہی بھینسے کی مثال رہ گئی تھی؟ اس میں مولانا محمد عمر نے حضور کی جو گستاخی کی ہے
اور آپ کے نرالی مخلوق ہونے کی جو مثال دی ہے وہ مسلمان رشد کی حیا سوز فحش نگاری سے کسی طرح
کم نہیں گو عقل کا اس کے وگ اسے حضور کی شان کا بیان سمجھتے رہیں

اچھروی پیر طریقت کی گندی زبان ملاحظہ ہو

آپ نے ناصوں شریف انسانوں کو شہد کھاتے دیکھا اور سنا ہو گا۔ کیا کوئی یہ کہتا بھی آپ

ل مقیاس النور ص۲۲

نے سنا ہے کہ آج میں نے شہد کی مکھی کا دو تولے گوہ کھایا ہے۔ کوئی شریف انسان شہد کو گوہ
نہیں کہتا۔ قرآن جس چیز کو شفاء للناس کہے۔ اسے یہ پیر گوہ کہہ رہا ہے لعاب مکھی کا ہگا کہہ رہا
ہے یہ وہ مقررین جنہوں نے آج تک بریلویت کو صرف نچلی کلاس کے لوگوں میں رکھا ہے اور کوئی
سنجیدہ آدمی جلد اپنے آپ کو بریلوی کہنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اس بریلوی پیر طریقت کی زبان
کا چٹخارہ دیکھئے:۔

> شہد مکھی وہی مکھیاں کہ لوگ اپنے گھروں میں خرید خرید کر لاتے ہیں اور جگہ دیتے
> ہیں کہ وہ یہیں اپنا گوہ اکٹھا کرکے دے اور اسے اچھے برتنوں میں رکھ کر کھاتے ہیں[1]
> مکھی ہونے میں دونوں یکساں ہیں... ایک کا ہگا ہوا شفا ہے اور ایک کا
> ہگا ہوا بیماری ہے۔[2]

پیر طریقت کی زبان کس طرح ہگا کھانے میں چٹخارے لے رہی ہے اور تمام بریلوی اس
میں سرشار ہیں آپ خود اندازہ کرلیں۔

یہ وہ مراحل ہیں جنہوں نے بریلویت کو سمجھنے میں اور عام طور پر ان پڑھ طبقے
میں اور پھر میٹھے باز لوگوں میں مقبول بنا رکھا ہے۔ بدعات میں ان کی اغراض اور لذات لپٹی
ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ اس سراب کی چمک میں کھو جاتے ہیں اور جہالت کے اندھیرے میں
چل رہے ہیں اپنے آپ کو کثیر تعداد دکھاتے ہیں۔

ہم اس کتاب میں انشاء اللہ العزیز اس پر بھی کچھ تبصرہ کریں گے کہ بدعت میں نظریاتی
چمک دمک کیوں ہے۔ اس کے بعد اس اکثریت پر بھی کچھ بحث ہوگی بریلویوں نے اپنے آپ
کو ایک مستقل فرقہ بنانے کے لیے اپنے گرد جن عقائد کا حصار بنا رکھا ہے ان شاء اللہ ان عقائد
خمسہ کا بھی بیان ہوگا اور اس میں یہ بھی بتایا جائے گا کہ بریلویت کس طرح خود اپنے آپ سے متصادم
ہے لیکن افسوس کہ ان کے عوام سمجھتے نہیں۔

---

[1] [illegible] [2] ایضاً

ایک اور بریلوی مولوی حافظ محمد امین

انگلینڈ کے پاکستانی بریلوی مولویوں کا کردار ایک عملی کتاب ہے عبدالقادر جیلانی، ابوالفتح چشتی قاری غلام رسول کی ان حرکات پر یہاں کی دوسری قوموں میں اسلام کے بارے میں کیا تبلیغ ہو سکتی ہے، یہ آپ خود سوچیں ہم یہاں پر معروف حسین شاہ نوشاہی کے ایک شاگرد رشید حافظ محمد امین کے بارے میں روزنامہ جنگ لندن، روزنامہ آواز لندن اور دوسرے انگریزی اخبارات میں شائع ہونے والی یہ خبر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

> ایک ۴۲ سالہ امام مسجد کو ایک ۵۵ سالہ خاتون سے محبت کی پینگیں بڑھانے کے سلسلے میں اپنے عہدہ سے برطرف کر دیا گیا۔ بریڈ فورڈ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر سپلی تھکیں [illegible] کی جامع مسجد میں پیش آنے والے اس [illegible] واقعہ نے [illegible] ہر روز گی ہے اور مقامی مسلمانوں میں کافی اضطراب پایا جاتا ہے۔ سپلی تھکیں کی مرکزی جامع مسجد کے امام مولانا حافظ محمد امین پر تین بچوں کی ماں سے ناجائز تعلقات استوار کرنے اور زیورات اور پارچہ جات کی چوری میں معاونت کرنے کا الزام ہے۔ سپلی تھکیں کی پولیس کے انسپکٹر کرس گوسریج نے تصدیق کی ہے کہ پولیس چوری کے الزامات کی تحقیقات بھی کر رہی ہے۔ مولانا امین صاحب رات کو ساڑھے نو بجے پی آئی اے کی مانچسٹر سے فلائٹ سے پاکستان روانہ ہو گئے۔
>
> مولانا امین گزشتہ ایک سال سے مذکورہ مسجد میں امام کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ اس سے قبل وہ ہڈرزفیلڈ کی ایک مسجد میں متعین تھے۔ مولانا امین کے جس خاتون سے مبینہ تعلقات کا الزام لگایا گیا ہے اس خاتون کے شوہر غلام رسول نے پولیس میں رپورٹ درج کراتے ہوئے

کہا کہ امام مسجد نے مبینہ طور پر ایک شادی شدہ اور چار بچوں کی ماں سے ناجائز
تعلقات استوار کر کے اپنی اس حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش
کی ہے۔ غلام رسول نے کہا کہ ان کی اہلیہ ان تعلقات کی وجہ سے اپنا گھر بار
چھوڑ کر فرار ہو گئی ہے۔ انہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ ان کی اہلیہ نے
ان سے طلاق کا مطالبہ کیا ہے۔ (خبر کے مطابق) ۲۷ سالہ امام مسجد اور ۳۵ سالہ
شادی شدہ عورت کے درمیان آشنائی آٹھ ماہ قبل اس وقت ہوئی جب امام مسجد
بعض دینی ضروری ادائیگی کے سلسلہ میں ان کے گھر گئے۔ کہا جاتا ہے کہ گذشتہ
ہفتوں میں دونوں کے درمیان پیدا ہونے والی شناسائی آہستہ آہستہ ناجائز
تعلقات کی شکل اختیار کرتی گئی لیکن اہل خانہ کو اس بارے میں بہت دیر
سے پتہ چلا۔ امام مسجد مبینہ طور پر ہر روز رات کو اس وقت غلام رسول کے
گھر جاتے جب گھر کے تمام افراد اپنے اپنے کمروں میں سو چکے ہوتے اور دونوں
ایک دوسرے کو تنہائی میں ملتے۔ ان کے تعلقات کا سب سے پہلے انکشاف
خاتون کے ایک بیٹے پر ہوا جس نے امام مسجد کو دھمکی دی کہ وہ آئندہ ان کے
گھر نہ آئیں۔[2]

خاتون کے شوہر غلام رسول نے مزید تفصیلات بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ:

ف: اسلام نے کوئی دینی امور ایسے نہیں بتائے جن کے لیے مولوی صاحب کو لوگوں کے گھر جا کر ان کی خواتین
سے ملنا ضروری ہو۔ ایسے کام بریلویوں نے خود ہی اپنے عوام کو ختم شریف وغیرہ کے نام پر تیار کر رکھے ہیں۔ ختم کے
بہانے یہ مولوی اپنے عوام کے گھروں میں جاتے ہیں اور ان کی خواتین انہیں اچھے اچھے کھانے کھلاتی ہیں۔ پھر ان
کھانوں کا جوش اور عورتوں اور مردوں کا عام اختلاط انہیں یہاں تک لے آتا ہے۔ اس میں اسلام کا کوئی قصور
نہیں۔ اسلام میں ایسا کوئی موضوع نہیں جس کے لیے بریلوی مولویوں نے اپنے عوام کے گھروں میں جانے کو
اپنی دینی ذمہ داری کہہ رکھا ہے۔ [2] روزنامہ جنگ لندن ۱۹ جون ۱۹۹۲ء

ہم شروع سے ہی مذہبی رجحانات رکھتے ہیں اور کوشش ہوتی ہے کہ گھر میں ذکر و تم کی محافل منعقد کرتے رہیں۔ اس نے بتایا کہ اس کے مذہبی رجحانات[1] ہی کی وجہ سے امام مسجد سے واقفیت ہوئی اور ان کی دعوت پر ہی حافظ جی پہلی مرتبہ ان کے گھر آیا۔ انہوں نے اپنی حیثیت کے مطابق امام مسجد کی خدمت کی اور پیشکش کی کہ اگر اسے کھانے پینے کے سلسلہ میں کسی دقت کا سامنا ہو تو وہ اپنے گھر سے کھانا بھجوا سکتے ہیں۔ اس کے بعد امام مسجد اکثر ان کے گھر آنے لگا . . . انہوں نے بتایا کہ کوئی ذی ہوش یہ نہیں سمجھ سکتا کہ ایک جوان آدمی اپنی تمام عزت مرتبہ کو نظر انداز کر کے ایک بوڑھی عورت سے ناجائز تعلقات استوار کر سکتا ہے مگر ہوا ایسے ہی — انہوں نے کہا کہ ان ناجائز تعلقات کا علم سب سے پہلے میرے ۱۴ سالہ بیٹے کو ہوا جس نے امام مسجد اور میری بیوی کو ناجائز حالت میں دیکھ لیا — اور امام مسجد کو دھکے دیتے ہوئے گھر سے نکال دیا۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ میرے بچوں نے مجھے اس واقعہ کی خبر نہیں دی بلکہ فطری شرم و حیا کے باعث مجھ سے یہ خبر چھپائے رکھی۔ اگر مجھے بروقت اس بات کا علم ہو جاتا تو میں اپنے ہاتھ سے مولانا کی خوب پٹائی کرتا۔ اس نے بتایا کہ وہ اسی بے خبری کے عالم میں ملازمت کو ایک ماہ کے لیے بیرون گیا تو میری بیوی اور مولانا کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا اور انہوں نے تمام اخلاقی حدود پار کر لیں۔ اس نے کہا کہ جب میرے بچے اپنے کمروں میں سونے کے لیے چلے جاتے تو حافظ جی گھر میں گھس آتا اور تمام رات میری بیوی کے ساتھ داد عیش دیتا رہتا — انہوں نے بتایا کہ یہ وہی گھر ہے جس میں ختم اور ذکر کی محافل منعقد کی جاتی تھیں اور یہی

---

[1] یہاں مذہبی رجحانات سے مراد بریلوی رجحانات ہیں۔ ورنہ اسلام میں گھروں میں اس طرح کی محافل ختم و ذکر بپا نہیں ہیں جو مولویوں کو داد عیش دینے کے لیے مواقع مہیا کریں۔

مولوی قرآن کی آیت کی تلاوت کرتا تھا   غلام رسول نے نمائندہ جنگ کو
ٹیلیفون کی وہ بلیں دکھائیں جن میں ایک ایک دن میں امام مسجد سے چار چار
چھ چھ دفعہ ٹیلیفون ہوتا تھا اور ہر فون کال کا دورانیہ تیس منٹ سے زائد
ہوتا ہے ... انہوں نے کہا کہ جب وہ سفر سے واپس آئے تو انہیں اصل
حالات کا علم ہوا۔ میں سر تھام کر بیٹھ گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسا
بھی ہو سکتا ہے اور ایک امام مسجد اس طرح بیٹی کی برابر عورت سے جسمانی تعلق
قائم کر سکتا ہے — جب میں نے اپنی بیوی سے بات کرنا چاہی تو وہ بات
کرنے کے بجائے بگڑ گئی اور اس نے تقاضا کیا کہ میں یہ مکان فروخت کر کے
اس کے حصے کے ۲۵ ہزار پونڈ اسے دوں۔ میری بیوی نے یہاں تک کہا کہ وہ
امام مسجد حافظ امین کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہے ...... اور شوہر بچوں کو چھوڑتے
ہوئے امام مسجد کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا — اور رات کی تاریکی میں اپنا گھر چھوڑ
کر فرار ہو گئی — یہ بات ان کی بیٹی نے ہمیں بتلائی — اور کہا کہ وہ جاتے جاتے
زیور، پارچہ جات وغیرہ کی سوٹ کیس لے کر گئی ہے۔

غلام رسول نے یہ بھی کہا کہ:

پولیس کو چوری کی رپورٹ درج کرائی گئی اور رپورٹ کے فوراً بعد پولیس کے
ایک دستے نے جس میں پولیس کانسٹیبل بھی شامل تھے امام مسجد کی رہائش گاہ
پر چھاپہ مارا تو وہاں سے مسروقہ اٹیچی کیس برآمد کر لیا گیا۔ پولیس نے ملزم امین
سے اس اٹیچی کیس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ یہ اس کا نہیں
البتہ اس خاتون کی ملکیت ہے جو وہ امانت کے طور پر اس کے گھر رکھ گئی ہے
جب پولیس نے امام مسجد محمد امین سے چابی طلب کی تو اس نے چابی کی موجودگی
سے انکار کیا لیکن جب پولیس نے دھمکی دی تو امام مسجد نے فوری طور پر اپنی

جیب سے ایک چابی نکال پولیس کے حوالہ کردی جو کچھ اس میں سے تو بر آمد ہوا تھا وہ زیور موجود تھا جس کی چوری کی شکایت کی گئی تھی

رپورٹ کے مطابق عورت نے اس بات کا اعتراف کیا کہ

حافظ امین چونکہ اکیلے رہتے تھے اس لیے میں نے انہیں یہ پیش کش کی کہ میں اس کے کپڑے دھویا کروں گی اور کھانا پکا دیا کروں گی جسے حافظ امین نے خندہ پیشانی سے قبول کر لیا   اس دوران حافظ امین کئی مرتبہ ہمارے گھر آئے۔ بہرکیف یوں جوں وقت گزرتا گیا یوں ہمارے تعلقات مضبوط ہوتے گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ رات کے وقت ہمارے گھر آتے یہ تعلقات ذاتی کے بجائے روحانی[1] نوعیت کے تھے

ٹیلی فون پر حافظ امین سے گفتگو کرنے کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ۔

وہ حافظ امین کی خیریت دریافت کرنے اور وظیفہ پوچھنے کے لیے اس سے گھنٹوں فون پر بات کیا کرتی تھی اس نے تسلیم کیا کہ وہ باقاعدگی کے ساتھ حافظ امین کے کپڑے دھوتی انہیں استری کرتی اور پھر انہیں مسجد میں پہنچاتی اس نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ حافظ امین [illegible] کے لیے کئی مرتبہ اس کے گھر گئی — خاتون نے حافظ امین کی پٹائی کی بھی تصدیق کی — اور شوہر سے رقم وصول کرنے کی بھی تصدیق کی ہے۔

حافظ امین کی مسجد کے صدر اور کمیٹی کے دوسرے ارکان سے نمائندہ جنگ نے تفصیلات حاصل کیں۔ نمائندہ جنگ کے مطابق انہوں نے جو کچھ کہا اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ مسجد کمیٹی امام مسجد کو

---

[1] یہاں بریلویوں کے روحانی تصور کا ایک نیا تعارف کرایا جا رہا ہے۔ اس طرح ملنے جلنے کو روحانی بتانا بریلویوں کا ہی کام ہو سکتا ہے کوئی شریف آدمی انہیں روحانی تعلقات تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوگا یہ انہیں بدعت حسنہ کہتے ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔

اس واقعہ میں تصور دار گجیتی ہے مسجد کمیٹی کے صدر، حاجی عبدالرحمٰن نے کہا کہ

میں نے جو تحقیق کی ہے کہ اس تحقیق کے نتیجہ میں ان کے ہاتھ پر بعض ثبوت ایسے آئے ہیں جو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حافظ محمد امین پر جو زنا کاری کے الزامات لگائے گئے ہیں وہ ٹھیک ہیں۔

اسلامک سنٹر کے وائس چیئرمین سلامت علی نے بھی امام مسجد حافظ امین پر لگائے گئے الزامات کو درست قرار دیتے ہوئے کہا کہ

حافظ محمد امین پر اولڈھم میں بھی ان کے وہاں قیام کے دوران اسی نوعیت کا ایک سیکنڈل بنا تھا جس کے باعث انہیں وہاں کی مسجد سے نکال دیا گیا تھا سلامت علی نے کہا کہ پولیس نے جب حافظ امین سے انٹرویو کیا تو یہ بات واضح ہو گئی کہ ان پر ایک لڑکے سے بدفعلی کا الزام لگایا گیا تھا[1]

ہم میاں محمد امین کے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ وہ پاکستان جانے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ وہ وہاں بریلویوں کے ہاں کس طرح ختم و ذکر کی محافل میں داد عیش دیتا یا لیتا ہوگا ہمیں اس سے سروکار نہیں لیکن ہم پیر معروف شاہ نوشاہی کے بارے میں تعجب کرتے ہیں کہ انہوں نے اب تک حافظ محمد امین کے اس شرمناک کردار سے اظہار بیزاری کیوں نہیں کیا؟ — نہ کہیں بیان دیا ہے کہ وہ اُن کا شاگرد نہیں تھا ہم جاننا چاہتے ہیں کہ وہ کن باتوں میں پیر صاحب کا شاگرد تھا

بریلوی عوام کا ایک عذر لنگ

بریلوی پیر طریقت مولانا عبدالقادر جیلانی، مولانا ابوالفتح چشتی، قاری غلام رسول، حافظ محمد امین اور اپنے ایسے دوسرے علماء کی طرف سے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ یہ سب باتیں ان علماء کی ذاتی ہیں، ہمیں کسی کے ذاتی کردار سے کیا، ہمیں وہابیوں سے بھی تو یہی بچاتے ہیں۔ اس لیے ہم صرف بریلویت

[1] روزنامہ جنگ لندن ۲، جولائی ۱۹۹۳ء

کے ناطے ان کی عزت کرتے ہیں۔ ان کے اس کردار میں ہم ان کے ساتھ نہیں ہیں۔ ان کا ہمیں وہابیوں سے بچانا ایک ایسا احسان ہے کہ ہمیں اس کی وجہ سے ان کی تمام ایسی باتوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ہم ان حالات میں صرف یہ کرسکتے ہیں کہ انہیں ایک مسجد سے دوسری مسجد میں ٹرانسفر کردیتے ہیں

تصویر ملزم
پیر عبدالستار جیلانی
فتح جانب راولپنڈی

FANATICAL HIT SQUAD JAILED AFTER KIDNAP PLOT

ہتھانے کا بادوی مسجد جس کی کرامت کے
نام پر جو اتنی کثیر رقم جمع کی گئی تھی

ساہیوال میں غلام رسول قریشی کا مکان

لندن میں اولڈ بیلی عدالت کی عمارت

پیر معروف نوشاہی پر حافظ عبدالقادر نوشاہی
کو غلط راہ پر ڈالنے کا الزام

۱۳ مارچ ۱۹۹۴ء بروز اتوار مسلمانانِ برطانیہ نے متفقہ طور پر ایک دن عید کی۔ بریلوی مکتبِ فکر کے مشہور عالم حافظ عبدالقادر نوشاہی امام جامع مسجد مدنی بیلی ٹینکس نے بھی اسی دن عید کی نماز پڑھائی اور خطبہ میں ان لوگوں کی پرزور تردید کی جو بلا دلیلِ شرعی عید کی نماز سوموار کو پڑھیں گے۔ بریڈفورڈ میں سارا تھارنیلڈ اسکوائر کی مسجد میں پیر معروف شاہ کے ہاں سوموار کو عید پڑھی جانی تھی۔ عید کے تین امام مقرر ہوئے تیسری جماعت حافظ عبدالقادر صاحب کے سپرد ہوئی۔ چونکہ بیلی ٹینکس میں اتوار کے دن عید پڑھا چکے تھے۔ اور سوموار کے دن عید منانے والوں کو وہ غلط کہہ چکے تھے۔ ان بزرگوں کے ہاں عید کے دن مسجد کے لیے چندہ ہوتا ہے جس میں تمام اماموں اور مؤذنوں کا حصہ ہوتا ہے حافظ عبدالقادر صاحب اس امید میں کہ ان کی بھی خدمت ہوگی وہاں عید پڑھانے چلے گئے۔ اور وہاں انہوں نے پیر معروف شاہ کو بتا دیا کہ وہ اتوار کے دن عید پڑھ چکے ہیں۔ مگر پیر صاحب نوشاہی تھے اور یہ حافظ صاحب بھی نوشاہی۔ اور ایک نوشاہی دوسرے نوشاہی کو لائے بغیر نہیں رہتا۔ ان کے ساتھ ان کے شیخ الحدیث مفتی سیف الرحمٰن بھی تھے۔

بریڈفورڈ کے بریلویوں کو اپنے علماء اور پیروں کے ان کارناموں کا پتہ نہ چلتا لیکن جناب ظفر تنویر نمائندہ جنگ نے روزنامہ جنگ لندن کی ۱۸ مارچ کی اشاعت میں سارا بھانڈا پھوڑ دیا اسے ان کے الفاظ میں پڑھیے۔ ہم بریلوی مولویوں پیروں اور شیخ الحدیثوں کی امانت و دیانت و تقویٰ کی داستان یہ سرد ہیں ۔۔۔ تاہم یہ خبر جب عام ہو جائے گی کہ مسجد کے دو بزرگ جناب حافظ عبدالقادر کو ان کی رقم ادا کرنے کا صرف فیصلہ کر دیا ہے تو بریڈفورڈ کے بریلوی عوام اپنے ان پیروں اور مولویوں کے اس کردار کو کیسے بھول جائیں گے۔

اب حافظ عبدالقادر کا بیان سُنیئے یہ رپورٹ روزنامہ جنگ لندن کی ۲۰ مارچ کی اشاعت سے لی گئی ہے۔ دو دن عید پڑھانے والے حافظ عبدالقادر نے کہا:

مجھ سے ایک سازش کے ذریعے اتوار اور پیر کو نماز عید پڑھوائی گئی ہے۔

اسلامی احکامات سے متعلق میری معلومات سطحی نوعیت کی ہیں۔ حافظ عبدالقادر نوشاہی

اپنی غلطی کی سزا بھگتنے کو تیار ہوں پاکستان سے آئے ہوئے علماء گروہی سیاست سے بچ کر رہیں

بریڈفورڈ (دفتر تنویر نمائندہ جنگ) دو مختلف مساجد میں دو روز نماز عید پڑھانے والے امام نے دعویٰ کیا ہے کہ اسے ایک گہری بھی سازش کے تحت ایسا کرنے پر مجبور کیا گیا۔ امام مسجد نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے پیر کے روز جو عید کی نماز پڑھائی وہ اسلامی احکام کے سراسر منافی تھی اور شیخ الحدیث مفتی عبدالرحمن اسے غلط قرار دے چکے ہیں۔ خیال رہے کہ کیلی فیکس کی مدنی جامع مسجد کے امام حافظ محمد عبدالقادر نوشاہی نے کیلی فیکس کی جامع مسجد میں نماز عید پڑھائی اور پھر پیر کے روز ساؤتھ فیلڈ سکوائر بریڈفورڈ کی جامع مسجد میں نماز عید کی امامت کی۔ ان کے پیچھے نماز عید پڑھنے والوں میں دوسروں کے علاوہ خود پیر معروف حسین نوشاہی بھی شامل تھے۔ جنگ کو ایک بیان اور بعد ازاں تفصیلی انٹرویو دیتے ہوئے حافظ محمد عبدالقادر نوشاہی نے تسلیم کیا کہ اسلامی تعلیمات اور احکامات کے بارے میں میری معلومات سطحی نوعیت کی ہیں اور میری تعلیم صرف ان پانچ جماعتوں تک محدود ہے جو میں نے پاکستان میں پڑھیں۔ اپنے برطانیہ آنے کو بدقسمتی قرار دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میں پاکستان میں پرائمری تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد صرف قرآن پاک ہی حفظ کر سکا تھا کہ برطانیہ آ گیا اور یوں اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکا۔ انہوں نے کہا کہ اس ملک کے حالات کچھ اس نوعیت کے ہیں کہ یہاں پر دینی تعلیم حاصل نہیں کی جا سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ میں اپنی مذہبی تعلیم کو جتنا ابتدائی

اور بنیادی کتابوں کے مطالعہ سے زیادہ وہ پڑھا نہیں سکا۔ حافظ عبدالقادر نوشاہی نے انکشاف کیا کہ اس واقعہ کے بعد وہ ہیلی فیکس کی جامع مسجد میں اپنے عہدہ سے سبکدوش ہو گئے ہیں۔ تاہم انہوں نے اس بات کی تردید کی کہ ان پر مسجد کمیٹی کی طرف سے دباؤ ڈالا گیا ہے یا انہیں مستعفی ہونے پر مجبور کیا گیا۔ انہوں نے برطانیہ کے نوجوان علماء اور خصوصاً پاکستان سے آئے ہوئے نوجوان حافظوں اور قاریوں کو مشورہ دیا کہ وہ برطانیہ میں علماء کی پارٹی بازی سے بچ کر رہیں۔ اور ان کی گروہی سیاست کا شکار ہونے کی بجائے صدق دل سے اپنے فرائض انجام دیں۔ حافظ عبدالقادر نوشاہی نے کہا کہ دو عیدیں پڑھانے کی ان سے جو غلطی ہوئی ہے اگر اس کی وجہ سے کوئی مفتی ان پر تعزیر لگا دیں تو وہ اسے تسلیم کر لیں گے۔ شرط یہ ہے کہ یہ تعزیر ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے لگائی جائے جن حالات میں مجھے دوسری نماز پڑھانے پر مجبور کیا گیا۔

ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اسلامی تعلیمات اور مسائل کے بارے اکثر ائمہ مساجد کی معلومات انتہائی معمولی اور سطحی ہوتی ہیں اور انہیں اس بارے میں قطعیت سے کسی بات کا علم نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا کہ یہی وجہ ہے کہ میں نے دو بار نماز پڑھائی۔ تاہم انہوں نے کہا کہ پیر کے روز بریڈ فورڈ میں نماز پڑھانے کی تمام تر ذمہ داری ساؤتھ فیلڈ سکوائر کی جامع مسجد کی انتظامیہ پر ہے جس نے اسے اندھیرے میں رکھ کر دوبارہ نماز پڑھانے پر راضی کیا۔ حافظ عبدالقادر نے اس سارے واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ اتوار کے روز ہیلی فیکس میں عید پڑھانے کا فیصلہ ان کا نہیں مسجد کمیٹی کا فیصلہ تھا لیکن جس وقت انہوں نے یہ نماز پڑھائی تو ان کے ذہن میں کسی گوشہ میں یہ بات نہیں تھی کہ آج عید نہیں ہے اور انہوں نے یہ نماز انتہائی نیک نیتی سے یہ یقین کرتے ہوئے کہ آج

عید بھی پڑھائی لیکن جب وہ نماز عید سے فارغ ہو کر باہر تشریف لائے تو
حضرت پیر معروف حسین نوشاہی اور ان کے بعض دوسرے احباب نے انہیں
اس بات پر قائل کر لیا کہ اتوار کے روز عید نہیں بلکہ روزہ تھا۔ اس لیے ان کی
یہ نماز ٹھیک نہیں تھی۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے پیر کے روز اسی وجہ سے دوبارہ
نماز عید پڑھائی کہ انہیں اس بات پر قائل کر لیا گیا تھا کہ عید سوموار کے روز
ہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں اب بھی وثوق کے ساتھ یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ
عید اتوار کو تھی یا سوموار کو۔ کیونکہ اتوار کو عید کرنے والوں میں بھی بعض نامور علماء
دین شامل ہیں اور سوموار کو عید کرنے والوں میں بھی بہت سے عالم فاضل اور
پیر طریقت شامل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اب یہ فیصلہ کرنا مفتیوں کا کام ہے کہ
کس روز عید تھی اور کس دن روزہ۔ تاہم جہاں تک نماز عید کا تعلق ہے یہ سمجھتا
ہوں کہ میری اتوار کی نماز ٹھیک تھی اور سوموار کی غلط۔

ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ جن نمازیوں نے میرے پیچھے پیر
کے روز نماز پڑھی وہ ٹھیک نہیں تھی کیونکہ میری پڑھانے کے تھوڑی ہی دیر
بعد شیخ الحدیث مفتی سیف الرحمٰن صاحب نے مجھے تین مرتبہ یہ کہا کہ تمہاری آج
کی نماز درست نہیں تھی۔ حافظ عبدالقادر کا کہنا ہے کہ اگر مجھے علم ہوتا کہ دوسری
نماز پڑھانا شرعاً ناجائز ہے تو میں کبھی بھی ایسے فعل کا مرتکب نہ ہوتا۔ انہوں نے
کہا کہ میں یہ مسئلہ اب مفتی سیف الرحمٰن اور خود پیر صاحب کی خدمت میں پیش
کر رہا ہوں اور وہی اس مسئلہ کا حل نکالیں گے کہ کون سی نماز غلط تھی اور کون سی صحیح
تاہم انہوں نے ان افراد پر شدید نکتہ چینی کی جنہوں نے اس مسئلہ کو ہوا دیتے ہوئے
اسے ایک بڑے سکینڈل میں تبدیل کر دیا۔ پیر معروف حسین نوشاہی کی طرف سے
اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کا جواب دیتے ہوئے پیر معروف حسین نوشاہی

نے کہا کہ عید کی جو نماز حافظ عبدالقادر نے پڑھائی وہ اس روز پڑھائی جانے والی آخری نماز تھی اور پروگرام کے مطابق یہ نماز حافظ اشفاق احمد نے پڑھانی تھی لیکن جب حافظ عبدالقادر کو یہ احساس ہوا کہ اتوار کو عید نہیں روزہ تھا تو اس نے دوبارہ عید پڑھانے کا فیصلہ کیا۔ اگر مجھے ذرا بھی شبہ ہوتا کہ حافظ عبدالقادر کی نماز مشکوک ہے تو میں کبھی بھی خود ان کے پیچھے نماز نہ پڑھتا۔ انہوں نے شک ظاہر کیا کہ ہیلی فیکس کی مسجد کمیٹی کے رہنما کی وجہ سے حافظ عبدالقادر نے اپنے ہی فیصلہ کی تردید کرنے کی کوشش کی ہے اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد کمیٹی نے حافظ قادر کے واجبات کی ادائیگی رکوا دی ہے۔ اگر اس طرح کی بیان بازی سے حافظ عبدالقادر کو اپنے واجبات مل سکتے ہیں تو وہ خوش رہیں۔

مفتی سیف الرحمٰن — شیخ الحدیث مفتی سیف الرحمٰن جنہوں نے اس مسجد میں عید کی پہلی نماز پڑھائی حافظ عبدالقادر کے اس دعویٰ کی تردید کی ہے کہ مفتی سیف الرحمٰن نے انہیں کہا کہ ان کی پیر کے روز کی نماز غلط تھی۔ انہوں نے کہا کہ اس سلسلہ میں حافظ عبدالقادر کے تمام دعوے غلط ہیں اور میری اس سلسلہ میں ان سے قطعاً کوئی بات نہیں ہوئی البتہ پیر صاحب سے اس واقعہ کا ذکر ضرور ہوا تھا انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ حافظ عبدالقادر صاحب کی حرکت کو سمجھے بغیر سنت و ختم کی گفتگو کر رہے ہیں خود ہی ایک بات کہتے ہیں اور پھر خود ہی اس کی تردید کرتے ہیں۔ مسجد کمیٹی کے صدر حاجی محمد سلطان نے جنگ کو بتایا کہ مسجد کمیٹی نے حافظ عبدالقادر کے واجبات کی ادائیگی کا اصولی فیصلہ کر لیا ہے اور جلد ہی ان کے یہ واجبات ادا کر دیئے جائیں گے انہوں نے اس بات کی بھی تصدیق کی کہ حافظ عبدالقادر کو ان کے عہدہ سے سبکدوش کر دیا گیا ہے لیکن یہ فیصلہ باہمی رضامندی کے باعث حافظ قادر کی خواہش پر کیا گیا۔

روزنامہ جنگ لندن ۲۲ مارچ ۱۹۹۴ء

ناروے میں نام نہاد پیروں کی کارستانیاں

اوسلو (ناروے) کے روزنامہ آربائیدر بلاد میں ایک نہایت شرمناک خبر چھپی جس کے بعد امام نعمت علی شاہ نے ایک میٹنگ بلائی۔ لوگوں نے شاہ صاحب سے کہا میٹنگ نہ بلائیں تا وہ خبر کہیں پھر سے تازہ نہ ہو جائے جس کے تحت وہاں کے ایک پہلے امام ظفر محمد کو ناروے چھوڑنا پڑا تھا۔ نعمت علی شاہ نے یہ بات نہ مانی اور میٹنگ بلالی۔ پھر کیا ہوا ہم اسے نقل کرنے میں کوئی فائدہ نہیں سمجھتے۔ البتہ اس سلسلے میں شائع ہونے والے ایک خط کے کچھ اقتباسات لکھ دیتے ہیں جو روزنامہ جنگ کی ۱۰ مارچ ۱۹۹۴ء کی اشاعت میں چھپا ہے۔

پچھلے ہفتے روزنامہ آربائیدر بلاد میں افضل عباس کا ایک مضمون شائع ہونے کے بعد اوسلو کے دینی اداروں میں ایک تہلکہ سا مچ گیا ہے۔ مضمون نگار افضل عباس نے نارویجین حکام اور نارویجین معاشرے سے اپیل کی تھی کہ اوسلو میں مقیم پاکستانیوں کو مولویوں کے چنگل سے نجات دلانے کی کوئی اجتماعی تدبیر کی جائے۔ اس مضمون میں ایک کم عمر لڑکی کے ساتھ ایک قرآن کے استاد کی طرف سے کی جانے والی ایک نازیبا حرکت کی نشاندہی کی گئی تھی۔ اس مضمون کے مطابق یہ واقعہ ایک مسجد میں پیش آیا تھا، معاملہ سلجھانے کے لئے کسی تنظیم کی مدد بھی لی گئی تھی مگر تمام افراد کا متفقہ فیصلہ تھا کہ بچی اور اس کے والدین کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔ مضمون نگار کا موقف تھا کہ نہ جانے ایسے کتنے ہی واقعات مساجد میں پیش آئے ہوں گے مگر ان کی چھان بین نہیں کی جاتی ہوگی اور بچیوں کے والدین بدنامی کے ڈر سے خاموشی اختیار کر لیتے ہوں گے۔ اس مضمون میں روزنامہ جنگ کی خبر ملا کا حوالہ دیتے ہوئے برطانیہ میں ہونے والے ایک واقعہ کی تفصیلات بھی شائع کی گئی تھیں جس کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ مساجد میں اس قسم کے واقعات کا ہونا

ایک معمول کی بات ہے۔ پاکستانی بچوں کے مرکز برائے فلاح و بہبود کے انچارج
اسلم تحسین نے پولیس سے مضمون میں بیان کیے جانے والے واقعہ کی تفتیش کا مطالبہ
کر دیا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ یہ واقعہ ناروے کے قوانین اور سماجی اقدار کی خلاف
ورزی کی نشاندہی کرتا ہے جو کہ ایک قابل سزا جرم ہے۔ مرکزی جماعت اہلسنت کے
امام نعمت علی شاہ نے گذشتہ ہفتے اس معاملہ پر سوچ بچار کرنے کے لیے تمام
پاکستانی علماء، وردیوں اور مدرسوں کے منتظمین کے یکے بعد دیگرے دو اجلاس منعقد
کیے۔ ان اجلاس میں یہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ اس واقعے کی تہہ تک پہنچ کر اس
واقعے میں ملوث فرد کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی اور اگر یہ واقعہ ایک
من گھڑت کہانی ثابت ہوا تو مضمون نگار کے خلاف مسجدوں کو بدنام کرنے
کے الزام میں عدالت میں مقدمہ دائر کروایا جائے گا۔

ریڈیو ناروے کی اردو سروس نے دس اپریل کی نشریات میں اسی موضوع پر
ایک تفصیلی پروگرام نشر کیا تھا۔ اردو سروس کے مطابق یہ واقعہ کسی مسجد میں نہیں بلکہ
اوسلو کے نواح میں واقع ایک تدریسی مرکز میں پیش آیا تھا جس کا انتظام مدنی مسجد کے
پاس تھا۔ تاہم مدنی مسجد کے ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ مرکز مدنی مسجد کے زیر انتظام
نہیں تھا لیکن مسجد کے استاد وہاں کبھی کبھی پڑھانے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ جو صاحب
یہ مرکز چلاتے تھے وہ مدنی مسجد کے چند افراد کو ذاتی طور پر جانتے تھے اور ضرورت
پڑنے پر مدنی مسجد کے ایک استاد وہاں جاکر کبھی کبھی پڑھا دیا کرتے تھے۔ مدنی مسجد
کے نچلے ذرائع نے اردو سروس کو بتایا ہے کہ اس مرکز کے انچارج بھی اس واقعہ میں
ملوث تھے۔ اور مدنی مسجد نے اس معاملے کی چھان بین کرنے کے لیے محکمہ تحفظ اطفال
کے ساتھ مل کر تعاون کیا تھا مگر یہ معاملہ اس نتیجے پر پہنچ کر ختم ہو گیا تھا کہ بچی اور
اس کے والدین کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔

پیر علاؤالدین صدیقی

پیر علاؤالدین صدیقی برمنگھم کے معروف پیر ہیں۔ وہ بریلوی حلقوں میں ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں جب راقم الحروف برمنگھم ہارسیپنڈل روڈ کی مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیتا تھا موصوف مسلسل وہاں حاضر ہوتے اور مسلسل ایک سال تک، حقیر کی اقتداء میں نماز ادا کرتے رہے۔ ان دنوں ان کے ہاں دیوبندی بریلوی کوئی مسئلہ تھا اور ان کے نزدیک دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھنا بالکل جائز تھا انہوں نے راقم الحروف کے ساتھ دو مرتبہ حج بھی ادا کیا ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد برمنگھم میں بریلوی پیروں کی مسلسل آمد اور جاہل عوام کی اندھی عقیدت نے آپ کو بھی معروف پیروں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ بیعت و ارشاد کے نام پر مریدوں کی تعداد بڑھانے کی جدوجہد شروع ہوئی۔ ہر پیر دوسرے پیر پہ کثرت کا دعویٰ کرتا اور یوں مریدوں کی تعداد اور ان کے نذرانہ عقیدت میں اضافہ ہوتا رہا لیکن خدا خانہ کیا کچھ ہوتا رہا۔ اس پر ہم کچھ کہنے کے بجائے پیر صدیقی کے ہی ایک سابق مرید کا بیان نقل کرتے ہیں یہ مرید لیسٹر کے جناب جہانگیر اختر نعیمی ہیں جنہوں نے روزنامہ جنگ لندن کی ۹ مارچ ۱۹۹۷ء کی اشاعت میں یوں لکھا ہے:

> ادھر کچھ مشائخ نے بڑے بڑے ادارے اور اسلامی یونیورسٹیاں قائم کی ہیں جن میں سے دو پر مقدمے جاری ہیں کہ ادارہ پیر صاحب کی ملکیت ہے یا عوام کے لیے فی سبیل اللہ وقف ہے۔ اگر اداروں کے کمائیوں کو دیکھو تو نئی گاڑیوں میں سوار، پرائیویٹ نمبر پلیٹ لگائے ہوئے ہاتھ میں موبائل فون اٹھائے آپ کو دور جدید کا شیخ طریقت نظر آئے گا۔ پیر صاحب کو کبھی امریکہ کے دورے پر ہوتے ہیں کبھی کینیڈا یورپ۔ امریکہ پاکستان اور سعودیہ مریدین نے تو پیر صاحب کو فضائی بنا دیا مگر سوال یہ ہے کہ پیر صاحب نے مریدوں کو کیا دیا؟ جب پیر صاحب سے بچوں کی شکایت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں والدین نے خود ان کی صحیح تربیت نہیں

کی برطانیہ کا حال ہے

دوسری جانب پاکستان میں قوم نے ان لوگوں کو مسترد کر دیا ہے کیونکہ یہ خود اپنے
اور اسلام کو نافذ کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ کب نظامِ مصطفیٰ کو کیا نافذ کریں گے
اسمبلی کے باہر عورت کی حکمرانی کے خلاف دلائل دینے والے جب اسمبلی کے اندر
گئے تو اس کے سدباب کے لیے بل تک پیش نہیں کر سکے۔ ناکامی کی وجہ یہ بیان
کرتے ہیں کہ ہمارے پاس ووٹ نہیں تھے۔ مگر یہ لکھتے نہیں صحیح طرح الٹے۔ سوال
یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن کے پاس وسائل تھے ان کو دکھایاں کیوں نہ دیکھی رہ
گئیاں؟

غرض تمام پروفیشنل اور دردمند اسلامی ذہن رکھنے والے نوجوانوں سے اپیل
کرتا ہے کہ آج وقت کا تقاضا ہے کہ سامنے آ کر برطانیہ میں مسلمانوں کے مستقبل
اور خدمتِ اسلام کے لیے قوم کے سامنے عملی نمونہ پیش کریں۔

(جہانگیر اختر نعیمی لیسٹر)

جہانگیر اختر نعیمی نے ان سطور میں پیر کا نام نہیں لیا لیکن یہ ضرور واضح کر دیا ہے کہ
برطانیہ میں جاہل معتقدوں کی عقیدت مندی سے پیروں کے کیا وارے نیارے ہوتے ہیں
اس خبر کے شائع ہوتے ہی پیر صاحب کے آستانہ پر کھلبلی مچ گئی۔ جہانگیر اختر نعیمی کے خلاف
لوگوں کے جذبات بھڑکائے گئے۔ بجائے اس کے کہ پیر صاحب اپنے طرزِ عمل میں تبدیلی لاتے انہوں نے ایک
دوسرے مرید محمد ریاست قادری کے ذریعہ جہانگیر نعیمی کو کہلوا بھیجا کہ وہ پیر صاحب کے دربار میں
حاضر ہو کر معافی مانگنے کا حکم دیا۔ روزنامہ جنگ لندن ۲۲ مارچ کی اشاعت میں جناب ریاست علی
قادری کا یہ بیان دیکھئے جنہوں نے یہ بھی بتلا دیا کہ وہ پیر کون ہیں؟

موصوف نے ایک پیر صاحب کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ مرہائی ٹیلیفون سے
سرگودھا سے ہیں۔ ان کی دو تین گدیاں قائم ہیں۔ ان کے مقتدے ... سے ہیں۔

اور پیر صاحب کبھی امریکہ اور کینیڈا کے دورے کرتے ہیں، عمدہ گاڑی پرائیویٹ
نمبر پلیٹ میں گھومتے ہیں۔ جواباً گزارش ہے کہ جب مقدمہ عدالت میں ہے تو
موصوف کو آخر کس اخلاق نے اجازت دی ہے کہ وہ فیصلہ سے پہلے ہی پیر
صاحب کے عیش و عشرت پر طنز کریں۔ موصوف نے اپنے پیر حضرت خواجہ علاؤ الدین
صدیقی سے اپنے اخراج کے بعد ہر پیر پر طعن توڑنا، عیب جوئی کرنا وطیرہ بنالیا
ہے۔ انہوں نے حضرت صدیقی مدظلہ کے مرید ہونے کے دور میں ایک دوسرے
پیر صاحب کے مرید ہونے کا بھی اعلان کرنا شروع کردیا تھا تو پیر صدیقی صاحب نے
دو کشتیوں کے سوار کو اپنی کشتی سے بیچ منجدھار کے اتار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ
حالات کے سمندر میں مسلسل غوطے کھا رہے ہیں۔ اور پیروں اور علماء پر سب و شتم
سے اپنے کلیجہ کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ انہوں نے
اپنے ایک ہی مضمون کو الفاظ کی معمولی تبدیلیوں سے جو بار بار اخبارات میں چھپوائے
کا عذاب اپنے سر مسلط کر رکھا ہے اس کا علاج صرف یہ ہے کہ وہ سچے دل سے
حضرت پیر صدیقی صاحب کے آستانہ پر حاضر ہو کر معافی مانگیں۔ ہم نے اپنے
پیروں کے رد کیے ہوئے لوگوں کو ایسے ہی پریشان، بدحواس ہمیشہ دیکھا ہے۔

(محمد ریاست قادری)[1]

پھر روزنامہ جنگ لندن کی ۱۰ اپریل کی اشاعت میں جہانگیر اختر نعیمی نے ریاست قادری
کے متعلق تو بڑی سخت گرفت کی اور لکھا کہ:-

فقیر پر الزام لگایا گیا ہے کہ وہ بیعت طریقت سے کیوں منحرف ہوا ہے۔۔۔۔۔
فقیر نے جب بیعت طریقت کو مذکورہ شرعی معیار کے خلاف پایا تو ۱۹۸۷ء میں
سابقہ نسبت طریقت سے وضاحت طلب کی جس میں یہ تصریح تھی کہ تسلی بخش

---

[1] روزنامہ جنگ ۲۲ مارچ ۱۹۹۲ء

جواب نہ ملنے پر اس طریقت کو آخری سلام ہے اور آج تک جواب سے قاصر ہوں۔ اگر ریاست صاحب کو موجودہ تصوف اور جنید و بایزید کی طریقت میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ تو براہِ کرم وہ کچھ تحقیق کریں تو ان کا قلب روشن ہو جائے گا......

سجادہ نشین نے باوجودیکہ وہ شرعی مسافر تھے نماز قصر اس لیے نہیں کی کہ بقول ان کے وہ اپنے مرید کے گھر آئے ہوئے تھے اور مرید کا گھر اور پیر کا گھر ایک ہوتا ہے۔ کیا یہی شریعت اسلامیہ کی فقہ کا مسئلہ ہے یا مذکورہ شیخ طریقت کے گھر کا مسئلہ؟ تو پھر ایسے جاہل پیروں کو کس نے حق دیا ہے کہ وہ صرف اس لیے بیعت کریں کیونکہ وہ پیروں کی اولاد ہیں اور خود بھی گمراہ ہوں اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں۔

پیر صاحب نے ایک عورت کے سوال پر کہ اس کا محرم نہیں ہے اور وہ حج پر جانا چاہتی ہے کیا کرے؟ کے جواب میں فرمایا کہ تو میری خادمہ کی نیت کر لے اور میرے ساتھ چل تو تیرا حج ادا ہو جائے گا۔

ایک پیر صاحب سے جب عرض کیا گیا کہ ہماری مسجد میں صفیں قبلہ کی جانب کرنے سے صفیں ایک کونے کی جانب ہو جاتی ہیں۔ تو پیر صاحب نے یہ جواب دیا کہ میں چونکہ مستند عالم ہوں اس لیے تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم سامنے والی دیوار کے برابر صفیں بنالو کوئی حرج نہیں ہے۔ اگرچہ قبلہ اس طرف نہیں ہے۔

ایک پیر صاحب کے بارے میں ٹی وی پر پروگرام نشر ہو چکا ہے اور وہ اغوا کے مقدمے میں یہاں پولیس کو مطلوب ہیں۔

ایک پیر صاحب نے ایک مقدمے کے ضمن میں یہ اعلان کیا کہ میں نے خواب میں شیخ حضرت کا سہرا اپنے مرید کی پگڑی کے سر دیکھا مگر مقدمے میں وہ ہار گئے۔

حضرت علاؤالدین کے خلیفہ مولانا طاہر القادری

بریلوی پیروں میں پروفیسر طاہر القادری قبلہؒ کی بھی بڑی شہرت ہے۔ آپ جناب علاؤ الدین جیلانی کے خلیفہ ہیں۔ آپ اپنے تعارف میں اپنے اس شیخ کے ساتھ اپنے والد کو بھی ایک بڑے بزرگ کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ آپ کے والد قبر میں بھی نماز کے پابند ہے۔ یہاں تک کہ قبر میں سوال کرنے والے فرشتے (منکر اور نکیر) سوالات کیے بغیر واپس لوٹ گئے کیونکہ آپ نماز میں تھے اور نکیرین اس فقہی موقف پہ تھے کہ فرشتے کسی سے نماز پڑھتے کلام نہیں کرتے اور نہ کسی پہ نماز پڑھتے ہاتھ ڈالتے ہیں۔ ملک الموت نے بھی کسی کی نماز پڑھتے روح قبض نہ کی ہوگی۔ طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں۔

اباجی قبلہ کے وصال کے دس روز بعد مجھے ان کی زیارت ہوئی تو میں نے ان سے تین سوال کیے۔۔۔۔ تیسرے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا بیٹے۔۔ نکیرین سوال کے لیے میری قبر میں آئے تو میں اس وقت عصر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ انہوں نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا تو واپس چلے گئے اور آج دس دن ہو گئے میں انتظار کر رہا ہوں کہ آکر سوال تو کریں لیکن وہ پھر کبھی نہیں آئےؔ

یہاں نقطہ تو غور طلب ہے۔ فرشتوں کو تنبیہ دی جا رہی ہے کہ سوال کر کے تو دیکھیں انہیں کیا مجال کہ سوال کر سکیں یا منکر کر دیکھیں۔

یہ تو والد صاحب کا روحانی درجہ تھا۔ اب ان کے نابینا استاد کا درجہ بھی ملاحظہ کریں۔

مولانا طاہر القادری اپنے والد کے استاد حکیم نابینا انصاری کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کی نبض دیکھ کر ہی ان کے فرسانہ بچے کی بابت پورے یقین سے کہہ دیا کہ یہ اس کا بچہ نہیں ہے کیونکہ باپ میں اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ بچہ پیدا ہو سکے ــــ پھر یہ بچہ آیا کہاں سے؟ اس کی تفصیل کرتے ہوئے قادری صاحب کہتے ہیں کہ اولاد سے محروم میاں بیوی

ؔ قومی ڈائجسٹ لاہور اپریل ۱۹۸۹ء

کہ حیدرآباد دکن کے ایک مجذوب نے کہا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ معاملہ حضرت بابا فرید گنج شکر کے لیول کا ہے ہم نے باباجی سے کہہ دیا ہے۔ آپ لوگ پاک پتن چلے جائیں۔ وہاں آپ چالیس دن اور چالیس راتیں گزاریں باباجی آپ کا کام کر دیں گے۔ چنانچہ چالیسویں رات بابا حضور تشریف لائے اور فرمایا: جیتے رہو تمہیں مبارک ہو اور اس کے ساتھ ہی ان کے ہاتھ میں گلاب کا پھول دے دیا۔ اور اس کے کچھ عرصہ بعد یہ بچہ پیدا ہوا۔ موصوف ظاہر القادری کہتے ہیں کہ اس شخص نے حکیم نبیا انصاری سے کہا:

> آپ نے نبض دیکھ کر جو کچھ بتایا بالکل ٹھیک ہے طبی اصول اور جسمانی نقطۂ نگاہ سے واقعتاً اس بیٹے کی پیدائش ہوئی ہی نہیں۔ آپ بھی سچے ہیں اور ہم بھی کہ یہ بیٹا تو ہمارا ہی ہے مگر ہوا باباجی کے توسط سے۔[1]

جہاں تک موصوف کا غیر محرم عورتوں کے ساتھ کھلے عام تصویر بنانا اور ان کے جھرمٹ میں خط محسوس کرنے کا تعلق ہے تو وہ موصوف کے نزدیک کوئی معیوب بات نہیں ہے کیونکہ ہماری اطلاع کے مطابق داعی کے لیے ان حالات میں یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی پوری رعایا میں گھل مل سکے ہم ماہنامہ تکبیر سے ان کے غیر محرم عورتوں میں گھل مل ہونے کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں جس سے بریلوی حضرات کی سوچوں کا مقدس چہرہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔[2] ایسے ملاحظہ فرمائیں۔ مگر ان مکشوفات پر دوسری نظر نہ پڑے کیونکہ ارادتاً غیر محرم عورتوں پر دوسری نظر کرنا صحیح نہیں۔

> سوف تری اذا انکشف الغبار
>
> افرس تحت رجلك ام حمار

جب غبار ہٹا تو تم جلد دیکھ لو گے کہ تمہارے پاؤں تلے گھوڑا ہے یا گدھا۔ تمہارے سوار کس سواری پر اتراتے ہیں۔ وہ سوچتے ہوں گے جیسے حضرت کے سہارے جیسے یا بڑے حضرت کے سہارے

---

[1] قومی ڈائجسٹ ص ۲۸ [2] ہفت روزہ تکبیر ۲ جون ۱۹۹۰ء

سرکار بغداد سے روپوں کی غیبی مدد

پچھلی کلاس کے لوگوں کو روپوں کے غیبی ہاتھ کی بڑی لو رہتی ہے جیسے کے نیچے سے دیے ملیں انہیں اس کا بہت انتظار رہتا ہے سو پچھلی ملاقاتوں میں آپ کو کتنے پیر سونا دگنا کرتے ملیں گے غیر محرم عورتوں کے ہم مجلس ہوتے کے بعد ان کی دوسری بڑی دلچسپی دولت کی غیبی راہوں میں ہوتی ہے عزت اور دولت کی چھین جھپٹ سے ان آستانوں کی رونق بنتی ہے اور قلب جاری کرنے کے نام سے پیر صاحبان کس طرح اپنی انگلی چھاتیوں پر رکھتے ہیں اسے یہ کم ظرفات ہی جانتی ہیں۔ ہم نہیں مستورات نہیں لکھ سکتے آپ اس ماڈرن پیر طریقت کو عورتوں کے جھرمٹ میں دیکھ سکتے ہیں۔ اب سرکار بغداد سے روپوں کی غیبی مدد کا ایک واقعہ بھی پڑھ لیں :-

> قبلہ والد صاحب فرماتے ہیں ایک شب سیدنا غوث الاعظم اس حالت میں خواب میں تشریف لائے کہ میں اپنے کلینک میں بیٹھا ہوا ہوں اور آپ مغرب کی طرف سے کلینک میں داخل ہوئے اور آتے ہی ارشاد فرمایا کہ وہ وظیفوں والی کاپی لاؤ اباجی قبلہ فرماتے ہیں میں نے وہ پانچ روپے والا وظیفہ اور دوسرے کئی وظائف ایک کاپی پر لکھے ہوئے تھے میں وہ کاپی اندر سے اٹھا لایا تو دوبارہ ارشاد فرمایا وہ پانچ روپے والا وظیفہ نکالو میں نے وہ صفحہ نکال کر پیش کر دیا انہوں نے اپنی جیب سے قلم نکال لیتے ہوئے اور اس وظیفے پر پھیرتے ہوئے فرمایا یہ پڑھو گے تو ساری عمر پانچ روپے ہی ملیں گے کبھی پانچ سو کی ضرورت پڑ جائے گی اور کبھی پانچ ہزار کی تو پھر کیا کرو گے؟ یہ وظیفہ آج سے پڑھنا چھوڑ دو.....
> خزانے کھل گئے آج سے تمہارے لیے[1]

اس سے پتہ چلا کہ والد صاحب قبلہ پہلے پانچ روپے یومیہ پر ہی کام کرتے تھے یہ سرکار بغداد

---

[1] میرے والد صاحب نمبر ص

کی شفقت تھی کہ آپ نے اس وظیفے کو چھڑا دیا اور ہزاروں کا غیبی ہاتھ کھول دیا۔ طاہر القادری صاحب فرماتے ہیں کہ والد صاحب قبلہ نے اس خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

> میں سمجھ گیا وہ کاپی دیکھی تو پانچ روپے کے وظیفے والا صفحہ زرد تھا ذ وظیفہ کاٹا ہوا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سیدنا غوث الاعظم بنفس نفیس تشریف لائے تھے۔ (یعنی یہ خواب نہ تھا) یہ عالم تھا ان پر اولیائے کرام کی شفقتوں کا۔ اس کے بعد ہم نے کبھی تنگی نہیں دیکھی ۔۔۔ میں اگر کہتا ایک ہزار تو شام سے پہلے پہلے وہ رقم مہیا ہو جاتی سیدنا غوث الاعظم کے خواب میں تشریف لانے کے بعد واقعۃً خزانوں کے منہ کھل گئے۔[1]

تجلی کا اس کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے اس دست غیب میں بہت کشش ہوتی ہے ہم انگریز مستشرق پی ہارڈی کے اس بیان سے اتفاق کرتے ہیں کہ ریلویت تجلی کا اس کے لوگوں کے لیے ابتداء سے ہی بہت کشش کا موجب رہی ہے۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں مولانا احمد رضا خاں کا ملفوظ ہدیہ ناظرین کر دیں:

سوال: دست غیب و کیمیا حاصل کرنا کیسا ہے؟

ارشاد: دست غیب کے لیے دعا کرنا محال عادی کے لیے دعا کرنا ہے جو مثل محال عقلی و ذاتی کے حرام ہے۔[2]

یہ غیبی ہاتھ زیادہ دیر ساتھ نہ رہ سکا

اسلام آباد میں طاہر القادری صاحب کی ملاقات اپنے ایک سابق استاد اور اپنے والد کے ایک دوست سے ہوئی۔ انہوں نے بے تکلفی کے ساتھ سوال کیا کہ یونیورسٹی کی نوکری کیوں چھوڑ دی؟ ہنسا ساسنہ بنا کر اس نے جواب دیا کہ اس تنخواہ میں اس

---

[1] ایضاً

[2] ملفوظات حصہ سوم ص۱۱

کی چند رسبز و خشک سے نہیں ہوتی تھی۔ بزرگ استاد نے حیرت سے کہا کہ
ابھی چند سال پہلے وہ (طاہر القادری) ان سے مالی امداد کی درخواست کر رہا
تھا اور اس نے التجا کی تھی کہ اسے کہیں سے وظیفہ دلوا دیا جائے۔ اب
جبکہ اس کے مالی حالات اتنے اچھے کیسے ہو گئے؟ اس سوال پر وہ
(طاہر القادری) گھبرا گیا اور اس نے بتایا کہ اپنا جھنگ کا مکان بیچ کر کاروبار
شروع کر رکھا ہے۔[1]

کون سے ہاتھ اس پیر طریقت کا دست غیب بنے؟

مذکورہ بالا لٹریچر کی چند سطور بھی پڑھ لیں:
میاں شریف نے اس کے لیے سیمنٹ کی ایک ایجنسی حاصل کی تھی اور وہ
اس کے علاوہ مختلف طریقوں سے اس کی مالی امداد کرتے تھے۔ چند تک
یہ مالی امداد سوا لاکھ روپے ماہوار تک جا پہنچی۔
جب ملازمت تھی تو آمدنی لاکھ بھی نہ تھی جب چھوڑی تو سوا لاکھ — درست کہتے ہیں کہ
زندہ ہاتھی لاکھ کا اور مرا سوا لاکھ کا۔

غیر قانونی تارکین وطن کو برطانیہ بھیجنے کا کاروبار

روزنامہ جنگ لندن نے ۱۱ مئی ۱۹۹۲ء کی اشاعت میں برطانیہ کے اخبار نیوز آف دی ورلڈ
News of the World کے حوالے سے یہ خبر شائع کی:
برمنگھم میں ادارہ منہاج القرآن کے مولوی محمد ظہر مبینہ طور پر اس گروہ کے سرغنہ
ہیں جو مسلم تارکین وطن کو برطانیہ میں داخل کرنے کا دھندہ کرتے ہیں۔ بس

---

[1] جعل ساز یا فرشتہ صفت [illegible]

آرٹیکل میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ پیرس کے گلگشن کورٹ کے علاقہ میں واقع مسجد
نور خلیفت سے لوگوں کو برطانیہ بھیجنے کا کام ہوتا ہے[1]

ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس خبر میں کہاں تک سچائی ہے لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ پیرانِ طریقت کے دستِ غیب کی دستیں بہت دور دور تک پھیلی ہیں۔ یہ اللہ والوں کے جلوے ہیں جہاں چاہیں دکھا دیں۔ نچلی کلاس کے لوگوں کے لیے یہی وہ جلوے ہیں جو انہیں اپنی طرف کھینچتے ہیں مولانا احمد رضا خاں دستِ غیب سے مدد لینے کے حق میں نہ تھے تو طاہر القادری صاحب ان کے خلاف اس طرح چلے۔

والد صاحب قبلہ یزید کے کفر کے قائل تھے اور اس پر لعنت بھیجنے کے بھی
قائل تھے میرا مذہب بھی یہی ہے میں یزید کی تکفیر اور اس پر جوازِ لعن کا
قائل ہوں[2]

قادری صاحب نے اس مشترکہ نقطہ پر شیعوں کا اعتماد حاصل کیا اور انہیں اپنی مسیحی دعوت عوامی تحریک میں ساتھ لے کر چلے نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ یہ طبقہ ملکوں میں آپ کا گراف تیزی سے گر رہا ہے

اب یہ بات بھی سمجھ لیں کہ انہیں مالی سپورٹ کہاں سے ملا؟

تحقیقاتی ٹریبونل کے روبرو جرح کے جواب میں

ڈاکٹر طاہر القادری نے اعتراف کیا کہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں نواز شریف نے انہیں ۸ ہزار روپے فی کنال کے حساب سے ۸ کنال اراضی فراہم کی۔ انہوں نے اس بات کو بھی درست قرار دیا کہ انہوں نے میاں محمد شریف سے ۲۰ لاکھ روپیہ قرض حاصل کیا تھا جس سے انہوں نے ایک سیمنٹ ایجنسی حاصل کی... ایک سوال کے جواب میں انہوں نے اس بات کو درست تسلیم کیا کہ ۱۹۸۱ء تک جب وہ میاں محمد شریف کے ساتھ اتفاق ہسپتال جایا کرتے تھے... انہیں اپنے ذاتی استعمال کے لئے کار بھی فراہم کی گئی تھی[3]

---

۱ دیکھئے روزنامہ جنگ لندن ۱۹۹۲ء ۲ میرے والد صاحب قبلہ ۳ دیدہ شنید ...

فلسفہ سے نکال کر فوراً حضورؐ کے ادب اور بے ادبی پر لے آتے ہیں مثلاً امام ابوحنیفہ کے شاگردوں اور امام شافعی میں اختلاف ہے کہ نماز کے آخری قعدہ میں درود شریف پڑھنا فرض ہے یا نہیں۔ احناف نے کہا کہ فرض نہیں اور شوافع نے کہا فرض ہے۔ یہ اختلاف فقہاء میں صرف اختلاف رائے تک محدود رہا ہے۔ اب اگر اسے اس انداز میں لیں کہ احناف درود کے منکر ہیں اسے فرض نہیں مانتے۔ یہ نبی کی شان گھٹاتے ہیں۔ وہ نماز ہی کیا جس میں آقا پہ درود نہ ہو   ذہن میں جو بھی یہ نقش اختلاف جمے گا دشمنان اسلام تفریق بین المسلمین کی منزل پر پہنچیں گے۔ فقہ حنفی کا مسئلہ ہے کہ خطیب خطبہ میں حضورؐ کا نام لے تو سامعین زبان سے اس پر درود نہ پڑھیں دوسروں سے اس کا اختلاف منقول ہے کہ وہ درود شریف پڑھیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس پہلے دور میں بریلوی موجود نہ تھے ورنہ وہ شور کرتے کہ حنفی (معاذ اللہ) بے ادب ہیں انہوں نے اسم مبارک سنے پر درود نہیں پڑھا —— مسائل کو فقہی اختلاف سے نکال کر حضورؐ کے ادب اور بے ادبی کے اکھاڑے میں لے آنا یہ وہ غلط راہ ہے جس سے تفریق بین المسلمین قائم ہوتی ہے اور امت کا جہاز تاریخ کے اس جھیلے سے ڈوبنے لگتا ہے

بریلویوں کی دوسری واردات

بریلوی علماء اپنے سامعین میں جہلاء پر نہ صرف انتخابی نظر رکھتے ہیں کیونکہ یہی لوگ ہیں جو ان کے کام آتے ہیں انہیں کانوں کان بتلا دیتے ہیں کہ آپ نے فلاں فلاں نمازیوں سے باخبر رہنا ہے یہ کچھ بے ادب سے معلوم ہوتے ہیں اذان ہونے پر اپنے انگوٹھے نہیں چومتے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ جس طرح بھی ہو یہ مسجد میں نہ آئیں جب عقیدہ مختلف ہے تو وہ اپنی مسجدوں میں جائیں وغیرہ وغیرہ۔ ان جہلاء میں جو بد سلیقے قسم کے لوگ ہوتے ہیں انہیں پھر آگے کر دیا جاتا ہے اور شرفاء اپنی عزت سنبھالتے ان کے منہ نہیں آتے۔ پھر ایسے منتخب افراد کو یہ مولوی صاحبان اپنی دعوتی مجالس میں جانشین، درگیارہویں کے کھانے دیتے ہیں ساتھ ساتھ رکھتے ہیں کسی معترض نے جب کبھی

کوئی سنت کی بات کی تو مولوی صاحب کی بجائے ان کے پیرو، وہ لوگ اس کے گلے پڑنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ سنت کی کوئی بات یہ لوگ سننا نہیں چاہتے اور مولوی صاحب ان کے کان میں یہ بات ڈالے ہوتے ہیں کہ اہلسنت بس صرف ہمی ہیں۔ اہل بدعت اس چور دروازے سے اہل سنت بنے بیٹھے ہیں۔ والی اللہ المشتکی۔

بریلویوں کی تیسری واردات

عبارت کو اپنے مطالب سے پھیرنا۔ انہیں ٹوسٹ TWIST کرنا اور ان میں اپنے مطالب ڈالنا بریلوی مولویوں کی عملی صنعت ہے۔ واللہ اعلم بما کانوا یصنعون شو ـــــ

سب اہل علم جانتے ہیں کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اپنے کمال میں یہ جنات اور فرشتوں دونوں سے اوپر ہے۔ اب ظاہر ہے سب افراد انسانی آپس میں نوعی بھائی ہوں گے اور اشرف المخلوقات ہونے کا شرف سب کو حاصل ہوگا۔ اور کہا جا سکے گا کہ ان سے اشرف والی مخلوق خدا نے پیدا نہیں کی۔ رہے انبیاء کرام تو وہ انسانی برادری میں سب کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے لیکن یہ حضرات اس انسانی برادری میں بڑے بھائی کے درجے میں ہوں گے ـــ یہاں بھائی کا لفظ نوعی بھائی کے طور پر بولا جا رہا ہے ـــ نسبی بھائی کی حیثیت اور ہوتی ہے باپ کا درجہ اس سے بڑا ہوتا ہے یہاں باپ بیٹے کا فرق ہے مگر نوعی اعتبار سے یہ باپ بیٹا بھی بھائی بھائی ہیں گو نسباً وہ باپ بیٹا ہیں۔

اب اگر کوئی دوسرا عالم کہے انبیاء انسانی برادری کے بڑے بھائی ہیں برابر کے نہیں نہیں بیٹے برابر کا نہ سمجھو تو یہ جھٹ کہہ اٹھیں گے کہ انبیاء کو نسبی بھائی کہہ دیا حالانکہ باپ کا درجہ بھائی سے بڑا ہوتا ہے دیکھو نبیوں کی توہین کر دی ـــ اس پر پھر دوسرے جاہل بھی بھڑک اٹھتے ہیں کہ دیکھو ان کا عقیدہ ہے نبی کا درجہ بڑے بھائی کے برابر ہے اور سامعین میں سے کوئی ان سے یہ نہیں پوچھتا کہ یہاں نوعی بھائی مراد لے رہے ہیں یا نسبی بھائی ـــ انسان اشرف مخلوقات ہے اس سے اوپر مخلوق کا کوئی درجہ نہیں اور انبیاء کرام اس انسانی برادری کے سب [illegible]

حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں آپ لکھتے ہیں۔

بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں اور سارے مراتب اس سے نیچے
ہیں مگر آدمی رسول ہو کر بھی آدمی رہتا ہے کچھ اس میں خدا کی شان نہیں آجاتی
اور خدا کی ذات میں نہیں مل جاتا [1]

ایک اور جگہ یہ لکھتے ہیں۔

ہمارے پیغمبر سارے جہان کے سردار ہیں اور اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب
سے بڑا ہے [2]

اب آپ کو اندازہ ہو چکا ہوگا کہ بریلوی بات کو بگاڑنے میں کس قدر چیرہ دست ہیں

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

بریلویوں کی چوتھی واردات

دوم کہ جب سمجھ آجائے کہ لکھی بات کچھ اور ہے اور الزام کچھ اور دیا جا رہا ہے۔ یہی بیہودہ بات تو کوئی کھلا کافر بھی نہیں کہہ سکتا پھر یہ کہنے لگتے ہیں یہی منشا ہے یہ بات لکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ممکن ہے کہ یہ عبارتیں اب بدل دی جائیں --- اس پر جب انہیں بتایا جائے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جب حفظ الایمان کی عبارت بدل دی ہے اور اپنی بات کو مزید واضح الفاظ میں لکھ دیا ہے تو اب عوام کے سامنے قرآن کی (پرانی؟) ترک کردہ عبارت کیوں پیش کرتے رہتے ہو کیا آپ پر ظاہر نہیں کہ مصنف نے اسے بدل دیا ہوا ہے تو جھٹ کہنے لگتے ہیں کہ ایک عبارت بدلنے سے کیا ہوتا ہے

سب عبارات بدلو

حفظ الایمان کے مصنف نے خود اپنی عبارت بدل دی تھی اور اس کا انہیں حق تھا مصنف کے علاوہ کسی دوسرے کو حق نہیں کہ اس کی عبارت بدلے ہاں ان کی تشریح کا احترام کرنا چاہیے

---

[1] تقویۃ الایمان صـ [2] ایضاً صـ

پھر کوئی اختلاف نہیں رہتا۔ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان پرانی مثل چلی آرہی ہے

بریلویوں کی پانچویں واردات

اصل کتابوں سے جب بات کھلنے لگتی ہے تو پھر ان کے علماء ان عبارات کو اصل کتابوں سے نہیں اپنی کتابوں میں نقل کردہ حوالوں سے دکھاتے ہیں انہیں کچھ جدا بھی ہوتا ہے اور تمہید بھی اپنے مطلب کی باندھی ہوتی ہے پس پھر کیا ہوتا ہے۔ ان عبارتوں کو دیکھ کر ان کے عوام توبہ توبہ کرنے لگتے ہیں۔ یہ وہ تاریک رخ ہے جس سے بریلویت فروغ پاتی ہے اور عام سمجھا جاسکتا ہے کہ واقعی مسلمانوں کا ایک طبقہ نبی کی شان کو نہیں مانتا۔ استغفر اللہ العظیم

کاش کہ عوام ان وضع کردہ الزامات کو ان کے عمومی پیرایہ مذہب میں جانچنے کی کوشش کریں۔ ان کے مدرسوں اور جلسوں میں جائیں اور وہاں جو یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان منقبت سنیں تو سوچیں کہ اگر وہ بات درست ہوتی جو انہیں بریلوی مولویوں نے بتائی تھی تو دیوبندیوں کی مسجدوں اور مدرسوں میں نہ آنحضرتؐ کی نعت و منقبت ہوتی نہ آپ کا نام آنے پر کوئی درود وسلام پڑھتا۔ اور ان کے ہاں دن رات قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں بلند ہوتیں جہاں اس طرح بار بار حضورؐ پر درود پڑھا جا رہا ہو ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ درود وسلام کے منکر ہیں اگر اپنی آخرت کو سیاہ کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔

بریلوی مولویوں کی چھٹی واردات

جب بریلوی عوام اپنے مولویوں کو جا کر کہتے ہیں کہ ہم نے دیوبندی مساجد میں جا کر دیکھا ہے وہ تو درود وسلام پڑھتے ہیں اور اسے مانتے ہیں اور جب حضورؐ کا نام مبارک آئے وہ آپ پر درود بھیجتے ہیں تو یہ کہتے ہیں تم نہیں جانتے یہ اوپر اوپر سے پڑھتے ہیں تاکہ تمہیں دھوکہ دے سکیں دل سے نہیں پڑھتے۔ پھر جب ان سے پوچھا جائے کہ انسان تو یہاں ظاہر کا مکلف ہے باطن

تو صرف خدا جانتا ہے انہیں کیسے پتہ چل گیا کہ یہ اوپر اوپر سے پڑھتے ہیں۔ آنحضرتؐ کو تو ایسے لوگوں
کے منافق ہونے اور اندر سے ایمان نہ لانے کی خبر وحی سے ملتی تھی اب بریلویوں کو دیوبندیوں
کے منافق ہونے اور اوپر اوپر سے مسلمان ہونے کی خبر کس وحی سے ملی ہے۔ وحی کا سلسلہ تو حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے تو اس پر بریلوی مولوی یہ کہیں گے کہ ہمارے پیروں [illegible]
کو اللہ نے انہیں ایسا بتایا ہے اور وہ عطائی طور پر علم غیب رکھتے ہیں۔ اندر کی بات بتا دیتے ہیں
بابا چھوہڑی شاہ اگر عطائی علم غیب نہ رکھتے ہوتے تو مولانا سردار احمد لائلپوری اور مولانا محمد عمر اچھروی
کیسے بتا سکتے تھے کہ دیوبندی صرف اوپر اوپر سے حضورؐ کو رسول مانتے ہیں اندر سے نہیں — یہ
دونوں مولوی جو دن رات اس بات کو اپنے جلسوں اور اپنی مسجدوں میں کہتے رہے۔ انہیں
چھوہڑی کے شاہ کے متعلق پورا یقین تھا کہ وہ عطائی علم غیب رکھتا ہے۔ اسی نے ان مولویوں کو بتایا تھا
کہ یہ لوگ اندر سے حضورؐ کو نہیں مانتے اور اوپر سے درود و سلام پڑھتے ہیں۔

بریلویوں کی ساتویں واردات

حیوان کی بنیادی کمزوری ہے کہ کھانے کی چیزوں پر خوب لپکتے ہیں۔ حیوان ناطق میں بھی اس
کے آثار پائے گئے ہیں۔ جب تک روح کا تزکیہ نہ ہو وہ حلال و حرام میں فرق نہیں کرتا۔ کتے کو بھی جب
تک تعلیم نہ دی جائے وہ شکار کو منہ مار لیتا ہے جو کتا شکار کو پکڑے مگر خود نہ کھائے اسے کلب معلم
کہتے ہیں۔ وہ انسان کلب معلم سے بھی نیچے ہے جو غریبوں کا حق اور مسکین چالیسویں کی دعوتیں یہ کہہ
کر ہڑپ کر جاتے ہیں کہ دیوبندی ختم شریف کو نہیں مانتے۔ وہ یہاں جس طرح اس حلوے مانڈے سے
محروم ہیں آخرت میں بھی انہیں ختم کا کھانا کوئی نہ بھیجے گا

جہاں تک ہماری معلومات ہیں دیوبندی ایصالِ ثواب کا انکار نہیں کرتے وہ صرف یہ کہتے
ہیں کہ محرم کے ختم میں مولویوں کو نہ کھلائیں یہ کھانا غریبوں اور مسکینوں کا حق ہے۔ اس پر بریلوی مولوی
کہتے ہیں کیا پھر یہ کھانے حرام ٹھہرے۔ [illegible] سے ایسے ختم پڑھنے کا [illegible] میں آتی

اونچی آواز سے ختم پڑھنا کوئی بدعت نہیں ہے۔ اگر ہم اسے بطور مستحسن لے لیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ کسی نے منع تو نہیں کیا ہم کہتے ہیں مولانا احمد رضا خاں نے تو منع کیا ہے خان صاحب فرماتے ہیں۔

> مُردہ کا کھانا صرف فقراء کے لیے ہے عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں
> یہ منع ہے غنی نہ کھائے۔[1]

یہاں اس وقت مسئلے سے بحث نہیں ہم یہاں صرف ان کی واردات بیان کر رہے ہیں۔

ملک اربل جس نے ۶۳۰ھ میں سب سے پہلے محفل میلاد بچھائی۔ اس کے ذیل میں بھی کھانے پینے کا سامان مہیا کیا جاتا تھا مولانا احمد رضا رشتوں کی طرف سے دعوت کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> ابن ماجہ سنن میں بسند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ سے راوی ہیں کنا نعد الاجتماع الی
> اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے
> کھانا تیار کرنے کو مُردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں۔[2]

مولانا احمد رضا خاں جنہوں نے ان کھانے کی مخالفت کر کے باقاعدہ ایک دین و مذہب کی شکل دی ان کی وصیت تھی کہ مجھے یہ یہ کھانے بھیج دیئے جایا کریں۔ آپ نے اپنی وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے کھانوں کی یہ فہرست مرتب فرمائی اور لکھ دیا

> اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے
> بھی کچھ بھیج دیا کریں دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کا دودھ ہو مرغ کی بریانی
> مرغ پلاؤ خواہ بکری کا ہو شامی کباب پراٹھے بالائی فرنی اردو کی پھریری
> دال مع ادرک و لوازم گوشت بھری کچوریاں سیب کا پانی انار کا پانی سوڈے کی بوتل

انسان اپنی بنیادی کمزوری (پیٹ کی فکر اور زبان کا چٹخارہ) میں مار کھا گیا اور بدعت اپنی اس واردات میں بہت سے شکم پرست اپنی گرد میں لے گئی مولانا کی وصیت بھی تک ان کھانوں کی مہک میں جھوم رہی ہے۔

---

[1] احکام شریعت حصہ سوم ص ۱۹۲ [2] ایضاً ص ۱۹۲ [3] وصایا شریف ص ۱۰

بریلویوں کی آٹھویں واردات

بریلوی مولوی کھانے کی محفلیں مہینے میں صرف ایک بار منعقد نہیں کرتے۔ ماہانہ محفل صرف گیارھویں کی صورت میں ہوتی ہے۔ ورنہ ان کی یہ واردات مسلسل چلتی ہیں۔ تیجے، ساتویں، دسویں سے ابھی چالیسویں تک نہیں پہنچے ہوتے کہ کوئی دوسری میت بھی اس دائرے میں آگھستی ہے اور پھر اس کے ایام بھی ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ پسماندگانِ میت تو اپنے دن یاد رکھتے ہیں مگر ختم پڑھنے والے مولوی صاحبان کا دائرہ کبھی ختم نہیں ہونے پاتا۔ پورا سال چلتا ہے۔ ان کھانوں اور محفلوں میں وہ اپنی پارٹی کی ٹیم ساتھ رکھتے ہیں جنہیں اس بات کی تربیت ہوتی ہے کہ مولوی صاحب کی مرضی کے بغیر نہ کوئی شخص مسجد میں آ سکے اور نہ ان کی مرضی کے بغیر کمیٹی میں کوئی ممبر ہو سکے۔ کوئی مسئلہ پوچھے بھی مولوی صاحب کو تنگ نہ کر سکے اور پھر بھی مولوی صاحب کے خلاف اٹھ کھڑا ہو تو وہ ان شرعی غنڈوں سے جنگ نہ کر سکے۔ مولوی صاحب ان کو اپنے خرچ پر نہیں پالتے انہیں ان محفلوں میں ساتھ رکھ کر انہیں خوش رکھتے ہیں۔ اور قربانی کے یہ بکرے بس مولوی صاحب کے ہو کے ہی چلتے ہیں

محلہ میں جو نوجوان دیکھے رہتے ہیں شادی شدہ اور گھر بار والے نہیں ہوتے ان میں سے بعض کو یہ مولوی صاحبان ماہانہ وظیفہ بھی دیتے ہیں۔ ان کے ذمہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص مولوی صاحب کے خلاف کوئی بات کہے تو اس کے گھر جا کر اس پر کچھ رعب ڈالیں تاکہ وہ پھر کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے اور مولوی صاحب کے کسی عمل پر کوئی ان سے سنت نبوی سے ثبوت نہ پوچھ سکے۔

بریلویوں کی نویں واردات

غرض بریلوی مولویوں نے اپنے اسٹ گردوں کو غنڈہ گردی کی ٹریننگ دینے کے ساتھ ساتھ اپنے ناقدین اور مخالفین کے لیے عقوبت خانے بھی تیار کیے ہوتے ہیں جن میں انہیں

چاقوؤں چھریوں اور رسیوں وغیرہ کے ساتھ اس طرح لیس کیا ہوتا ہے کہ انہیں دیکھتے ہی شریف لوگ لاحول ولا قوۃ پڑھ کر کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ ایسی مسجدوں کے قریب بسنے والے بڑے بڑے شرفاء آپ کو دم بخود نظر آئیں گے۔ مجال ہے وہ مسجد والوں کی کسی واردات پر کوئی انگلی اٹھا سکیں۔

پچھلے دنوں پولیس نے ایسٹ (East) لندن کی ایل روڈ کی مسجد کے ایک عقوبت خانے کو دیکھا اس کی فوٹو اخبارات میں بھی چھپی تھیں ہم روزنامہ جنگ لندن کی ۱۹ ستمبر ۱۹۹۱ء کی اشاعت سے ایک فوٹو ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ مولوی صاحبان نے جن پانچ اشخاص کو عاشقانِ رسول بنا رکھا تھا انہیں لندن کی عدالت نے بالترتیب چار چار سال قید کی سزا دی ہے۔

کمرہ سے برآمد ہونے والا سامان جو فوٹو میں دیا ہے کا نقشہ دور ہیں اور رسی شامل ہیں

بریلویوں کے طریق واردات کی ایک اور مثال

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند پر ایک فقرہ

آپ علماء دیوبند میں اختلاف پیدا کرنے کا بریلوی زینہ دیکھ آئے ہیں اس کی پہلی دس کڑیاں آپ نے وہاں دیکھی ہیں۔ اب حکیم الاسلام قاری طیب صاحب خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت تھانویؒ پر بھی ان کی ایک واردات ملاحظہ فرمائیں

بریلویوں کا علماء حق سے عقائد و مسائل میں اتنا اختلاف نہیں جتنا دلچسپی سے وحدت امت کی راہ میں ان کے بکھیرے گئے کانٹوں اور تحریف و الزامات کی جھاڑیوں میں چھپے سبز و پیرے نے اس راہ کو خون آلود کر رکھا ہے۔ مولانا ابوالحسنات نے ۱۹۵۵ء میں لاہور ہائی کورٹ میں بیان دیا تھا کہ اساسی عقائد کے اعتبار سے دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ رہے مسائل تو دونوں فریق اپنے کو فقہ حنفی کا پابند کہتے ہیں۔ بھیرہ کے پیر کرم شاہ نے بھی ضیاء القرآن میں اس کا کھلے بندوں اعتراف کیا ہے کہ اختلاف کی نوعیت معلوم کرنا ایک خاصا مشکل کام ہے۔ جب اختلاف ہی معلوم نہ ہو تو ان میں اتحاد پیدا کرنے کی کوئی کوشش کیسے بارآور ہو سکتی ہے؟

مولانا احمد رضا خاں نے جب وحدت امت کو توڑنا چاہا تو وہ بھی علماء دیوبند کے کسی عقیدے کے خلاف نہ اٹھ سکے۔ انہوں نے چند نئے عقیدے علماء دیوبند کے ذمہ لگائے جو ان کے ہرگز نہ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہ کارروائی حسام الحرمین کے نام سے کی۔ علماء دیوبند نے انہیں جھوٹے الزامات کہا اور صورت حال سے علماء حرمین کو مطلع کیا۔ المہند علی المفند اس صفائی کی ایک تاریخی یادگار ہے۔ علماء دیوبند اپنی جوابی کارروائی میں کامیاب رہے اور خان صاحب کے غبارے سے ہوا نکل گئی۔ مولانا ارشد القادری تسلیم کرتے ہیں کہ ہند و پاک کے مسلمان علماء دیوبند کے دھوکے میں بکھر گئے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ خان صاحب بریلوی نے اختلاف امت کا جو ناپاک

کھیل کھیلا تھا وہ نہ عرب میں کامیاب ہو سکا نہ ہندوستان میں ـــ ارشد القادری لکھتے ہیں:-

جو جماعت کعبے کی دہلیز پہ کھڑے ہو کر حرم کے پاسبانوں کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتی ہے اس کے لیے ہندو پاک کے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور دھوکے میں مبتلا رکھنا کیا مشکل ہے[1]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ علماء دیوبند نے علماء حرمین کو جو اپنی صفائی دی وہ ان لوگوں نے قبول کر لی اور ہندوستان میں بھی لوگ حسام الحرمین کے جھانسے میں نہ آئے۔

مولانا ارشد القادری کے اس اعترافِ شکست کے بعد اب ان لوگوں (بریلویوں) کا رُخ کدھر ہو سکتا تھا آپ اس پہ خود غور فرمادیں۔

دیوبند کی ساکھ جب ان کے تیر سے مجروح نہ ہو سکی اور قوم نے عوامی سطح پر ان کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بے ادب اور گستاخ تسلیم نہ کیا تو یہ حضرات پاک و ہند میں اسلامی امور کی سربراہی میں بدستور پیش پیش رہے اور خواص و عوام نے انہیں اسلامی امور میں ہمیشہ اعتمادی تسلیم کیا ہے۔

جب ان لوگوں کا حسام الحرمین کے چرخے سے کاتا ہوا سارا سوت تار تار ہو گیا تو یہ اس طرف متوجہ ہوئے کہ ان کے خلاف کوئی اور شوشہ اٹھائیں۔ ۱۹۷۶ء میں ہندوستان میں خاندانی منصوبہ بندی کی تحریک شروع ہوئی۔ اس میں نس بندی نے بھی راہ پائی۔ بھارت میں یہ تحریک مسلمانوں کے لیے بارِ گراں تھی۔ بریلویوں کی تو ہندوستان میں علمی اور عوامی اعتبار سے کوئی حیثیت نہ تھی حکومت مسلمانوں کو متاثر کرنے کے لیے بڑی تشویش سے دیوبند کے فتوے کی منتظر تھی۔ اب ایسے موقع پر بریلویوں کی یہ کوشش تھی کہ جس طرح بھی بن پڑے دیوبند کو ملکی سطح پر پھر ایک آزمائش میں ڈال دیا جائے اور عوامی سطح پر ان کا وقار مجروح کیا جائے۔ ترکش سے یہ نیا تیر محض اس لیے نکالا گیا کہ ان کا حسام الحرمین والا پہلا وار بالکل خالی گیا تھا اور اس سے نہ عرب متاثر ہو سکا تھا نہ ہندوستان ـــ یہاں خانصاحب

---

[1] زیر و زبر صفحہ ۴۶

انگریزوں کو ضرور کچھ متاثر کر گئے۔ لیکن یہ ایک الگ بحث ہے۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو آل انڈیا ریڈیو سے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کا ایک مذہبی نشریہ ہوا جس میں آپ نے مفتیانِ کرام کو توجہ دلائی کہ اس موضوع کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے اس پر ایک شرعی رائے قائم فرمائیں۔ حضرت قاری صاحبؒ نے کوئی بات خلافِ شرع نہ کہی۔ مگر پریس والوں نے اپنے حالات اور تقاضوں کے مطابق آپ کے اس بیان کو اپنے اخبارات و جرائد میں کچھ ترمیم کر کے بیان کیا۔ یہ بیان اپنی اصل صورت میں صرف روزنامہ الجمعیت دہلی کی ۲۰ اکتوبر کی اشاعت میں شائع ہوا ـــــ جس طرح کسی وقت حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ایک بیان کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا تھا، یہ وہ موقع ہے جب بریلی کے شاہزادے علماء دیوبند کی ساکھ مجروح کرنے کے لیے سراپا انتظار کھڑے تھے بریلویوں کو بھی الزام تراشی کا ایک نیا موقع ہاتھ لگا اور ایک دفعہ پھر ہندوستان کی زمین اس الزام تراشی میں ہل گئی۔

جس طرح پہلی الزام تراشیوں کی داستان حضرت مولانا احمد رضا خاں کے سر بندھی تھی تو وہ بہت جلد اتر گئی۔ اب اس دوسرے مرحلے میں بریلویوں کے کہنہ مشق الزام تراش مولانا ارشد القادری میدان میں نکلے۔ انہوں نے اپنے رسالہ زیر و زبر میں حد سے حد تک اس الزام پر مشق کی مگر پھر بھی وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ علماء دیوبند کی ساکھ میں ذرہ بھر فرق نہ آیا

پیشتر اس کے کہ ہم ارشد القادری کے الزام در اس موضوع پر ان کے رفتارِ عمل کا کچھ جائزہ لیں نامناسب نہ ہوگا کہ ہم پہلے اس موضوع پر علماء دیوبند کے موقف کو دارالعلوم دیوبند کے ترجمان ماہنامہ دارالعلوم سے ہدیۂ قارئین کر دیں

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے مدیر نے مئی ۱۹۷۰ء کے شمارہ میں اس پر ایک طویل مقالہ سپردِ قلم کیا اس کا یہ حصہ ملاحظہ فرمائیے۔

> میں نے پہلے بھی لکھا تھا اور پھر لکھ رہا ہوں کہ منصوبہ بندی والی بات یورپ کا دیا ہوا تحفہ ہے اسلام میں منصوبہ بندی کا کوئی تصور نہیں تھا اگر کوئی عربانی یا مرکزی

حکومت ان سارے مذکورہ پیدا ہونے والے مفاسد کے باوجود نس بندی کا قانون بنانا ہی چاہتی ہے تو ہماری درخواست ہے کہ مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے تاکہ اس کی وجہ سے ان کے پرسنل لا میں قطع و برید نہ ہونے پائے۔[1]

ایک دوسرے معاصر کی رپورٹ بھی ملاحظہ فرمائیں، ہفت روزہ نقیب، امارت شرعیہ بہار اڑیسہ کا ترجمان ہے، اس کی ایک خبر دیکھیں اور پھر رشد قادری کے تجربے کا اندازہ کریں۔۔ مدیر ہفت روزہ نقیب لکھتے ہیں۔

> آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۱۷، ۱۸ اپریل زیر صدارت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مہتمم دار العلوم دیوبند درس گاہ شاہ ولی اللہ نئی دہلی منعقد ہوا اس میں ملک کے بہت سے نامور علماء، ہستیان کرام، قانون دان اور دانشوروں نے شرکت کی اسی موقع پر نس بندی کو قانوناً لازمی قرار دیے جانے پر غور کیا گیا ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں جبری نس بندی کو مذہب کی رو سے غلط اور ملک کے لیے نقصان دہ قرار دیا گیا نیز نس بندی کے سلسلے میں مقامی حکام کے جبر و دباؤ کی روش پر تشویش ظاہر کی گئی اور اس سلسلے میں صدر جمہوریہ ہند اور وزیر اعظم ہند سے رابطہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔[2]

حضرت حکیم الاسلام کی زیر صدارت اس اجلاس میں چونکہ حکومت کے خلاف قرارداد منظور کی گئی تھی۔ اس لیے حکومت کو چونکنا ضروری تھا چنانچہ حکومت نے اخبارات کو ہدایت جاری کردی کہ خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف کوئی مضمون شائع نہ کیا جائے۔ روزنامہ نوید دکن حیدرآباد کی ایک رپورٹ کے مطابق ـــ

حکومت کی طرف سے اخبارات کو یہ ہدایت جاری کی گئی کہ خاندانی منصوبہ بندی کے

---

[1] ماہنامہ دار العلوم دیوبند مئی ۱۹۷۶ء [2] نقیب ۲۸ اپریل ۱۹۷۶ء ص۲

> خلاف کوئی مضمون اور کسی قسم کا کوئی مواد شائع نہ کیا جائے۔ اخبارات کو چونکہ
> اپنی زندگی زیادہ عزیز تھی اس لیے انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔

اب آپ اندازہ کریں اصل بات کیا تھی اور اخبارات اور حکومت کی ایک خاص پالیسی کے پیش نظر بات کہاں سے کہاں تک جا پہنچی۔ ہمیں حکومت سے یا عام اخبارات سے کوئی گلہ نہیں کہ ان کا مقصد تو یہی تھا — عامر عثمانی سے بھی شکوہ نہیں کہ اس کی پوری تاریخ دارالعلوم کے خلاف بغض باطنی کی ایک منہ بولتی تصویر رہی ہے — ہمیں دکھ ہے تو مولانا ارشد القادری سے جو عامر عثمانی کو ایک غیر جانبدار گواہ کے طور پر مانتے ہیں اور ان کے رسالہ تجلی سے اقتباسات لے کر نہ صرف حضرت قاری صاحبؒ کے خلاف بلکہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے بھی خلاف اور جمعیت علماء ہند کے بھی خلاف بیک نوک قلم بربریت کا لاوا اگل رہے ہیں۔

حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ[1] کی رائے ماہنامہ دارالعلوم کی مئی ۱۹۷۶ء کی اشاعت میں پوری امت کے سامنے آ چکی تھی۔ اس سے قبل اپریل کے مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں بھی آپ کا بیان کہ جبری نس بندی مذہب کے یکسر خلاف ہے کو بھی مسلمانانِ ہند نے معلوم کر لیا تھا۔ آپ کا آل انڈیا ریڈیو پر انٹرویو ۱۹ اکتوبر کو نشر ہوا جس میں آپ کے پہلے بیانات کے خلاف ایک بھی بات نہ تھی۔ اور حکومت ہند آپ کے بیان سے کوئی فائدہ اٹھا نہ سکی تھی چند فرقہ پرست کی ایما پر اخبارات نے آپ کے بیان کو کچھ مسخ کر دیا اور اس تحریف شدہ انٹرویو کو حضرت حکیم الاسلام کے نام سے نشر کر دیا۔

ماہنامہ دعوت دہلی کے مدیر نے "ایمرجنسی اور علماء" کے عنوان سے ایک اداریہ لکھا جس میں بڑی تفصیل کے ساتھ حکومت اور اخبارات کی تحریف پر بحث کی ہے۔ دعوت دہلی کے مدیر لکھتے ہیں:

> ریڈیو کے نمائندے نے بہت چالاکی سے یہ کوشش کی کہ قاری صاحب کے نام
> کو استعمال کیا جائے لیکن قاری صاحب کے الفاظ میں ایسی کوئی بات نہ تھی جس کو

---

[1] بحوالہ دارالعلوم جون ۱۹۷۷ء

قابل اعتراض کہا جا سکتا۔ انہوں نے جو کچھ کہا وہ صرف اتنا تھا کہ خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف جہاں منفی دلائل دیئے جاتے ہیں وہیں اس کے حق میں کچھ ایجابی باتیں بھی کہی جا رہی ہیں۔ اور یہ کام مفتیانِ کرام کا ہے کہ وہ ان کو بھی نگاہ میں رکھیں۔ قاری صاحب کے بیان کے سلسلے میں یہیں جو کھٹک پیدا ہوئی وہ صرف یہ تھی کہ بیان فوری لیس منظر کے تذکرے سے خالی تھا اور شاید اسی وجہ سے مسلمانوں کے حلقوں میں اس پر تشویش ظاہر کی گئی تھی۔ جیل سے باہر آنے کے بعد جب اس ساری صورتِ حال کو سمجھنے کا موقع ملا تو یہ اندازہ ہوا کہ علماء اسلام نے خواہ ان کا تعلق دیوبند سے ہو یا بریلی سے یا اہلِ حدیث اور فرقۂ امامیہ سے پوری جرأت کے ساتھ اس جبر و قہر کے خلاف اپنے اپنے دائروں میں آواز اٹھائی۔ تمام مسلم پرسنل لاء بورڈ نے مولانا محمد طیب صاحب کی صدارت میں اپریل ۱۹۷۶ء کے سنگین دور میں دہلی میں جمع ہو کر علی الاعلان کہا کہ فقہ اسلامی کی روشنی میں چاہے بعض مخصوص حالات میں شخصی ضرورت کے باعث افراد کو عزل جیسی بعض مانعِ حمل تدابیر کو اختیار کرنا جائز ہے لیکن شخصی حالات میں دی گئی اس اجازت کا موجودہ اجتماعی قانون سازی اور جبر و تعدی سے کوئی تعلق نہیں اور نس بندی جیسی تدبیر بہر حال شرعِ اسلامی کی رو سے قطعاً ناجائز ہے۔[1]

جمعیت علماء ہند نے اپنی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس طلب کر کے اس جبر و قہر کی مذمت کی اور شرعی موقف کا بے باکی سے اظہار کیا۔[2]

حیدرآباد دکن سے شائع ہونے والے اخبار "نوید دکن" کے مدیر نے اپنے اداریے میں اس موقف پر روشنی ڈالی ہے۔ اسی میں حضرت حکیم الاسلام کا اصل انٹرویو بھی شامل ہے جو ان

---

[1] بحوالہ ماہنامہ مفتاح العلوم جولائی ۱۹۷۷ء صفحہ ۲۳

ہو۔ یہ اور انٹرویو سے سب کی حقیقتیں بے حجاب ہو جائیں گی۔

جب فن بندی کے سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند کا ذکر آیا ہے تو اس ذیل میں اس کے مہتمم اعلیٰ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ کے اس ریڈیو انٹرویو کا تذکرہ ناگزیر ہے جسے اس وقت کی پروپیگنڈہ باز نہیں بلکہ پروپیگنڈہ ساز حکومت نے ہوا کی لہروں کے ذریعہ ایک لہر دینے کی ناپاک اور مذموم کوشش کی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت قاری صاحب کے مخالف تو مخالف ہی ٹھہرے ان کے موافق پر بھی اس لہر کا کافی اثر ہوا یہ بھی اس انٹرویو کو غلط سمجھ بیٹھے اور ڈھال کر سوءِ ظنی کا شکار ہو گئے۔

یہ انٹرویو اس وقت لوگوں کے لیے محبوب اور دلچسپ موضوع سخن تھا جہاں جائیے اس کا چرچا اور تذکرہ ہے۔ جتنے منہ اتنی باتیں، سننے والے کان جانتے ہیں کہ ان باتوں میں حریفات حضرت قاری صاحب کے خلاف زہر گھولنے والی تھی بہت کم لوگ ایسے تھے جو اس انٹرویو کے پس منظر سے واقف ہوں اور انتائج پر سنجیدگی سے غور کر کے صحیح نتیجے پر پہنچے ہوں۔ وگرنہ ہر شخص اپنے جذبات کی رو میں بہا چلا جا رہا تھا یہ رو اتنی تیز تھی کہ جیسے بچے اصحاب علم و دانش اور اہل فکر و نظر کو بھی بہتے دیکھا گیا ہے۔ حضرت قاری صاحب خود ہی اس انٹرویو کی تفصیل کے ساتھ وضاحت فرمانے والے ہیں تاہم اس موضوع کا تقاضا ہے کہ مختصراً ہی سہی مگر اس پر بھی غور کر لیا جائے۔

یہ انٹرویو ۹ اکتوبر ۴۷ء کی شام کو آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہوا ہے دوسرے دن اخبارات میں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوا۔ انٹرویو سے سماچار اور سماچار سے اخبارات تک آنے میں انٹرویو اپنی اصلی حالت میں نہیں رہا۔ البتہ حضرت قاری صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے اسے ان ہی کی زبانی

الجمعیۃ دہلی نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۷ء کی اشاعت میں نقل کیا ہے۔ اس کا تراشہ پڑھیے

"آج فیملی پلاننگ گورنمنٹ نے اقتصادی اور معاشی مصالح کے عنوان پر بطور قومی پالیسی کے اپنا رکھا ہے گذشتہ دور میں یہ مسئلہ روشن نہ ہونے کی وجہ سے مسئلے کا منفی پہلو ہی سامنے رکھا جاتا رہا جو عام مسلمانوں کے ذہن میں منقش ہے لیکن اس کے ساتھ اسلام کی ہمہ جہتی تعلیمات سے مسئلہ کے دوسرے پہلو بھی خالی نہ تھے جن پر سلف صالحین اور علماء محققین نے انسانی معاشرت کے نقطۂ نظر سے کلام بھی فرمایا ہے۔ یہ مسئلہ منصوص نہیں اجتہادی ہے اس لیے قدرتی طور پر ارباب نظر علماء مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کی طرف متوجہ رہے جو بذات خود اس کی تفسیر ہے کہ شرعی گنجائش سے یہ مسئلہ خالی نہیں۔

بحالت موجودہ حضرات علماء کرام سے بطور خاص میری درخواست ہو گی کہ وہ آج کی تباہ کن مشکلات میں سابق علماء کی طرح مسئلہ کے مثبت پہلو کی طرف بھی توجہ فرمائیں اگر ان خطرناک حالات میں بھی مسئلہ کے دونوں رخوں کو سامنے لا کر اس کی لچک سے فائدہ نہ اٹھایا گیا اور قوم کو اس کشمکش سے نہ نکالا گیا تو پھر ان گنجائشوں سے فائدہ اٹھانے کا آخر اور کون سا وقت ہوگا؟ تقاضائے وقت اور حالات کے پیش نظر احقر نے دارالعلوم کے مفتیان کرام سے بھی درخواست کی ہے کہ وہ اس مسئلہ کی مثبت جزئیات جمع کر کے اس پر غور فرمائیں۔"

یہ ہے اصل انٹرویو حقیقت لیکن ریڈیو نے اس انٹرویو کو نشر کرنے سے پہلے اور بعد میں اپنی منشا کی اور اغراض کی باتیں کچھ اس انداز اور عبارت انداز میں پیش کیں کہ سننے والوں نے یہ تاثر لیا کہ یہ انٹرویو فیملی پلاننگ ... یا

نس بندی کے حق میں ہے۔ اخبارات نے بھی کچھ اس انداز سے پیش کیا جو ستم ڈھانے ستم یہ ہوا کہ ریڈیو سننے والے یا اخبار پڑھنے والوں نے دو فیملی پلاننگ اور جبری نس بندی کے فرق کو ملحوظ رکھا، نہ اس کو محسوس کیا کہ یہ زبان "پیل" کی ہے یا کسی قطعی ضمیر یا ختری کی، نہ ان حالات کو پیش نظر رکھا جن حالات میں یہ انٹرویو دیا گیا تھا۔ نتیجتاً مل ملا کر ان سب چیزوں نے ایک فتنہ کی شکل اختیار کر لی۔

آپ ایک بار نہیں سو بار اس انٹرویو کو پڑھیے اور ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ پر ڈیرے ڈال کر بتائیے کہ اس کے کس جملہ سے نس بندی یا فیملی پلاننگ اور اس کی ہر شکل و صورت کی اجازت مل رہی ہے بلکہ اس انٹرویو میں جو انداز اور لب و لہجہ اختیار کیا گیا ہے اس سے تو اس کا واضح طور پر پتہ چل رہا ہے کہ انٹرویو دینے والا شخص "فیملی پلاننگ" کی موجودہ صورت سے نہایت مضطرب اور پریشان ہے چونکہ وہ ملک و ملت کا سچا ہمدرد اور مخلص خیر خواہ ہے اس لیے اس کی خواہش ہے کہ لوگ جو اس سلسلہ میں ایک کشمکش اور تباہ کن حالات میں گرفتار ہیں کسی طرح انہیں اس سے نجات دلائی جائے جس کے لیے ایک مسلم ہونے کے ناطے ایک ترکیب ایسی کی اس کے ذہن میں آئی کہ جب یہ مسئلہ منصوص نہیں ہے یعنی قرآن کی کسی آیت سے اس کا صریحی حکم معلوم نہیں ہو رہا ہے جس طرح نماز پڑھو اور زنا نہ کرو کا حکم ہے

اور بعض مخصوص حالات میں فقہاء نے عزل جیسی بعض مانع حمل تدبیر کو اختیار کرنے کی اجازت دی ہے تو کیوں نہیں کہ بالغ نظر علماء اس کے دیگر مثبت جزئیات کی مزید تحقیق کریں اور ممکنہ صورتوں اور ضرورتوں کو سامنے لائیں جب کہ حالات کا تقاضا ہے اور اسی تقاضے سے ہر دور میں علماء کو تحریک

سکتا ہے اور احکام شرعیہ کی روشنی میں انہوں نے برتتے زمانہ میں نئے مسائل مدون کیے ہیں

کیا یہ شخص کی ہمدردی اور مبنی برخلوص اپیل کا کوئی ایسا پہلو ہے کہ ہم بس کر غلط معنی پر محمول کریں اور آپ پر وہ مطلب ومراد ٹھونسیں جس کا کہیں سے بھی کوئی اشارہ نہیں مل رہا ہے۔ پھر ایک بڑی بات یہ ہے کہ حضرت قاری صاحب کا روئے سخن علماء کی طرف ہے کہ وہ اس مسئلہ پر غور کریں نہ کہ عوام کی طرف کہ وہ نس بندی کرائیں۔ ان کی بات کا جواب تو علماء کو دینا چاہیے تھا عوام کے لیے ان کے اس بیان سے کسی الجھن اور پریشانی میں پڑنے کی بات نہیں تھی۔ کاش! اتنے دن گزر جانے کے بعد بھی ہم اس حقیقت کو پالیتے اور بات ہماری سمجھ میں آجاتی

اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت حکیم الاسلام کا بیان بالکل ایک اصولی بات تھی حکومت ہند کی خواہش تھی کہ کسی طرح دارالعلوم دیوبند سے نس بندی کو سند جواز مل جائے یا ایسا ہم حضرت قاری صاحب کے بیان میں کوئی ایسا پہلو نہ تھا جس سے اس کے جواز کو کوئی راہ مل سکے حکومت نے اخبارات اور ریڈیو کے ذریعہ حضرت قاری صاحب کے بیان کو کچھ مسخ کر دیا اور پھر یہ ایک ایسا بیان بن گیا جس سے حکومت کا منشا کسی حد تک پورا ہو جاتا تھا جب اخبارات اور ریڈیو میں یہ مسخ شدہ انٹرویو شائع ہوا تو علماء کرام نے حضرت قاری صاحبؒ سے بذات خود مسئلہ کی وضاحت چاہی — آپ نے واضح کیا کہ میرا بیان مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے اور انٹرویو کو قطع وبرید کے بعد شائع کیا گیا ہے اگر کسی کو قاری صاحبؒ سے رجوع کر کے صحیح صورت حال معلوم کرنے کی سعادت نہ مل سکی تو وہ صرف عامر عثمانی اور ارشد القادری تھے — جب نیت ہی درست نہ ہو تو انہیں صحیح صورت حال معلوم کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ — وہ جانتے تھے صحیح صورت حال کے بعد پھر رائی کو پہاڑ بنانے کی اسکیم کسی وقت بھی بجھ سکتی ہے۔

دیوبند میں تجلی کے مدیر عامر عثمانی جو دارالعلوم دیوبند کی مخالفت میں مدت سے پیش پیش رہے ہیں، انہوں نے اس مسخ شدہ انٹرویو کو نقل کر کے اپنے جذبہ مخاصمت کی تسکین چاہی اور اس غلط بیان پر غیر ذمہ دارانہ تبصرہ کر دیا جن لوگوں کے پاس تجلی کے شمارے پہنچے وہ یہی سمجھے کہ حضرت قاری صاحب کا اصل بیان یہی ہے جو مدیر تجلی شائع کر رہے ہیں حالانکہ یہ بیان مسخ شدہ تھا اور اصل بیان پر کسی پہلو سے انگلی نہیں اٹھائی جا سکتی تھی۔ انصاف کا تقاضا تھا کہ مدیر تجلی جو خود دیوبند میں مقیم تھے قاری صاحب کے بیان کی تصدیق یا تردید کے لیے قاری صاحب سے رجوع کرتے اور دارالعلوم دیوبند ان سے کوئی دور کے فاصلہ پر نہ تھا بالکل قریب ہی تھا۔

یہاں ایک مبصر یہ سوچے سمجھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مدیر تجلی نے حضرت قاری صاحب سے رجوع کرنے کے بجائے صرف اخبارات اور ریڈیو کا سہارا کیوں لیا — حقیقت حال جاننے کے لیے دارالعلوم دیوبند یا حضرت قاری صاحب سے کیوں رابطہ قائم نہ کیا۔

ہمیں مدیر تجلی کے اس غیر ذمہ دارانہ رویے پر تو افسوس نہیں کیونکہ ان کی دارالعلوم دیوبند مشائخ دارالعلوم اور حضرت حکیم الاسلام سے مخالفت زبان زد عام و خاص تھی۔ انتہائی افسوس تو بریلویوں کے بزعم خود محقق ارشد القادری پر ہے کہ انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ عامر عثمانی دارالعلوم اور حضرت قاری صاحبؒ کے مخالف ہے عامر عثمانی کے بیانات کو اپنے دعویٰ کی سند بنایا اور تحقیق کے عنوان پر اس تہمت اور جھوٹ کو نہ صرف یہ کہ قبول کیا بلکہ بے حقیقت باور کرانے کی سرتوڑ کوشش کی۔ قرآن کریم کی یہ آیت سامنے رکھیے اور عامر عثمانی اور ارشد القادری کی دیانت و امانت اور نیت و شرافت پر سر دھنیے۔

وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا (نساء ۱۱۲)

اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے پھر اسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔ (ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی)

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

بے گناہ کو تہمت لگانا سخت جرم ہے، وہ بے گناہ مسلمان ہو یا کافر[1]

بھیرہ کے پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں:

جو گناہ کا الزام کسی بے گناہ پر تھوپتا ہے تو اس سے بڑھ کر کمینہ اور دون فطرت اور کون ہو سکتا ہے ایسے شخص نے اپنے آپ کو دوہرے گناہ کا مجرم بنا دیا ہے ایک گناہ دوسرا بہتان۔ اسے سزا بھی اب دوہری ملے گی[2]

ہم نہیں کہتے کہ یہ سب کچھ ارشد القادری صاحب کے بارے میں لکھا گیا ہے مگر ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ ارشد القادری صاحب ان فتووں کی زد میں نہیں آتے۔ ارشد القادری صاحب میں اگر ذرہ بھر دیانت و انصاف ہوتا تو وہ ان مسخ شدہ تحریرات اور عامر عثمانی کے تبصروں کا سہارا لینے کے بجائے براہ راست صاحب امرتو یا حضرت قادری صاحب سے دارالعلوم رجوع کرتے یوں تو بھی جواب مع تبصرہ اس پر تبصرہ کرنا ان کا حق تھا لیکن ایک طرف تحقیقت بیان کو نقل کرنا اور دوسری طرف ایک مخالف کا تبصرہ نقل کرنا حق و صداقت اور انصاف سے بہت دور ہے پیر حضرت قادری صاحب بھی بعید تریات تھے مگر اس کا کیا کیا جائے کہ مسلکی تعصب نے الزام تراشی کرنے والوں کی عقل کو ماؤف اور حمیت کو خبیث کر رکھا ہوتا ہے وہ مخالفت کے جوش میں امانت و دیانت کو بالکل اس طرح چھوڑ دیتے ہیں کہ جیسے ان کے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی دیانت و امانت کو یکسر چھوڑ بیٹھے تھے — حضرت مولانا معین الدین اجمیری خان صاحب کے اس طریق واردات کے عینی گواہ ہیں

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خیانات۔ کذبات۔ بہتانات اہل علم سے کوئی ڈھکے چھپے نہیں مطالعہ بریلویت کی پہلی جلدوں میں یہ موضوع قارئین کے سامنے کھل کر آچکا ہے برصغیر ہی نہیں عرب اور یورپ کے مسلمان بھی مولانا احمد رضا خاں صاحب سے اسی طرح

---

[1] نور العرفان ص۱۵۱ [2] ضیاء القرآن ص۲۹۹

واقف ہو چکے ہیں اور برمنگھم میں ان کے بارے میں ایک کھلا جلسہ تک منعقد ہو چکا ہے ۔۔
جب مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند پر بہتان باندھے اور گھر بیٹھ کر کفر کے سوٹ کاتے
اس وقت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد
صاحب مہاجر مدنی بقید حیات تھے۔ اعلیحضرت نے ان سے رجوع نہ کیا۔ گھر بیٹھے کفریہ عبارات
ترتیب دے دیں اور انہیں ان دو اہل بزرگوں کی طرف منسوب کر کے کافر کافر کی گردان شروع
کر دی۔ انہیں اس کا پتہ لگ حق تھا کہ ان دو بزرگوں سے رجوع کے بعد ان کی مخالفت یا تردید
کر دیتے لیکن گھر بیٹھے کفریہ عبارات بنانا اور پھر ان عبارات کو ان کی طرف منسوب کر کے تکفیر
کا کھیل کھیلنا کسی رذیل کا کام ہو سکتا ہے اس کی کسی شریف سے توقع نہیں کی جا سکتی۔

مولانا ارشد القادری نے زیر و زبر میں حضرت قاری صاحبؒ کا اصل انٹرویو شائع کرنے
کی جرأت نہیں کی۔ وہ نہ ہی مسخ شدہ انٹرویو کو شائع کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یا تو ان کے
پاس کوئی انٹرویو تھا ہی نہیں اور اگر تھا ہی نہیں۔ ورنہ تو بدبختی کی انتہا تھی کہ اسے شائع نہ کیا۔
صرف مدیر تجلی کے چند اقتباسات کے ذریعے اپنا مطلب کشید کرنے کا شوق پیدا کیا اور تجلی میں مراسلات
کے کالم سے چند مراسلے نقل کر کے علماء دیوبند پر الزامات و بہتانات کی یلغار کر دی۔

اہل حق خوش ہیں کہ مولانا ارشد القادری کا یہ تیر بھی اسی طرح خالی گیا جس طرح مولانا احمد رضا
خاں کی حسام الحرمین کی ساری عمارت المہند کے ایک اعلان سے دھڑام سے زمین پر آ رہی تھی۔
اور اب اس کا کوئی نشان کہیں ڈھونڈے نظر نہیں آتا۔

ہم اپنے محترم دوست پیر کرم شاہ صاحب سے پوری طرح متفق ہیں کہ اس سے بڑھ کر
کوئی کمینہ اور دون فطرت نہیں ہو سکتا جو کسی شخص پر کوئی ایسا الزام لگائے جو بات اس میں نہ ہو
اور وہ بار بار اس الزام سے تبری اور بیزاری کرتا ہو۔

ہمیں اس بات کی پرواہ نہیں کہ جناب پیر کرم شاہ صاحب کے اس فتویٰ کی زد میں صرف
ارشد القادری صاحب آتے ہیں یا ان کے اعلیٰ حضرت بھی اس حمام میں ان کے ساتھ ہیں۔

قومی سطح کی ضرورت اتحاد

دنیا میں قوموں کی جنگوں نے ہر قوم کے افراد کو ایک قومی دائرے میں جمع کر دیا ہے۔ یہ افراد سیاسی، رنگ، نسل، مذہب اور کلاس میں کسی درجے کے ہوں قومی مفادات پر انہیں ایک چھتری تلے جمع ہونا ہوتا ہے۔ ہندوستان کے انگریزی دور میں مسلمان آپس میں ان فاصلوں میں رہ سکتے تھے جو مولانا احمد رضا خان نے دیوبندیوں اور بریلویوں میں قائم کیے لیکن آزادی حاصل ہونے کے بعد انہیں یہی قومی بہبود میں آگے بڑھنا اور اپنی قوم کا ہر بیرونی حملے سے تحفظ کرنا ہوتا ہے تقسیم ملک کے وقت مسلمانوں کے جو قافلے مشرقی پنجاب سے مغربی پنجاب کو پہنچے کیا ان میں دیوبندی اور بریلوی ہر مکتب فکر کے لوگ اکٹھے نہ تھے؟ دشمنوں کے حملے کے وقت کیا وہ سب ایک مشترکہ دفاع میں نہ آئے؟ اور پاکستان کے دو قومی نعرے میں کیا وہ سب ایک قوم قرار نہ پاتے تھے؟ نہیں تو اس کے بغیر پاکستان کیسے بنا؟ یہ صورت حال بتا رہی ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے ان طبقوں کے درمیان علیحدگی اور نفرت کی جو لکیر کھینچی تھی وہ اب مٹ چکی ہے۔ اور قومی سطح پر سب مسلمان ایک ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کا وسیع تر نفوذ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا نفوذ دونوں حلقوں پر گہرا تھا۔ یہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی حضرت حاجی صاحب سے نسبت تھی جس نے پیر صاحب کو احمد رضا خان کے قریب ہونے کی بجائے علمائے دیوبند کے قریب کر دیا تھا۔ برصغیر پاک و ہند میں مولانا احمد رضا خان کا اثر و نفوذ حضرت حاجی

صاحب کے اثر و نفوذ کے مقابلہ میں بہت کم تھا، یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے علمی گلی اور نفرت کے وہ تمام فتوے جو انگریزی حکومت کے زیر سایہ صادر ہوئے سب بیکار مٹ گئے اور قومی سطح کی ضرورت انہیں پھر سے ایک دوسرے کے قریب لے آئی — پاکستان میں اب یہ فاصلے کافی سمٹ گئے ہیں لیکن بریلی ہندوستان میں ہونے کے باعث اس اتحاد پر خوش نہیں ہے۔

نادان مذہبی راہنماؤں سے ایک قومیت نہ ٹوٹ سکی

اس تماش کے مذہبی رہنما کتنے ہی کیوں نہ ہوں ملت کا شیرازہ ایک رہتا ہے اور یہ بے عمل تحریکیں آندھی کی طرح اٹھتی ہیں اور بگولے کی طرح اڑ جاتی ہیں اور حضور خاتم النبیینؐ کی امت ایک رہتی ہے اور یہی ایک امت ہے جو دنیا میں آخری امت ہے، اس کے بعد قیامت ہے اور دنیا کا آخر ہو گا۔۔۔ قومی سطح کے رہنما پوری قوم کو ساتھ لے کر چلتے ہیں قائد اعظم تحریک پاکستان میں ساری قوم کو ساتھ لے کر چلے۔ بریلوی عوام بھی مسلم لیگ کے ساتھ تھے، صرف بریلوی علماء تھے جو مسلم لیگ سے اس لیے برہم تھے کہ اس کے جلسوں میں مولانا اشرف علی زندہ باد کے نعرے کیوں لگتے ہیں اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی تحریک پاکستان کے قائدین میں کیوں ہیں ان کا علماء دیوبند سے بغض و عناد تھا جس کے باعث بریلوی علماء نے ٹوٹ کر مسلم لیگ کی مخالفت کی اور ناکام ہوئے۔

پاکستان بنتے دینی قیادت علماء دیوبند کے ہاتھ میں دی گئی

پاکستان بنا تو قائد اعظم نے اپنی علماء کو کہا کہ پاکستان کا پرچم لہرائیں۔ کراچی میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے اور ڈھاکہ محدث کبیر مولانا ظفر احمد عثمانی نے پاکستان کا پرچم لہرایا، اسلامی قانون سازی کے لیے تعلیمات اسلامی کا بورڈ بنا تو علامہ سید سلیمان ندوی اور مفتی اعظم مفتی محمد شفیعؒ اس کے ممبر نامزد کیے گئے اور ریڈیو پاکستان کا درس مولانا احتشام الحق تھانوی کے سپرد کیا گیا۔ بریلوی علماء کو اسی وقت دعوت دی جاتی جب کسی لیڈر کا انتقال ہوا ہو اور اس کے لیے رسم قل اور دسویں اور چالیسویں کا ختم پڑھنا ہو۔

مسلمانوں کی ضرورتِ اتحاد
اور
بریلی کی قیامت خیز گرمی

الحمد للہ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد۔

مولانا احمد رضا خاں نے اہل سنت کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی جو محنت کی وہ دیوبندی بریلوی اختلاف کی صورت میں آج پوری دنیا کے سامنے موجود ہے — یہ محنت اس پہلو سے تو کامیاب رہی کہ اب تک اہل سنت مسلمانوں میں یہ تفرقہ موجود ہے اور درمیان میں تکفیر کی دیوار گری نہیں۔ دونوں کی مسجدیں علیحدہ علیحدہ ہیں، دونوں کے مدرسے علیحدہ علیحدہ ہیں اور دونوں کے علماء بھی اپنے اپنے طور پر مختلف اور ممتاز ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کی یہ محنت اس لحاظ سے بھی کامیاب رہی کہ جب سے یہ اختلاف وجود میں آیا شیعوں نے عالمی سطح پر بہت ترقی کی ہے اور اہل سنت کا آپس میں مختلف ہو جانا شیعوں اور قادیانیوں کے لیے بہت فروغ کا موجب رہا۔ انگریزی حکومت بھی اس تفریق سے خوش رہی اور ان کا کام خوب چلتا رہا۔ اور اہل سنت دن بدن کمزور ہوتے رہے۔ جو نیا اختلاف پیش آتا اس کی بجلی انہیں کے خرمن پر گرتی ہے

ہر بلائے کز آسمان آید   خانہ انوری کجب گوید

جس طرح ایران میں شیعہ ایک مذہبی قیادت پر جمع ہو گئے ہیں پاکستان کے اہل سنت ایک دن کے لیے بھی ایک مشترکہ مذہبی قیادت پر جمع نہیں ہو سکے — یہ کیوں؟ شیعوں کو یہ صورت حال مہیا کرنے کا سہرا مولانا احمد رضا خاں کے سر ہے جنہوں نے اس محاذ پر پچاس سال محنت کی اور بالآخر اہل سنت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا۔

لیکن مولانا احمد رضا خاں کی یہ محنت اس لیے ناکام رہی کہ جب تک قوم نے مولانا احمد رضا خاں

کی پیش کردہ اس تقسیم کو قبول نہیں کیا۔ مولانا احمد رضا خاں کا موقف یہ تھا کہ علما دیوبند نے انبیاء
و اولیاء کی توہین کی ہے اس لیے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان سے مناکحت، ان کے ساتھ بیٹھنا
ان کے ساتھ کھانا پینا، ان کی عیادت کرنا، ان کے ساتھ نماز پڑھنا یہ سب حرام کام ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ مسلم ممالک کے حکمرانوں نے، مکہ اور مدینہ کے والیوں نے، اسمبلیوں کے
قومی نمائندوں نے، عالموں کے گروہوں نے، نئی نسل کے بہترین دماغ ڈاکٹروں، انجینئروں، پروفیسروں
اکاؤنٹنٹوں نے، وسیع کاروبار کرنے والے صنعت کاروں نے، سیاسی اور سماجی رہنماؤں نے بھی اس
تفریق کو کبھی قبول نہیں کیا۔ ان اختلافات کو بے معنی بنا دیا ہے۔ پاکستان کی قومی
تقریبات ہوں یا شادی و بیاہ کی تقریبات یا ماتم اور جنازوں کے اجتماع سب اہل سنت، وہ
دیوبندی علماء کے پیچھے نماز پڑھنے والے ہوں یا بریلوی علماء کے پیچھے نماز پڑھنے والے، سب
یکجا جمع ہوتے ہیں اور ان محفلوں اور مجلسوں میں کہیں یہ تفرقہ دکھائی نہیں دیتا اور ہر مبصر یہ کہنے پر
مجبور ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کی تحریک تکفیر اور اہل سنت مسلمانوں کو مستقل طور پر دو گروہوں
میں تقسیم کرنے کی کوشش قطعی کامیاب نہیں ہو سکی اور قوم نے اسے ستر سال گزرنے
کے باوجود اب تک تسلیم نہیں کیا۔

رہی یہ بات کہ دیوبندی اور بریلوی مولویوں میں تو یہ اختلاف موجود ہے اس کے جواب
میں یہ کہنا خلاف واقعہ نہ ہوگا کہ اس اختلاف کے داعی اور تکفیر کے علمبردار مولویوں کا اپنا بھی تو
قوم میں کوئی مقام نہیں رہا۔ اس صورت حال میں یہ کہنا بجا ہوگا کہ مولانا احمد رضا خاں کی یہ
تحریک کلی طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ سرکاری طور پر اس اختلاف کا کوئی وجود نہیں ہے۔

بریلوی مولویوں کی مشکلات

بریلوی مولویوں نے مولانا احمد رضا خاں کو اپنا اعلیٰ حضرت ٹھہرانے میں جلدی کی اور وہ یہ
سمجھ نہ پائے کہ انگریز اس ملک میں یا ہندوستان میں ہمیشہ نہ رہیں گے اور جب یہ ملک آزاد

ہو گا جس میں بطور قوم دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر چلنا ہو گا اور اس وقت کے سیاسی اور معاشرتی حالات انہیں کبھی کاش ایک دوسرے سے جدا رہنے کا موقع نہ دیں گے۔ اس وقت یہ راستے میں بچھائے تکفیر کے کانٹے انہیں نہ چلنے دیں گے اور اگر کچھ چلے بھی تو پاؤں زخمی اور لہولہان ہوں گے۔ آئندہ کے حالات نے بتایا کہ حضرات بریلوی دیوبند کے ساتھ اکٹھے ہوئے اور قوم نے مولانا احمد رضا خاں کے فتوے تکفیر کو کبھی قومی سطح پر تسلیم نہیں کیا۔ تاریخ کے یہ انمٹ مواقع اس طرح ان کے سر پہ کھڑے ہیں گویا یہ بریلی کی قیامت خیز گرمی میں جھلسے جا رہے ہوں اور ان پر یہ احساس وار و غم مسلط ہوں کہ کبھی کوئی اس آگ سے نکل نہ جائے گا۔ [illegible]

قومی سطح پر اکٹھے ہونے کے مختلف مواقع پیش آئے

(۱) مجلس مذاکرہ میں صاحبزادہ فیض الحسن شامل ہوئے
(۲) تحریک پاکستان میں پیر جماعت علی شاہ شامل ہوئے
(۳) تحریک آزادی کشمیر میں مولانا محمد ابوالحسنات
(۴) تحریک ختم نبوت میں محمد احمد ابوالحسنات
(۵) جامعہ عباسیہ بہاولپور میں مولانا احمد سعید کاظمی
(۶) مشترکہ اسلامی نظریاتی کونسل میں دونوں فریق ممبر
(۷) تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں مفتی مختار احمد گجراتی
(۸) تحریک نظام مصطفےٰ میں مولانا شاہ احمد نورانی
(۹) وفاقی شرعی عدالت میں پیر کرم شاہ صاحب
(۱۰) متحدہ علماء کونسل میں مولانا محمود احمد رضوی
(۱۱) رویت ہلال کمیٹی میں مفتی محمد حسین نعیمی
(۱۲) تحریک جہاد افغانستان میں دونوں
(۱۳) سوادی جمہوری محاذ میں مولانا عبدالستار نیازی
(۱۴) تحریک سپاہ صحابہؓ میں مولانا بشیر احمد گوندوی
(۱۵) مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا فضل الرحمن
(۱۶) بریڈ فورڈ ہلال کمیٹی میں ارشد القادری
(۱۷) برطانیہ کے مسلم محاذ میں مولانا عبدالوہاب الخیری
(۱۸) سلمان رشدی کے خلاف دونوں کے اکٹھے جلوس
(۱۹) بریڈ فورڈ میں دونوں مکتب فکر کے علماء رویت ہلال سے متعلق ایک مجلس مشترکہ میں۔

سرسری طور پر یہ مواقع آئے کہ بریلوی علماء مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کے علی الرغم دینی تو اسلامی مفادات اور عظیم ملی تقاضوں کے پیش نظر [illegible] کے ساتھ مل کر بیٹھے اور اس مل بیٹھنے

کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ یہ بریلویوں کا قومی سطح پر اعتراف تھا کہ مولانا احمد رضا خاں کی تحریک تکفیر قومی سطح پر ناکام ہو گئی ہے اور اب سب کے مل کر بیٹھنے کے سوا قومی مہمات کو سر کرنے کے لیے کوئی چارہ کار نہیں ہے اب معلوم نہیں کہ ملی یکجہتی کے لیے کس کس کے ساتھ بیٹھنا پڑے

دیوبندی بریلوی کے اسلامی اتحاد پر آستانہ بریلی کا حال زار

ادھر پاکستان میں یہ مل بیٹھنے کے تقاضے پیدا ہوتے رہے اور بریلوی علماء طوعاً و کرہاً قوم سے کٹ نہ سکے اور انہیں مجبوراً مشترک قومی مفادات کے لیے ایک دوسرے سے ملنا پڑا بلکہ اپنے امتیاز مسلک کے باوجود قوم کے وسیع تر جھنڈے کے نیچے آنا پڑا ۔۔ ادھر مولانا احمد رضا خاں کے آستانہ بریلی میں ان تمام علماء کے خلاف شکایات کے طومار لگ گئے کہ یہ نا خلف اعلیٰحضرت کے دین و مذہب کو کیوں چھوڑ گئے ہیں۔

قومی اتحاد پر آستانہ بریلی کا حال زار آپ کے سامنے آچکا۔ اب بریلوی علماء نے مل کر کوشش کی کہ وہ آیندہ اہل سنت کے نام سے مجلس مولانا احمد رضا خاں کی نسبت سے انہیں قدم قدم پہ رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اب بھی آپ پاکستان کے انتہائی جاہل لوگوں کو جو رسماً اور اعتقاداً بریلوی ہیں اپنے آپ کو اہل سنت کہنا پائیں گے اور وہ مولانا احمد رضا خاں کے نام تک کو بھی نہ جانتے ہوں گے۔

آئیے اب ہم آپ کو ان مختلف مواقع اتحاد کا کچھ مختصر تعارف بھی کرائیں۔ اس سے آپ سمجھ جائیں گے کہ آپس میں اختلاف کتنے ہی کیوں نہ ہوں قومی سطح پر وہ دیوار کھڑی نہیں رہ سکتی جو مولانا احمد رضا خاں نے ان دونوں حلقوں کے مابین کھڑی کی تھی۔

① تحریک مجلس احرار

تحریک مجلس احرار میں حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، خطیب الاسلام قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

دیوبندی مسلک کے تھے اور صاحبزادہ مولانا سید فیض الحسن شاہ سجادہ نشین آلو مہار شریف (سیالکوٹ) بریلوی۔ مگر تینوں ایک دوسرے کے دوش بدوش کام کرتے رہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ چلتے رہے۔ ایک دوسرے کا ادب و احترام کرتے رہے۔ مجلس احرار نے بڑی دیگ جمہ رد قادیانیت اور تحریک مدح صحابہؓ لکھنؤ کے محاذوں پر کام کیا۔ مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے صاحبزادہ سید فیض الحسن کو بہت خطوط لکھے کہ دیوبندیوں کے ساتھ ہم کسی طرح پر جمع نہیں ہو سکتے لیکن صاحبزادہ صاحب نے ہر بار یہی جواب دیا کہ ہم انگریزوں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے جمع نہیں رہ سکتے اور میں اصل صورتِ حال سے ناواقف نہیں۔ یہ سب انگریزی سیاست کی چالیں ہیں جو مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے سے دور رکھنا چاہتی ہیں۔

قادیانیت کی رد میں بریلویوں اور دیوبندیوں کا قومی سطح پر ایک ہونا ضروری تھا۔ اس کے لیے صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب اگر اس قومی اتحاد میں نہ نکلتے تو آج صف پنجاب قادیانی ہوتا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ آپ کے بعد صاحبزادہ سید فیض الحسن گیلانی نے قادیانیوں کے خلاف جو کام کیا ہے سراہا جاتا ہے۔

⑦ تحریکِ پاکستان

تحریکِ پاکستان کی قیادت مسلم لیگ کے پاس تھی۔ صفِ اول کے قائدین میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بھی تھے۔ مسلم لیگ کے جلسوں میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے نعرے لگتے تھے۔ اس پر بریلوی علماء مصطفیٰ رضا خاں، حشمت علی خاں، سردار احمد لائلپوری، سجادہ نشینان مارہرہ شریف اور علماء حزب الاحناف لاہور سخت مضطرب اور پریشان تھے۔ پاکستان کی حمایت نہ کریں تو قوم بگڑتی ہے اور قوم کو ساتھ لیں تو مذہب بگڑتا ہے اعلیٰ حضرت کی روح تڑپتی ہے۔ ان حضرات نے اس آزمائش میں مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ دیا اور مسلم لیگ کی بھرپور مخالفت کی۔ مولانا ابو البرکات نے فتویٰ دیا کہ مسلم لیگ کو چندہ دینا اور اس میں شمولیت اختیار کرنا حرام ہے۔ اور اسی کے لیے بریلویوں نے ملک گیر مہم چلائی۔

مگر سجادہ نشین علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ نے ان بریلوی مولویوں کے فتوؤں کو کوئی حیثیت نہ دی. اگر پیر صاحب ان بریلویوں کی مخالفت میں نہ نکلتے اور شیخ الاسلام مولانا عثمانیؒ کی قیادت میں پاکستان کی حمایت نہ کرتے تو آج پاکستان میں کوئی بریلوی نہ ہوتا. پیر صاحب کے اس اقدام کو دیکھ کر پھر مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے بنارس سنی کانفرنس کا اہتمام کیا لیکن کس وقت؟ جب قوم مسلم لیگ کے حق میں اپنا فیصلہ دے چکی تھی. اور ۱۹۴۵ء کے فیصلہ کن تاریخی انتخابات ہو چکے تھے. اب بنارس میں پاکستان کے حق میں ڈگڈگی بجانا ہندو رہنما کو اشتعال دلانے کا سبب تو ہو سکتا تھا پاکستان کے لیے یہ کانفرنس کسی پہلو سے سُود مند نہ تھی.

ہمیں یہاں اس تاریخی سانحہ سے بحث نہیں کہ بریلویوں نے پاکستان کی مخالفت کیوں کی. اور قائداعظم کے خلاف فتوے کیوں دیئے. اس کی بحث ہم مطالعہ بریلویت جلد اوّل میں کر آئے ہیں یہاں ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مسلمانانِ ہند کے لیے قومی سطح پر یہ ایک ایسا مرحلہ درپیش تھا جس میں بریلویوں کو دیوبندیوں کے ساتھ اکٹھے ہونے کی ضرورت تھی. ظاہر ہے کہ اس صورت میں انہیں مولانا احمد رضا خاں کا حرام حرام کا فتویٰ جو ان کے فتاویٰ عرفان شریعت کے ص۲۹ پر مرقوم ہے چھوڑنا پڑتا. انہوں نے اسے نہ چھوڑا اور آستانہ بریلی اور آستانہ مارہرہ شریف تحریک پاکستان پر نفرت کے گولے پھینکتے رہے. بنارس کانفرنس نے ایسا اشتعال پیدا کیا کہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر قیامت گزر گئی.

۳ تحریک آزادی کشمیر

پاکستان بنتے ہی پاکستان کی شمالی جانب کشمیر میں آزادی کی تحریک چلی. اس تحریک کا حاصل یہ تھا کہ کشمیریوں کو یہ حق ہونا چاہیے کہ وہ پاکستان کے ساتھ لگیں یا ہندوستان کے ساتھ ــــ یہ صوابدید ان کا حق ہے. راجہ ہندوستان میں شمولیت کے حق میں تھا اور عوام پاکستان میں شامل ہونا چاہتے تھے. راجہ نے ہندوستان کے حق میں اعلان کر دیا اور کشمیریوں نے علم جہاد بلند کیا جس کے نتیجہ میں آزاد کشمیر کی ریاست قائم ہوئی.

تحریک آزادی کشمیر میں کشمیر کے علماء دیوبند مولانا محمد یوسف (پلندری) مولانا محمد اسحٰق (حزب امارت) نے کھل کر سردار محمد ابراہیم کا ساتھ دیا۔ پنجاب کے علماء میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور مولانا ابوالحسنات کھل کر آزادی کشمیر کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے اس وقت کے بریلوی علماء مولانا سردار احمد لائل پوری، مفتی احمد یار گجراتی، مولانا ابوالبرکات الوری اور مولانا محمد عمر اچھروی نے کھل کر مولانا ابوالحسنات کی مخالفت کی۔ ان بریلوی علماء کا موقف یہ تھا کہ جب ہم علماء دیوبند کے ساتھ کسی سطح پر بھی جمع نہیں ہو سکتے تو کشمیر کی ایسی کیا اہمیت حاصل ہے کہ اس کی خاطر ہم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب کو چھوڑ دیں اور کسی مجلس میں دیوبندیوں کے ساتھ مل کر بیٹھیں۔ مگر مولانا ابوالحسنات نے بریلویوں کی یہ کستدعا ٹھکرا دی۔

تاہم اس ضرورت نے یہ ضرور ثابت کر دیا کہ بریلوی حضرات مسلمانوں کے ساتھ کسی قومی۔ سیاسی۔ سماجی اور معاشرتی سطح پر مولانا احمد رضا خاں کے فتووں کو مسترد کیے بغیر جمع نہیں ہو سکتے جب وہ ایک دوسرے کو مسلمان ہی نہ سمجھیں گے تو ایک دوسرے کے ساتھ جمع کیسے ہوں گے ۔۔۔ مولانا ابوالحسنات کو خراج تحسین ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے جرأت کر کے مولانا احمد رضا خاں کے حرم حرام کے فتووں کو مسترد کر دیا اور تحریک آزادی کشمیر میں دوسرے مکاتب فکر کے ساتھ مل کر بیٹھے۔

⑫ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء

مرزا بشیر الدین محمود نے ۱۹۵۰ء میں بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کی تجویز رکھی تو وزیر خارجہ ظفر اللہ خاں قادیانی کے بین الاقوامی اثر سے یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ مرکز بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کی پیش قدمی نہ کر دے۔ اب پاکستان کو قادیانی اثرات سے بچانے کا اہتمام کرنے کے لیے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اٹھے اور انہوں نے ... بچاؤ کا نعرہ لگایا آپ کی اس آواز پر شیخ التفسیر حضرت لاہوری، مولانا ابوالحسنات ...

جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں مشترک ملازمت

صدر محمد ایوب خاں مرحوم نے اپنے دور میں اہل سنت کی ان دو جماعتوں کو پھر سے ایک کرنے کی کوشش کی۔ صدر محمد ایوب خاں مرحوم کی والدہ کا جنازہ مولانا احتشام الحق تھانوی نے پڑھایا تھا۔ اس سے ان کے مسلک کا پتہ واضح طور پر لگتا ہے۔ پیر صاحب دیول شریف بھی اس موقعہ پر موجود تھے۔ انہوں نے بھی مولانا تھانوی کی اقتداء کی اور احمد رضا خاں کے فتویٰ کو مسترد کیا۔

صدر محمد ایوب خاں نے جامعہ اسلامیہ بہاولپور ایک مشترکہ دینی درس گاہ قائم کی اور اس میں حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ اور مولانا عبدالرشید نعمانیؒ کے ساتھ مولانا احمد سعید کاظمی کو اکٹھا کیا۔ یہ تینوں حضرات وہاں کئی سال پڑھاتے رہے۔

مولانا احمد سعید کاظمی نے صاحبزادہ فیض الحسن اور مولانا ابو الحسنات کی اقتداء کرتے ہوئے اس مشترکہ درس گاہ میں شرکت اختیار کی اور مولانا احمد رضا خاں کے فتویٰ کو کہ علماء دیوبند کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے سر عام مسترد کر دیا۔ جماعت میں استقامت پہلی اس اجتماع سے بہت بہتر کا تھا۔ ہم مولانا احمد سعید کاظمی کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے ان فتووں کی پرواہ نہ کی اور اپنے عمل سے اعلیٰ حضرت بریلوی کے فتوے کو تار تار کر دیا ـــــ اب مولانا احمد سعید کاظمی کے صاحبزادہ مولانا حامد سعید کاظمی ملتان کے مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مہتمم خیر المدارس ملتان کے کتنے قریب کے دوست ہیں۔ یہ کسی سے مخفی نہیں۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کے خلاف منافرت کی جو دیوار کھڑی کی تھی وہ اب گر چکی ہے اور عام مسلمان، دیوبندیوں اور بریلویوں میں وہ فاصلہ نہیں سمجھتے جو مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین ہر قدم حیات پر موجود ہے۔ یہاں اختلاف توحید کا نہیں۔ آپس میں سب اہل قبلہ ہیں۔ رہا چند عبارات کا اختلاف وہ بھی لزوم کے درجہ میں ہے بریلوی مانتے ہیں کہ دیوبندی ان میں ان کے عائد کردہ معنوں کا التزام نہیں کرتے۔

⑥ مشترکہ اسلامی نظریاتی کونسل

پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل ایک سرکاری ادارہ ہے جس میں کسی پیش آمدہ موضوع پر اسلامی رائے قائم کی جاتی ہے۔ اس میں مولانا محمد عبید اللہ صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل کے ساتھ بریلوی مسلک کے مفتی محمد حسین نعیمی اور مولانا محمود شاہ گجراتی اسلام کے نام پر مدتوں اکٹھے بیٹھتے رہے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ کفر دیوبندیوں اور بریلویوں کو کسی سطح پر بھی اکٹھا مل بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ سو یہاں جو بریلوی علماء شرکت کرتے ہیں وہ مولانا احمد رضا خاں کے حرام حرام کے فتوے کو پیچھے مسترد کرتے ہیں، پھر اس مشترکہ اجلاس میں شرکت کرتے ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل میں کوئی قادیانی نہیں — کیوں؟ یہ اس لیے کہ قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کو قوم تسلیم کر چکی ہے۔ دیوبندیوں کے خلاف مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کفر کو قوم نے اب تک تسلیم نہیں کیا۔ مکہ اور مدینہ کے علماء احمد رضا خاں کے اس فتوے کی بار بار تردید کر چکے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جو فتوے مرکز اسلام میں قبولیت نہ پا سکے، دور کے علاقوں میں مظلوم و جاہل کے سوا کون اس کا قائل اور معتقد ہو سکے گا۔

⑦ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

ذوالفقار علی بھٹو کے دور اقتدار میں پاکستان میں تحریک ختم نبوت پھر زور سے چلی۔ اب اس کے مرکزی قائد محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری تھے۔ آپ کے ساتھ مفتی احمد یار گجراتی کے صاحبزادے مفتی مختار احمد مجلس عمل ختم نبوت کے نائب صدر تھے۔ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریکوں میں ایک جوہری فرق تھا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک صرف اسمبلی سے باہر تھی، اسمبلی کے اندر اس کے لیے اٹھنے والے کوئی نہ تھے۔ ۱۹۷۴ء میں یہ تحریک اسمبلی کے اندر اور باہر دونوں ایوانوں میں

تھی۔ اسمبلی میں شیخ الاسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، مولانا صدر الشہید، مولانا شاہ احمد نورانی اور کئی علماء موجود تھے اور اسمبلی سے باہر مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا محمد تقی عثمانی، حضرت مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین کندیاں، اور مولانا منظور احمد چنیوٹی اس تحریک کے مرکزی کردار تھے۔

مفتی مختار احمد کے اس تحریک میں آنے اور علماء دیوبند کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں بریلوی حلقوں میں غیظ و غضب کا لاوا ابلنے لگا۔ مگر مفتی مختار احمد نے اس اتحاد کی روش میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کی اور برابر دیوبندیوں اور وہابیوں کے ساتھ چلتے رہے حتیٰ کہ سیالکوٹ کی مرکزی جامع مسجد حنفیہ اقبال چوک میں علماء دیوبند کو بلاتے رہے۔ اور مولانا ضیاء اللہ قاسمی اور مولانا احسان الٰہی ظہیر کا استقبالیہ نعروں کے ساتھ خیر مقدم کرتے رہے۔ اس صورت حال نے گوجرانوالہ کے مولانا ابو داؤد محمد صادق کو سخت پریشان کر دیا۔ بھارت کے علماء سے رابطہ قائم کیا گیا تاکہ مفتی مختار احمد صاحب اعلیٰ حضرت کے حرام حرام کے فتووں پر عمل کریں اور مسئلہ ختم نبوت پر دیوبندیوں کا ساتھ نہ دیں۔ مگر مفتی صاحب نے ان کی ایک نہ سنی۔

گوجرانوالہ کے آستانہ سے رضائے مصطفےٰ کے پرچے میں مفتی مختار احمد کے خلاف تحریک چلائی گئی۔ انہیں کہا گیا کہ مفتی صاحب یا تو بدمذہبوں کا ساتھ چھوڑ دیں — یا پھر نعیمی و رضوی کہلانے سے باز رہیں۔

رضائے مصطفےٰ نے "مفتی مختار احمد جاء الحق کی روشنی میں" کی سرخی کے تحت مفتی احمد یار گجراتی کی جاء الحق کی چند عبارتوں کو نقل کرتے ہوئے لکھا

> افسوس حکیم الامت کے صاحبزادے مفتی مختار احمد جو مفتی صاحب مرحوم کی نسبت سے مفتی کہلاتے اور ان کی کتابوں کو شائع کرتے ہیں انہوں نے اپنے عظیم باپ کے برعکس اور جاء الحق کے سراسر خلاف آج کل بدمذہبوں گستاخوں کے ساتھ تعلقات و میل ملاپ بڑھا کر حق و باطل میں [illegible]

میں آمیزش و خلط ملط کر کے اپنے والد کی قائم کردہ حد فاصل یعنی مضبوط دیواریں رفتہ رفتہ توڑ پھوڑ شروع کردی ہے ...... اس سلسلہ میں یہاں تک حد سے تجاوز کر گئے کہ سیالکوٹ میں اہل سنت کی مرکزی جامع مسجد حنفیہ غوثیہ کو مفتی مختار احمد نے مخالفین اہل سنت یعنی باغیان حنفیت و منکرین شان غوثیت کی آماجگاہ بنا دیا ہے۔ اس مسجد میں یوم دعا منا کر ایک بد مذہب ملاں سے دعا کا منگوانا اور ضیاء القاسمی و احسان الٰہی ظہیر جیسے غالی دشمنوں کا تام اہتمام سے استقبالیہ نعروں کے ساتھ خیر مقدم کرانا ایسا دلخراش و دل آزار واقعہ ہے جس نے اہل اخلاص و دردمند سنیوں کو بے چین کر دیا ہے مگر مفتی مختار احمد صاحب بار بار توجہ دلانے کے باوجود اپنی نامعلوم مصلحتوں کے تحت جاء الحق اور مسلک اعلیٰحضرت و صدر الافاضل کی طرف واپس آنے اور بد مذہبوں اور گستاخوں کا ساتھ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں اور بزعم خویش یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ مرزئیت کے لیے جماعت اہلسنت کا اسٹیج و پلیٹ فارم کافی نہیں اور مخالفین اہلسنت سے اتحاد ضروری ہے۔

پھر مفتی احمد یار گجراتی کی کتاب جاء الحق کی چند عبارتیں نقل کر کے مفتی مختار کو کہا گیا کہ

تعجب ہے کہ زمانہ حکیم الامت کے ارشادات پر عمل پیرا ہو کر مختلف بیماریوں سے صحت یاب ہوا۔ لیکن حکیم الامت کے صاحبزادہ پر ان ارشادات و نصائح کا اثر نہ ہوا۔ اور وہ حکیم الامت کی حکمت کو چھوڑ کر ان دائمی مریضوں کے ساتھ جا ملے جن کی مرض کا اس کے والد بزرگوار نے مکمل علاج کیا۔ حیرت بالائے حیرت ہے۔

پھر آگے لکھا ہے۔

مفتی مختار احمد اپنے والد کی نسبت سے مفتی اور ان کے مرشد گرامی کی نسبت سے نعیمی و اشرفی اور مسجد حنفیہ غوثیہ کے خطیب کہلاتے ہیں۔ سادہ گذارش ہے کہ وہ:

تو ان نسبتوں کا لحاظ و پاس فرما کر منکرین شانِ رسالت مخالفینِ اہلِ سنت اور دشمنانِ اعلیٰ حضرت سے میل ملاپ و تعلقات ترک کر دیں ورنہ نعیمی رضوی کہلانے کا کیا استحقاق ہے ؟[1]

پھر اسی شمارے میں " درسِ قرآن برائے مفتی مختار احمد خان " کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں مفتی احمد یار گجراتی کی تفسیر نور العرفان سے چند حوالجات نقل کیے اور پھر لکھا کہ :

نور العرفان کی تفسیرات مفتی مختار احمد خان نعیمی کے لیے بالخصوص اور دیگر صلح کلی اتحادی مولویوں کے لیے بالعموم لمحۂ فکریہ قابلِ توجہ ہیں جو آج کل مروجہ سیاسی گری اور دو مرزائیت کے نام پر منکرین شانِ رسالت و مخالفین اہلِ سنت کے ساتھ تعلقات و میل ملاپ کے شوق میں ان آیات و تفسیرات کے احکام و ہدایات کی صریح خلاف ورزی کر کے اپنے قول و فعل اور زبان و عمل کے تضاد کے باعث شدید بے عملی دو رنگی کے مرتکب ہو رہے ہیں ۔۔

مفتی مختار احمد نے گندے عقائد و خبیث طبائع بد مذہبوں سے اتحاد کر کے اور انہیں بار بار اپنی جامع مسجد حنفیہ غوثیہ سیالکوٹ میں خوش آمدید کہہ کر ان کا استقبال کر کے اور نعرے لگوا کر مذکورہ آیت و تفسیر کی سراسر خلاف ورزی کی ہے ۔۔۔۔

مفتی صاحب کھلے بندوں بد مذہبوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور ان کے جلسوں محفلوں میں آمد و رفت رکھتے ہیں مفتی صاحب کا ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور ان کی مجلسوں میں آنا جانا عام معمول ہے گویا مفتی صاحب مانجول سے بچتے اور ان سے زیادہ خطرناک دُرے لوگوں کے ساتھ چلتے ہیں بلکہ ہر جگہ ان کے ساتھ سنواد اتحاد اتحاد کی رٹ لگاتے پھرتے ہیں

---

[1] ماہنامہ مصطفیٰ گوجرانوالہ جلد ۵ شعبان ۱۴۰۴ھ

مفتی صاحب بد مذہبوں بے دینوں کے ساتھ خاطر خواہ تعلقات بڑھاتے سلام و کلام اور بعض اوقات ان سے مصافحہ و معانقہ کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

مفتی صاحب کا ظالموں کی طرف جھکنا ان کے ساتھ میل ملاپ اور خوشامد و چاپلوسی سب پر واضح ہے ...... مفتی صاحب کی منکرین شان رسالت اور مخالفین اہلسنت و دشمنان اعلیٰحضرت کے ساتھ دوستی اور علیک سلیک و جان پہچان عام ہے اور وہ بریلوی عالم فیصل آبادی جیسے غالی مخالفین کو خوشامد و رواداری میں اپنا بھائی کہنے میں بھی مضائقہ نہیں سمجھتے۔[1] استغفراللہ

تحریک نظام مصطفےٰ پاکستان

پاکستان میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف تحریک نظام مصطفےٰ چلی اور نو ستاروں کا ایک اتحاد عمل میں آیا۔ اس قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود صاحب ناظم عمومی جمعیت علماء اسلام تھے۔ ان نو ستاروں میں مولانا شاہ احمد نورانی بھی ایک ستارہ تھے اور مولانا عبدالستار خان نیازی بھی ان کے ساتھ تھے۔

اس تحریک میں ہر شہر کی ذیلی تنظیمات بنیں اور ہر شہر اور قصبہ میں دیوبندی اور بریلوی علماء مل کر جلوس نکالتے رہے اور جلسے کرتے رہے۔

بریلویوں کے دیوبندیوں سے اتحاد کرنے پر آستانہ بریلی پر کیا گذری ہم سردست اس پر تبصرہ نہیں کرتے لیکن یہ بات ہم عرض کر سکتے ہیں کہ پاکستان کی جملہ قومی مہمات میں دیوبندی اور بریلوی ہمیشہ مل کر چلے ہیں اور جب بھی کوئی بریلوی عالم کسی وسیع تر قومی مفاد یا اسلامی مسئلے کے لیے علماء دیوبند کے اتحاد میں شامل ہوا ہے مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب کو کہ

---

[1] رضائے مصطفےٰ شعبان ۱۳۹۴ھ مئی ۱۹۷۷ء

دیوبندیوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور مصافحہ کرنا حرام ہے یکسر چھوڑ نا پڑا کیونکہ بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے مذہب پر رہتے ہوئے کبھی کسی قومی اتحاد میں شرکت نہیں کر سکتا اور تحریک نظام مصطفیٰ میں صرف دیوبندیوں سے اتحاد نہیں مولانا شاہ احمد نورانی نے حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی قیادت کو قبول کیا تھا۔ جمعیت علماء اسلام جمہوری اتحاد مفتی صاحب ہی تھے

⑨ وفاقی شرعی عدالت اسلام آباد

پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت قائم ہوئی چیف جسٹس جناب آفتاب حسین سابق جج ہائی کورٹ لاہور مقرر ہوئے ان کے ساتھ اس شرعی بینچ میں اور کون حضرات جج مقرر ہوئے۔ حضرت مولانا تقی عثمانی اور پیر کرم شاہ بھیروی۔ برطانیہ میں بریلویوں نے پیر کرم شاہ صاحب کے دیوبندی علماء کے ساتھ بیٹھنے کو بہت برا محسوس کیا مگر پیر کرم شاہ صاحب نے صاف کہا کہ میں مولانا احمد رضا خاں کا مقلد نہیں اور دیوبندیوں کو اہل سنت میں سے سمجھتا ہوں۔

پھر مولانا عبدالقدوس قاسمی فاضل دیوبند وفاقی شرعی عدالت کے جج مقرر ہوئے۔ تو ان کے ساتھ بریلویوں کے مولانا شجاعت علی قادری بطور جج بیٹھتے تھے اور یہ دیوبندی بریلوی علماء اس اسلامی عدالت میں اکٹھے بیٹھتے اور فیصلے لکھتے رہے۔ اس عدالت کے مفتی مشیروں میں مولانا سیوح الدین کاکاخیل۔ مفتی غلام سرور قادری۔ پروفیسر طاہر القادری۔ راقم الحروف خالد محمود مولانا صلاح الدین یوسف اور مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھتے رہے ہیں اور بارہا ہماری مجلسیں یکجا ہوئی ہیں۔

اگر یہ بریلوی علماء مولانا احمد رضا خاں کے اس قاہرانہ فتوے سے جو ان دو فرقوں کے علماء کا باہم مل اور اٹھنا بیٹھنا حرام ٹھہراتا ہے عملاً باہر نہ نکلیں تو یہ کسی مرحلے پر بھی دوسرے مکاتب فکر کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ بریلوی علماء کے لیے یہ مشکل کیوں ہے؟ یہ اس لیے کہ جب تک احمد رضا خاں کے دین و مذہب سے برأت کا اظہار نہ کریں وہ علماء دیوبند کے ساتھ کسی

دیر یا اتحاد میں شامل نہیں ہو سکتے۔

⑩ متحدہ علماء کونسل پاکستان

پاکستان میں بے نظیر بھٹو کے دور میں متحدہ علماء کونسل کا قیام عمل میں آیا علماء دیوبند میں مولانا قاری سعید الرحمٰن سابق وزیر اوقاف پنجاب مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان شیخ الحدیث مولانا عبد الرحمٰن اشرفی مولانا منظور احمد چنیوٹی ایم۔ پی۔ اے اور بریلویوں میں سے مولانا ظفر لنعمانی مولانا محمد حسین نعیمی۔ مولانا محمود احمد رضوی مفتی عبد القیوم ہزاروی اور صاحبزادہ عبد الکریم اس وس اتحاد کے عہدے داروں کے قائدین میں کیا یہ علماء حضرت مشترکہ ہوئی ہو رہیں آپس میں ملاقات نہیں کرتے تھے کیا ان کا آپس میں اٹھنا بیٹھنا سلام و کلام نہیں ہوتا تھا۔ کیا آپس کی مشترکہ ضیافتیں اور اکٹھے کھانا پینا متحدہ علماء کونسل کی تاریخی یادیں نہیں مولانا ملک عبد الرؤف صاحب خطیب جامع مسجد آسٹریلیا لاہور اس دیوبندی بریلوی اتحاد کے چشم دید گواہ ہیں اگر یہ بریلوی علماء مولانا احمد رضا خاں کے فتویٰ تکفیر سے چپٹے رہتے تو کیا وہ مشترکہ دعوتوں میں شریک ہو سکتے تھے ہرگز نہیں اتنے بڑے نعمت کدہ سے محرومی ان کو کب گوارا تھی۔

یہ صاحبزادہ عبد الکریم صاحب کون ہیں وہ آپ مولانا سردار احمد لائلپوری کے صاحبزادے ہیں یہ اگر مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب کو خیر باد نہ کہتے تو کبھی اس متحدہ علماء کونسل میں نہ لیے جاسکتے تھے۔

اسی طرح مولانا محمد حسین نعیمی علماء دیوبند سے بہت قریب رہے بلکہ ان کی اقتداء میں نمازیں بھی ادا کرتے رہے۔ ۸ مئی ۱۹۹۱ء کے جنگ اخبار میں آپ کا میاں نواز شریف کے ہمراہ مولانا سید عبد القادر آزاد کے پیچھے نماز ادا کرنے کی خبر اور تصویر موجود ہے یہ منظر رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ اور آستانہ گوجرانوالہ کے لیے ناقابل برداشت تھا انہوں نے مفتی محمد حسین نعیمی کے خلاف تحریک اٹھائی۔ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ کے مدیر لکھتے ہیں:۔

مفتی محمد حسین نعیمی بہت نامور عالم اور مفتی ہیں مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے
شاگرد و مرید اور مفتی احمد یار خاں کے استاد بھائی اور پیر بھائی ہیں۔ بدمذہبوں
سے مفتی صاحب کے بے تکلفانہ قریبی تعلقات ہیں اور بدعقیدہ لوگوں کی تقاریب
میں جانا اور انہیں اپنے جامعہ نعیمیہ میں بلانا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور
ان کی صلح کلیت کوئی مخفی راز نہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود ہمیں یہ توقع ہرگز
نہ تھی کہ مفتی نعیمی صاحب دیوبندی مولویوں کے پیچھے نماز بھی پڑھ لیتے ہوں گے
مگر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ۸ مئی کے اخبارات میں مفتی نعیمی صاحب کی وہ
تصاویر شائع ہوئیں جن میں مفتی صاحب بادشاہی مسجد میں میاں نواز شریف کے دوش
بدوش دیوبندی مولوی عبد القادر آزاد کے پیچھے نماز پڑھتے اور دعا کرتے نظر
آرہے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ [1]

(۱۱) رویت ہلال کمیٹی پاکستان

پاکستان میں کوئی بھی حکومت ہو رویت ہلال کمیٹی دیوبندی اور بریلوی دونوں حلقوں کے
علماء پر مشتمل ہوتی ہے اور اس کی ایک سرکاری حیثیت ہوتی ہے لاہور میں مولانا محمود احمد رضوی،
مولانا عبد القادر آزاد، مولانا علی اصغر جالندھری، مفتی عبد القیوم ہزاروی، مولانا فیض الرحیم شرقی اور مفتی
محمد حسین نعیمی سب یکجا ہوتے ہیں۔ یہ صرف مشترکہ اجتماع نہیں ہوتا مشترکہ پرتکلف دعوت بھی ہوتی ہے
سوال یہ ہے کہ اس وقت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کی روح پر کیا گزرتی ہوگی جب انہیں
فرشتے اطلاع دیتے ہوں گے کہ آپ کے کتنے نام لیوا آپ کے دین و مذہب کو چھوڑ گئے ہیں اور
دیوبندیوں کے ساتھ ایک سٹیج پر جا بیٹھے ہیں اور اسلام کے نام پر اکٹھے جمع ہو رہے ہیں۔ اور
پاکستان میں ان کے لیے ان سے ملنے کے بغیر کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔

---

[1] رضائے مصطفیٰ، جون ۱۹۹۱ء، ص ۳

⑫ تحریک جہاد افغانستان

تھا و قبائل اور افغانستان میں دینی آواز صرف علماء دیوبند کی ہے۔ جہاد افغانستان کے چوٹی کے علماء جیسے مولانا جلال الدین حقانی وغیرہ سب علماء دیوبند سے پڑھے ہوئے ہیں۔ خود مولانا حقانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے فاضل ہیں اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مرحوم کے شاگرد رشید ہیں۔ پاکستان میں جہاد افغانستان کی حمایت کے جتنے بھی مراکز ہیں سب علماء دیوبند ہی چلا رہے ہیں — بریلوی علماء میں کوئی قد آور شخصیت ان مجاہدین کے ساتھ شریک جہاد نہیں ہوئی لیکن اس حقیقت سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ فتح افغانستان کے بعد مولانا صبغت اللہ مجددی کے عہد میں کتنے بریلوی علماء مولانا احمد رضا خاں کی وصیت کے علی الرغم کابل گئے علماء دیوبند کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے رہے اور انہوں نے کابل کی [illegible] مسجد میں ان افغان علماء کی امامت میں نماز پڑھی۔

⑬ اسلامی جمہوری اتحاد پاکستان

پاکستان میں پیپلز پارٹی کے خلاف اسلامی جمہوری اتحاد بنا جس میں مسلم لیگ، جماعت اسلامی، جمعیت علماء اسلام (درخواستی گروپ) اور جمعیت علماء پاکستان (نیازی گروپ) شامل ہوئے۔ مولانا درخواستی اور مولانا سمیع الحق کی زیر ہدایت پورے ملک میں اسلامی جمہوری اتحاد میں دیوبندیوں اور بریلویوں دونوں کی شرکت مولانا احمد رضا خان کے اس فتوے سے ایک کھلی بغاوت تھی جس کی رو سے مولانا احمد رضا خان نے دونوں فریقوں کے یکجا اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے کو حرام قرار دیا تھا۔

جب مولانا عبدالستار نیازی اور مولانا سمیع الحق آپس میں ایک جگہ بیٹھتے اور اٹھتے ہوئے گئے تو مستانہ بریلوی کس [illegible] سے اسلامی جمہوری [illegible] مصروف بہ دعا ہو گئے ہوں

احمد رضا خاں کے فتوے کے مطابق کسی بریلوی عالم کا کسی دیوبندی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا جائز نہیں ہے وہ مر بھی جائے تو اس کے لیے اظہار افسوس کرنا جائز نہیں۔

⑭ سپاہ صحابہ اتحاد

پاکستان میں شیعہ مظالم کے خلاف ایک تحریک سپاہ صحابہؓ کے نام سے چل رہی ہے۔ اس میں مولانا ایثار القاسمی، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا محمد اعظم طارق کے ساتھ (مولانا احمد سعید کاظمی اور مولانا عبد الغفور ہزاروی کے شاگرد) مولانا بشیر احمد صاحب گولڑوی ناموس صحابہؓ کے گڈ پہرہ دے رہے ہیں۔ دوسرے بریلوی علماء مولانا بشیر احمد صاحب کے اس اتحاد کے سخت مخالف ہیں لیکن بریلوی عوام جانتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کے دین و مسلک کو چھوڑنے کا یہ کوئی بیہودہ گناہ نہیں ہے جو مولانا بشیر احمد کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے بڑے بڑے بریلوی علماء علمائے دیوبند کے ساتھ شریک ہو چکے ہیں اور گولڑہ کے اکابر نے تو کبھی احمد رضا خاں کا ساتھ نہیں دیا۔

⑮ دو جمعیت العلماء کا اتحاد

پاکستان میں جمعیت علماء اسلام پاکستان (ف) اور جمعیت علماء پاکستان (ن) میں ایک سیاسی اتحاد عمل میں آیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی اس اتحاد کے صدر اور مولانا فضل الرحمٰن (از ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان) اس کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ اس اتحاد کے تحت ہر شہر اور قصبہ میں دونوں جمعیتیں اکٹھی ہو گئیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی مولانا عبد العلیم میرٹھی کے بیٹے ہیں اور مولانا عبد العلیم کا مولانا احمد رضا خاں سے جو تعلق تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ سو مولانا نورانی بریلویوں میں ان کے کسی شیخ الحدیث اور مفتی سے کم قدآور شخصیت نہیں ہیں۔ ان کا مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے سیاسی اتحاد ایک ایسی سطح ہموار کر رہا ہے جس کے تحت بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے فتویٰ حرام حرام کے علی الرغم دیوبندیوں کے ساتھ کسی سطح پر مل بیٹھ ... ضرورت نے نفرت کی دیوار کو کسی

حد تک گرا دیا ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن اس اتحاد کے باوجود پھر سے پاکستان کی قومی اسمبلی میں آ گئے۔ اور مولانا نورانی کو خود ان کے عوام نے یہ کہہ کر ووٹ نہ دیئے کہ یہ اعلیٰ حضرت کی بنائی ہوئی سیڑھی سے کیوں اترے اور دیوبندیوں کے ساتھ اتحاد کیوں کیا۔

صرف پاکستان کی بات نہیں ہندوستان کے بھی کئی ایسے مواقع ہیں جن میں بریلوی علماء مشترکہ ملی مقاصد میں علماء دیوبند کے ساتھ بیٹھے ہیں، مشترکہ اجتماع اور اتحاد گو وہ کسی سطح کے ہوں اس بات کی واضح خبر دیتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ کفر اور ان کی حرام حرام کی گردان صرف اسی صورت میں مؤثر ہو سکتے تھے کہ قوم ان کے فتووں کو مان لیتی۔ لیکن اب جب قوم نے ان کے ان فتووں کو مسترد کر دیا ہے اور ایک ملک و قوم کے دینی، ملی، سیاسی اور سماجی مقاصد نے انہیں (دیوبندیوں اور بریلویوں کو) ایک دوسرے کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے پر مجبور کر دیا ہے تو کیا یہ حالات کی تحریکی آواز نہیں کہ بریلویوں کے لیے مولانا احمد رضا خاں کی دینی قیادت غلط تھی۔ انہیں اگر اپنے راہ و رسوم پر چلنا ہی ہے تو انہیں بجائے مولانا احمد رضا خاں کے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی یا پیر جماعت علی صاحب علی پوری کو اپنا اعلیٰحضرت بنانا چاہیے تھا۔ پاکستان اور ہندوستان تو ایک طرف رہے خود انگلستان میں بھی بریلویوں اور دیوبندیوں کو بار بار ملنا پڑتا ہے اور کسی مشترکہ محاذ پر اٹھنے کے لیے مولانا احمد رضا خاں کے فتویٰ کو چھوڑنا پڑتا ہے۔

(۹) بریڈفورڈ میں رویت ہلال پر مشترکہ اجتماع

راقم الحروف خالد محمود جن دنوں جمعیت علماء برطانیہ کا صدر تھا ان دنوں رویت ہلال کے سلسلے میں کئی مرتبہ بریڈفورڈ میں دونوں مکاتب فکر کے مشترکہ اجتماعات ہوتے رہے۔ ان میں بریلویوں کی طرف سے بہار (بھارت) کے مولانا ارشد القادری (جب وہ بریڈفورڈ کی ایک مسجد کے امام تھے)، مولانا ابو محمود نشتر، پیر معروف نوشاہی وغیرہ شامل ہوتے تھے انہی میں احقر کی مولانا ارشد القادری سے ملاقات ہوئی۔ احقر نے انہیں بہت ملنسار پایا بہت عقیدت اور

ادب سے ملتے تھے اور ظاہر ہے کہ وہ اس میں مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کو چھوڑ کر ملتے تھے

ان کی اس عقیدت مندی پر ہمیں بس سوچ میں چلا جاتا کہ ہمارے ان مجالس اور اکٹھا کھانے پینے کی اطلاع اگر مولانا احمد رضا خاں کی روح کو ہو جائے تو وہ کس قدر مضطرب ہو گی کہ یہ سے حرام حرام کے فتوے کدھر گئے ؟ اگر یہ بریلوی علماء یہ کہیں کہ ہم اپنے عوام کے ہاتھوں مجبور رہتے جو رمضان اور عید کے مشترکہ فیصلے چاہتے تھے تو ان کا یہ عذر کیا وقت کا ایک اہم فیصلہ نہ ہوگا کہ مولانا احمد رضا خاں کے یہ آتشیں فتوے دنیا کے کسی خطے میں بھی جہاں کہیں مسلمان آباد ہوں کامیابی سے نہ چل سکے

(۱۷) مسلم اتحاد برطانیہ برمنگھم

برطانیہ میں مسلمانوں کے دینی اور سیاسی مشکلات کے حل کے لیے برمنگھم میں ایک مسلم اتحاد عمل میں آیا جس میں مولانا محمد عمر اچھروی کے صاحبزادے مولانا عبد الوہاب صدیقی خطیب جامع مسجد کاونٹری اور مولانا عبد الرشید ربانی (از دینہ ضلع جہلم) شریک ہوئے مولانا عبد الرشید ربانی نے کہا کہ ہم تو پہلے بھی بریلویوں کو بطور جماعت کے کافر نہیں کہتے. مولانا عبد الوہاب صدیقی نے کہا ہم آئندہ آپس میں کبھی ایک دوسرے کو کافر نہیں کہیں گے. اس کے بعد مولانا عبد الرشید ربانی نے نماز پڑھائی اور مولانا عبد الوہاب صدیقی نے ان کے پیچھے نماز پڑھی. مسلم اتحاد کا یہ روح پرور نظارہ اور نماز کی ادائیگی کی تصویر روزنامہ جنگ لندن کی ۱۰ جنوری ۱۹۹۲ء کی اشاعت میں دیکھی جا سکتی ہے. ہم یہاں بھی اس روح پرور نظارے کی ایک جھلک پیش کریں گے.

(۱۸) تحفظ ناموس رسالت اور سلمان رشدی

سلمان رشدی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شیطانی ورسز لکھیں تو ہندوستان پاکستان اور انگلستان میں اس کے خلاف بڑے بڑے مظاہرے اور جلسے ہوئے

ان جلسوں اور جلوسوں میں دیوبندی اور بریلوی علماء سب اکٹھے ہو کر نکلے اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے ان سب کی آواز ایک ہی تھی۔ مانچسٹر میں ٹاؤن ہال کے سامنے مسلمانان مانچسٹر کا ایک فقید المثال جلسہ ہوا۔ یہاں مولانا محمد اقبال رنگونی اور بریلویوں کے مولانا قمر الزمان اعظمی اکٹھے نکلے۔ ان کی تقریریں بھی یکجا ہوئیں۔

پھر مانچسٹر ہی میں کئی اجلاس بھی ہوئے جہاں دیوبندی بریلوی علماء اکٹھے شرکت کرتے رہے اور تحفظ ناموس رسالت کے لیے اہم مشورے اور فیصلے کرتے رہے پھر برطانیہ کی تاریخ کا ایک بے نظیر جلوس لندن میں نکلا۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک ہی اسٹیج پر حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب کی خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری مولانا قاری محمد طیب عباسی مولانا موسیٰ قاسمی جمع ہوئے۔ مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی کے ساتھ ساتھ لندن کے عبدالقادر جیلانی پیر ابو الفتح چشتی۔ قمر الزمان اعظمی اور کئی دوسرے بریلوی علماء موجود تھے۔

اس جلوس اور اسٹیج پر اتحاد کا یہ نظارہ دیکھ کر کئی لوگ پکار اٹھے کہ ان دونوں فرقوں (دیوبندیوں اور بریلویوں) کا آپس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس موضوع پر دونوں کا نقطہ نظر اور دونوں کا عقیدہ ایک ہی ہے۔ دونوں کے دلوں میں گستاخ رسول کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر ان دونوں فرقوں میں سے کسی ایک کا عقیدہ الگ ہوتا تو یہاں یہ لوگ موجود نہ ہوتے، اور مسلمان ایک لمحے کے لیے بھی انہیں معاف نہ کرتے اسی جلوس میں لوگوں کو یہ کہتے اور نعرہ لگاتے سب نے دیکھا کہ "دیوبندی بریلوی زندہ باد گستاخ رسول مردہ باد" اگر ان میں بھی کوئی گستاخ رسول ہوتا تو کیا یہاں یہ نعرہ لگتا۔

ہمیں ان حالات اور واقعات سے بحث نہیں۔ حضرات و فضلاء پاکستان میں تھا پاکستان میں بھی دیوبندی اور بریلوی بلا کسی مسلکی امتیاز کے اس تحریک میں شامل تھے۔

یہ بات آپ کے سوچنے کی ہے مسلمانوں کے اس قسم کے قومی اجتماعات اور احتجاجات پر مولانا احمد رضا خان کی روح کس طرح تڑپ رہی ہو گی ــــ غور کیجئے دیوبندیوں کے ساتھ اٹھنا

بیٹھنا اور اسلام و کلام حرام حرام حرام کا فتوے کن کن طریقوں سے اپنی موت آپ مر رہا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ بریلوی حضرات مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب کو چھوڑے بغیر کبھی کسی قومی مہم میں دوسروں کے ساتھ شامل نہیں ہو سکتے۔ اور جب بھی انہوں نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کی کوشش کی قوم نے ہمیشہ انہیں مسترد کر دیا ہے۔

⑲ بریڈ فورڈ میں رویت ہلال پر تازہ معاہدہ

۱۹۹۵ء کے رمضان میں ڈیوزبری کے مولانا محمد یعقوب قاسمی برنلے کے مولانا شبیر الدین قاسمی اور مانچسٹر کے مولانا قمر الزمان اعظمی مولانا ظفر قریشی اور بریڈ فورڈ کے دیگر بریلوی علماء نے جناب عبدالحق پانڈو کی دعوت پر ایک مشترکہ اجلاس کیا۔ یہاں باہم ملنا سلام و کلام اور مشورے و فیصلے ہوئے اور طے پایا کہ دونوں فریق جمعرات کے دن مارچ کو عید الفطر کریں[1]

ہمیں دیوبندیوں اور بریلویوں کے اس مل بیٹھنے پر اعتراض نہیں لیکن ہم یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس وقت برزخ میں مولانا احمد رضا خاں پر کیا گزر رہی ہوگی کہ قاسمی صاحبان تو قاسمی ٹھہرے ہی — یہ قمر الزمان اعظمی اور ان کے دوسرے رضا خانی رفیق کیوں کھل کر دیوبندیوں کے ساتھ جلسے جلوس کر رہے ہیں اور کیوں اعلیٰ حضرت کے دین سے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔

---

[1] یہ معاہدہ صرف آبزرویٹری کے نتائج کی روشنی میں تھا ہم قدرت کی شان دیکھیے کہ منگل کی شام برمنگھم میں چاند کی رویت ہوئی اور اس کی شہادت ہوئی۔ بریلوی مسجدوں کی طرف سے بھی اس کا اعتراف کیا گیا دیکھیے روزنامہ جنگ لندن ۲ مارچ ۱۹۹۵ء آبزرویٹری کی اطلاع غلط ثابت ہوئی۔ تو قاسمی صاحبان نے تو چاند کی شہادت پوری ہونے پر بدھ کے دن عید کر لی کہ مشاہدہ کے بعد امکان اور عدم امکان کی بحث ہی ختم ہو جاتی ہے لیکن قمر الزمان اور ان کے دوسرے ساتھیوں نے کہا کہ ہم دیوبندیوں کے ساتھ کیوں شریک ہوں ہم عید جمعرات کو ہی کریں گے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہاں مانچسٹر میں بریلوی علماء نے بھی بدھ کے دن ہی عید کی جبکہ صرف مذکورہ دو مولانا نے جمعرات کو عید کی نماز پڑھائی۔ (محمد اقبال)

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ قوم نے (عام مسلمانوں نے) اب تک مولانا احمد رضا خاں کے فتویٔ کفر کو قبول نہیں کیا۔ ورنہ مشترکہ قومی ذمہ داریوں میں کبھی بریلوی علماء کو دیوبندی علماء کے ساتھ بیٹھنے کی ندامت نصیب نہ ہوتی۔

ان مختلف مواقع اتحاد سے بریلی کے شاہزادے بے خبر نہیں رہے۔ انہیں قدم قدم پر سخت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ہندوستان میں بھی کئی بریلوی دیوبندیوں سے اتحاد کر رہے تھے اور مشترکہ محاذ پر دونوں کا اتحاد وقت کی ایک اہم ضرورت تھا۔ کچھ بریلویوں نے اس سلسلے میں آستانہ بریلی سے رجوع کیا —— مولانا حشمت علی کے معتقدین امجد علی حمزہ دہ ساحتی محمد اقبال نوری اور حبیب میاں نوری نے مولانا احمد رضا خاں کے پوتے مولانا اختر رضا قادری اور ان کے ایک مفتی غلام محمد ناگپوری کی خدمت میں ایک استفتاء بھیجا۔ استفتاء کیا تھا؛ مسلمانوں کا اتحاد یہ بات بریلی کے شہزادوں اور احمد رضا خاں کے دین و مذہب پر چلنے والوں کے لیے ایک موت سے کم نہ تھی۔ چنانچہ مفتی صاحب نے اس کا جواب لکھا اور اسے ماہنامہ اعلیحضرت کی سرپرستی اشاعت (مارچ اپریل مئی ۱۹۷۶ء) میں آستانہ بریلی نے بڑی آب و تاب سے شائع کیا۔ ہم یہ مکمل مضمون ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ پڑھیے اور دشمنانِ اتحاد بریلی کی قیامت خیزی کی ملاحظہ کیجیے۔

بابُ الاستفتاء

از حضرت علامہ مفتی غلام محمد خاں صاحب ناگپور

حضرت علامہ نائب سرکار مفتی اعظم ہند عظیم البرکت رفیع الدولت مولانا الحاج مفتی محمد اختر رضا صاحب قادری نوری ازہری مدظلہم النورانی و حضرت علامہ شاہ شیر مبارک مفتی غلام محمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

(۱) دورِ حاضر میں ہر خاص و عام مولوی حضرات و ائمہ مساجد سے یہ سنی جا رہی ہے کہ اتحاد، اتحاد، اتحاد سب ایک ہو جاؤ۔ اس اتحاد میں تمام فرقے، علماء بھی شامل

ہیں۔ اتحاد ہونے کے بعد ان کے عقائد کفریہ پر یا اُن پر حکم شرع لگانے سے سکوت اختیار کرنا پڑے گا۔ اگر سکوت اختیار نہیں کرتے تو اتحاد نہیں رہے گا۔ اب سکوت اختیار کرنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور ان اماموں کی اقتدار میں نماز پڑھنے والوں پر کیا حکم ہے ان کی اقتدار حرام ہے یا نہیں؟
— خیر خواہ امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا حدیث پاک میں ارشاد والاشان ہے "ان کی عیادت کو نہ جاؤ۔ ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو ان کو اپنے سے دُور رکھو۔ اُن سے خود دور رہو وغیرہ وغیرہ" پر عمل کیا جائے یا اتحادیوں کا ساتھ دیا جائے؟ اس ارشاد مبارک کی روشنی میں اتحادیوں پر حکم شرعی کیا ہے۔ ایسے اماموں کو امامت کے لیے رکھنا کیسا ہے؟ اور سُنی علمائے کرام و ائمہ مساجد کو وہابیوں، دیوبندیوں، رافضیوں، بوہروں، خوجوں کے ساتھ جلسوں میں شریک ہونا کیسا ہے؟ کیا موجودہ خطرناک حالات اور فساد والے ماحول میں شریعت کا ماحول بدل گیا ہے اور اب کیا نئے حالات میں نئے قوانین پر عمل ہوگا؟

(۲) ہندو مسلم بھائی بھائی دونوں گروہ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے کہتا ہے جو کچھ ہو گیا وہ ہو گیا اب ہم تم دونوں بھائی بھائی ہاتھ ملاتے ہیں اور ایک دوسرے کو جے ہند کہتے ہیں۔ رخصت ہوتے وقت یہ طریقہ جو اپناتے ہیں کیسا ہے۔ شریعت کا حکم اس فعل پر کیا ہے؟

(۳) اتحادیوں کی تمام باطل فرقوں کے ساتھ یہ صدا ہے کہ اب ہم تم ساتھ رہیں گے اور ساتھ مریں گے۔ اس قسم کی آرزو رکھنے والے کا حشر کس کے ساتھ ہوگا؟

(۴) اتحادیوں کا یہ کہنا ہے عقائد و مسلک کے تمام معاملات میں ہر فرقہ اپنی اپنی جگہ آزاد ہوگا اور اپنے منبر سے اپنے عقائد کی اشاعت کرے گا مگر تمام فرقے

کا متحدہ سیاسی محاذ ہوگا اور اس میں سب شریک ہوں گے۔ تمام کی ایک سیاسی آواز ہوگی۔ یہ فعل جو عمل شرعاً جائز ہے؟ امید ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں حکم صادر فرما کر ہم عوام اہل سنت کی رہبری و رہنمائی فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

غلام محمد رمضان بھائی منیش مارکیٹ بمبئی بحوالہ اردو ٹائمز قاری ظہیر الدین
خطیب و امام اسماعیل حبیب مسجد بمبئی۔

⑤ میٹنگ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ سب مل کر ایک متحدہ لائحہ عمل بنائیں اور اپنے مسلکی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر ایک سیاسی متحدہ پلیٹ فارم بنائیں اور جو علماء قوم کو بانٹنے کا کام کر رہے ہیں ان سے نپٹیں کیونکہ یہ بات کہ غیروں کے ہاتھوں بک رہے ہیں اور ایک سودا کیے ہوتے ہیں۔ آیا مذکورہ بالا مضمون ظہیر الدین صاحب کا مسلک اہل سنت کے موافق ہے یا نہیں۔ ایسا جملہ استعمال کرنے والے کی اقتداء صحیح ہے یا نہیں اور از روئے شرع ان پر کیا حکم آئے گا؟ مذکورہ بالا مضمون اردو ٹائمز میں شائع ہوا ہے۔ اس کو زیروکس کی کاپی حاضر ہے۔
(نوٹ) مذکورہ والے کی حمایت میں کثیر امام سب اس کی ہاں میں ہاں کر رہے ہیں۔ ان کی اقتداء صحیح ہے یا نہیں۔ ان پر بھی حکم شرع کیا ہوگا؟ بینوا توجروا۔
(احمد عمر ڈوسا حشمتی، اقبال نوری، حبیب میاں نوری)

الجواب بعون الملک الوہاب

اپنے جوابات سے قبل یہ امر ذہن میں رہے کہ اہل سنت و جماعت کے مسلک سے مراد وہی دین اسلام ہے جس کو ہمارے رسول اعظم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم لے کر آئے جس میں سب سے زیادہ اہم اور ضروری ایمانیات ہیں کہ ان کی بقا پر ہی نجات ہے اور ایک مسلمان اپنے اس ایمان کی حفاظت کے لیے جان و مال، عزت و آبرو اور ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار رہتا ہے اور دنیا کا کوئی اتحاد کوئی معاہدہ کوئی سیاسی یا غیر سیاسی تنظیم اس کے تحفظ و بقا کے بغیر قبول نہیں کی جا سکتی چونکہ ابتدائے اسلام ہی سے نئے نئے فرقوں نے جنم لیا خروج کر دیا تھا اور مسلمان بن کر ضلالت آمیز کفری عقائد اسلام میں داخل کرنے میں سرگرم تھے اس لیے اول ہی سے مسلمانوں کے اکابر نے انہیں نئے نئے بدعقیدہ و بددین فرقوں سے بچانے کے لیے حقیقی مسلمانوں کو نشان اہل سنت و جماعت سے ممتاز کیا اور ان کو اسلام پر مضبوطی سے قائم رکھنے کے لیے صحیح اسلامی عقائد و نظریات سے خبردار کیا جس کو مسلمان مسلک اہل سنت یا سنیت سے یاد رکھتے ہیں سنیت پر قائم رہ کر اگرچہ مسلمانوں کو ایسی تنازعات، گمراہ و بددین فرقوں اور کفار سے سخت سے سخت ایذائیں پہنچیں مگر وہ مطمئن تھے کہ ان کا سرمایہ اسلام کے دائرے میں ہے خاتمہ ایمان پر ہے جہنم کے ابدی عذاب سے نجات انہیں حاصل ہے قتل کیے گئے تو انہیں شہادت کا مرتبہ نصیب ہوگا۔ مال و جائداد عزت و آبرو لٹ جانے پر وہ خدائے قدوس کے انعام و اکرام اور اجر عظیم سے محروم نہیں رہیں گے سخت سے سخت ایذاؤں پر انہوں نے اپنے مسلک یعنی ایمان کو بالائے طاق نہیں رکھا۔ پچھلے ہمارے زمانہ سے متصل دو سو سال میں بھی اسلام کے خلاف بد ترین عقائد والے فرقے پیدا ہوئے جنہوں نے بدعقیدگیوں اور کافرانہ گستاخیوں سے پچھلے ریکارڈ توڑ دیئے۔ اللہ عزوجل کا احسان و کرم ہے اس نے اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کو بھیجا جس نے شاطر سے مسلمانوں کے دین

وایمان کی حفاظت فرمائی۔ آپ نے ایمان و کفر، اسلام و کفر کے درمیان خط
امتیاز کھینچ کر مسلک سنیت کو ممتاز کر دیا کہ یہی مسلک حقیقی دین اسلام ہے
سی میں نجات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں بددین فرقے سنی بن کر
مسلمانوں میں جو بددینی پھیلانا چاہتے ہیں انہیں کفر و ارتداد میں دھکیل دینا
چاہتے ہیں۔ ان کے کفریات و ضلالات سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے معتمد
علماء اسلام و قائدین اہل سنت نے اہل سنت و جماعت کو ممتاز رکھنا ضروری
سمجھا اور اعلیٰ حضرت کا مسلک یا بریلوی مسلک کی قید لگائی تاکہ متعدد مقامات
پر مسلمان بددین فرقوں سے محفوظ رہ سکیں۔ بعض یہ بھی خاص طور پر یاد رکھیے
کہ پچھلی دو صدیوں بھی مسلمانوں پر شدید ظلم و ستم اور مصائب و آلام سے خالی
نہیں رہیں جن سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں
بریلوی قدس سرہٗ اپنے دور کے فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے "المحجۃ المؤتمنہ" میں
فرماتے ہیں :-

ہو گیا کنار پور، آرہ، اور کہاں کہاں کے ناپاک و ہولناک مظالم تو ابھی تازے
ہیں دلوں سے محو ہو گئے۔ بے گناہ مسلمان سختی سے ذبح کیے گئے۔ بنی کا تیل
ڈال کر جلائے گئے۔ ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں۔ قرآن حکیم کے پاک اوراق
پھاڑے، جوتے اور جیسی ہی وہ باتیں جن کا نام لیتے کلیجہ منہ کو آئے۔ الا لعنۃ
اللہ علی الظالمین۔ الا لعنۃ اللہ علی الظالمین۔ الا لعنۃ اللہ علی الظالمین

پھر یہی "المحجۃ المؤتمنہ" اور دوسری تصانیف میں دیکھ لیجیے کہ شرعی دلائل سے
ایمان شکن نجدیوں کے کیسے پرخچے اڑائے ہیں اور مسلمانوں کے دین و ایمان کے
تحفظ کے کیسے جتن کیے ہیں

بہر حال اہل سنت و جماعت کے مسلک پر قائم رہنا ہمیں اسلام پر قائم رہنا ہے

اور اس کو باطل سے طاق رکھنا۔ یہاں اسلام کو باطل سے طاق رکھنا ہے جو کفر خالص ہے مجلس مذکور میں فرقوں کے اختلافات کو معمولی بات سمجھ کر مسلک کو باطل سے طاق رکھنے اور مومن و مرتد کو ایک قوم ایک ملت بنانے کی تلقین کی گئی ہے اور اپنی اس ملت کے مقابلہ میں کفار اصلی کو باطل پرست بتا کر مرتد فرقوں کے حق پرست ہونے کا تصور پیدا کیا گیا ہے جس سے مسلمانوں میں سخت غلط فہمی پھیل سکتی ہے اور ان میں کفریات سرایت کرنے کا خطرہ ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ان نئے پرانے فرقوں کو اختصار سے بیان کر دیا جائے۔ تاکہ مسلمان دھوکہ سے بچ جائیں۔

دیوبندیوں اور قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا آپ کے بعد بھی کوئی نبی آجائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا اور یہ قرآن حکیم کا انکار ہے اور کفر ہے۔ اس بدعقیدگی کے جوش میں امام الوہابی دیوبندی امام مولوی اسماعیل دہلوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی نبی کے پیدا کرنے پر قدرت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کو جھوٹ بولنے والا تک مان لیا جس پر وہابی دیوبندی قائم ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو اس بدعقیدگی کا ایسا نشہ چڑھا کہ اس نے قادیانی و دیوبندی متفقہ اصل پر اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا اور اپنے اور دیوبندی کفری عقیدے پر مہر لگا دی۔ پھر اس کفر نے اتنی ترقی کی کہ غلام احمد قادیانی کو اپنی جھوٹی نبوت ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاک نبیوں اور رسولوں کو معاذ اللہ جھوٹا بنانا پڑا اور ان کی شان اقدس میں بدترین گستاخیاں کرنی پڑیں

اس قادیانی نے لکھا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی الہام و وحی غلط نکلی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزے مسمریزم تھے۔ ان کے

لکھا ہے کہ چار سو نبیوں کی پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں۔ قرآن حکیم کے بارے میں لکھتا ہے کہ اس میں گندی گالیاں بھری ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں لکھتا ہے کہ آپ کی نبوت ثابت نہیں۔ آپ کو شیطانی الہام ہوتے تھے۔ اللہ کے اس مقدس نبی اور رسول سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قادیانی نے شریر، مکار، بدعقل، فحش گو، بدزبان، جھوٹا، چور، فریبی اور شیطان کا پیرو لکھا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اب ذرا وہابیوں دیوبندیوں کی گستاخانہ ارزانی بھی دیکھ لیجئے۔

ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ جہت زمان و مکان سے پاک نہیں ہے۔ جھوٹ، ظلم اور دیگر عیب و نقص خدائے قدوس پر روا ہیں۔ ان کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز میں خیال لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ گستاخانہ مزاج چلے گئے، گھٹیا ذہنیت تک لکھ مارا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقدس علم بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم جیسا ہے۔ گستاخانہ آوارگی کی انتہا یہاں تک پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کا شیطان کے علم سے مقابلہ کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو شیطان سے کمتر لکھ گئے۔ ختم نبوت کے عقیدے میں یہ دیوبندی دہلوی مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ شریک ہیں جیسا کہ او پر گزرا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

خوجہ فرقہ کے عقائد بھی دیکھ لیجئے:۔

خوجہ فرقہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ مانتا ہے۔ اللہ کا جزء مانتا ہے۔ اس خوجہ فرقہ کا کلمہ یہ ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی اللہ۔ یہ فرقہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خالق مطلق ساری مخلوق کا خالق اور رب العالمین مانتا ہے۔ یہ فرقہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بہتان

جڑتا ہے کہ حسن نے بھی حضرت علی کو دل سے اللہ ہی مانا تھا جس کا اظہار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے صحابہ اور فرشتوں سے فرمایا۔ خوجیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مختلف جاندار انسانوں کی شکل اختیار کر کے اس دنیا میں ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ ان کے نزدیک سُنّی جہنمی کتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

رہے رافضی تو ان کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن عظیم پورا محفوظ نہیں ہے اور یہ کفر ہے ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی حکم دیتا ہے اور جب اس کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصلحت اس کے غیر میں ہے تو وہ پچھتاتا ہے اور یہ کفر ہے۔ یہ فرقہ ائمہ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل بتاتا ہے اور یہ کفر ہے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی پہنچانے میں غلطی ہو گئی لانا حضرت علی کے پاس تھی پہنچا گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس۔ اور یہ کفر ہے۔ یہ فرقہ سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں بدترین گستاخیاں کرتا ہے جو کفر ہے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد روحیں دوسرے کے جسم میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان فرقوں اور ان کے مسلکوں سے مسلمانوں کو اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

اس مجلس کے فرقوں کے عقائد کو سامنے رکھنے کے بعد یہ ماننے میں دشواری نہ ہو گی کہ ان فرقوں کے الگ الگ دین و مذہب کو عقائد و ایمان کی بنیاد پر ہی الگ الگ مسلک کہا گیا ہے اور سُنّی مسلک والوں کو یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ اپنے مسلک کو بالائے طاق رکھ کر ان فرقوں کے ساتھ متحد ہو جائیں کفر و ایمان کے فرق و امتیاز کو ترک کر کے ایک قوم ایک ملت بن جائیں۔ پھر سُنّیوں، خوجوں، بوہروں، رافضیوں، وہابیوں، دیوبندیوں کے ایمان و ارتداد کی معجون مرکب

ایسی متحدہ ملت ہوگی جو باطل پرست کفار اصلی کے پاؤں اکھاڑ کر رکھ دے گی
اور یہ متحدہ ملت ایمان والی حق پرست قوم ہوگی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
بحمدہ تعالیٰ ہمارے ائمہ کرام و مشائخ عظام و علمائے اہلسنت پر بے شمار رحمتیں
نازل فرماتے جو ان کفریہ عقائد سے پاک تھے انہوں نے ان باطل پرست ایمانیات
سے محروم فرقوں کا زبردست سخت رد فرمایا صحیح اسلامی عقائد اجاگر کر کے
مسلمانوں کو ان پر قائم رکھنے کی پوری پوری جد و جہد کی بفضلہ تعالیٰ ہم اہلسنت
ان کے صدقہ میں صحیح دین اسلام پر مضبوطی سے قائم ہیں جس کو مسلک اہلسنت
کہا جاتا ہے اور آج کے فتنوں میں بریلوی مسلک سے پہچانے ہیں اور اس عقیدہ
پر استقامت ہے کہ اہلسنت کے ساتھ یہ فرقے ایک ملت نہیں بن سکتے۔
جب تک وہ اپنے عقائد کو چھوڑ کر سچے صحیح العقیدہ مسلمان بن جائیں۔
اب آپ اپنے نمبروار سوالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں:-

(۱) یہ اتحاد اپنے حقیقی معنی اور مجازی دونوں اعتبار پر صورت مذکورہ میں کفر کا حکم رکھتا ہے جس سے بچنا فرض ہے حقیقت پر تو اس طرح کہ وداد اور رکون کے بعد ہی اتحاد کی منزل آتی ہے جب یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ یہ فرقے مل کر ایسے واحد ہو گئے کہ تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری اور جب ایمان ہی بالائے طاق رکھ دیا گیا تو الکفر ملۃ واحدۃ میں کیا شبہ رہا یہی وجہ ہے کہ وداد اور رکون سے قرآن حکیم نے سختی سے منع فرمایا ہے ارشاد ہے:

لا یتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل
ذٰلک فلیس من اللہ فی شیء

خازن میں ومن یفعل ذٰلک کے تحت فرمایا دیوادھم ویحبھم

(فلیس من اللہ فی شیء) ای لیس من دین اللہ فی شیء وقیل معناہ فلیس من ولایۃ اللہ فی شیء، وھذا امر معقول من ان ولایۃ الولی معاداۃ اعدائہ وموالاۃ اللہ وموالاۃ الکفار ضدان لا یجتمعان۔ (خازن)

یعنی جو ان کفار کے ساتھ ایسا کرے گا یعنی ان کے ساتھ دوستی و محبت رکھے گا اس کا اللہ تعالیٰ کے دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت مودت و محبت سے اس کا کوئی لگاؤ نہیں اور یہ بات معقول ہے کہ احباب کے ساتھ محبت، آقا کے دشمنوں کے ساتھ عداوت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ موالات اور کفار کے ساتھ موالات دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

اللہ عزوجل قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ اور نہ میل کرو تم ظالموں کی طرف کہ تم کو دوزخ کی آگ چھوئے گی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ولا ترکنوا ھو المحبۃ والمیل بالقلب۔ اتحاد کی یہ حقیقی صورت مراد لی جائے تو وہ اپنا انجام دکھائے بغیر نہ رہے گی کہ مسلک کو بالائے طاق رکھوا کر ایمان کو سلب کر لیا اور مرتدوں کے ساتھ ملت واحدہ بنا لی گئی۔

اور اگر اتحاد کے مجازی معنی مراد لیے جائیں کہ فتنہ و فساد مصائب و آلام سے بچنے بچانے کے لیے مل کر ذرائع اختیار کرنے کو مجازاً اتحاد کہا گیا ہے جس کو معاہدہ کے معنی میں لینا مقصود ہے تو عرض ہے کہ یہ ایسی تاویل ہے جس کی کسی حد تک گنجائش قائل نے رکھی ہے اس نے ترقی کر کے مسلک کو بالائے طاق رکھنے کی بات کہی ہے اور آگے بڑھ کر مومن و مرتد، مومن و کافر کو ایک ایسی ملت واحدہ

قرار دیا ہے کہ اگر سُنی علماء اس کا رد کریں تو دوسرے اتحادی ترنگ خود سُنی
کہلانے والے یہ اتحادی مولوی اپنی امت واحدہ میں ان کو تفریق قرار دے
کر ان سُنی علماء سے نپٹنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ ان کی یہ
کفر و ایمان سے لیس ایسی متحدہ ملت ہے جو حق پرست، ایمان والی ہے اور
غیروں یعنی باطل پرست کو رد عمل کے پاؤں اکھاڑ کر رکھ دے گی۔

بہرحال ان اقوال کی وجہ سے اتحاد کے بجز کی معنی کی تاویل کامل کر کفر سے
نہیں بچا سکے گی۔ رہا اکراہ شرعی تو وہ یہاں مفقود ہے۔ کسی نے گلے پر چھری رکھ
کر یہ کہا کہ تم اپنا مسلک، اپنا دین و ایمان چھوڑ دو اور مومن و مرتد مل کر ایک
ملت بن جاؤ؟

آپ نے یہ پوچھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث پر عمل کیا جائے
گا یا اتحادیوں کا ساتھ دیا جائے گا۔ تو عرض ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
اس حدیث اور دیگر ہدایات و ارشادات پر عمل کرنے میں ہی نجات ہے۔
اور دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ یہ اتحادی تو مسلک کو بالائے طاق رکھ کر اور
ملت واحدہ بن کر ایمان ہی کھو بیٹھے کیا مسلمانوں کو بھی اپنا ایمان کھونا ہے
فرض ہے کہ ان سے تعلق دور رہا جائے اس اتحاد میں ہرگز شریک نہ ہوا
بقیہ احکام آگے آرہے ہیں۔

(۲) مسلم وغیر مسلم کو بھائی بھائی کہنا، قرآن کے خلاف ہے، سگے بھائی ہوں جب
بھی ملیں بین الملک سے رشتہ منقطع ہے۔ جس کے معنی جیت اور جتند و غالب
ہونے کے ہیں اس کا حکم صورت حال پر مبنی ہے اگر کفریات و دیگر بدتاویل

۱؎ ایمان و کفر میں فرق بتا کر مومن و کافر میں امتیاز پیدا کریں، اور اس اتحاد سے دور رہنے کا
شرعی حکم بیان کریں۔

کے لیے ہو تو کفر ہے ورنہ خاص مسلمانوں کے لیے بھی ہو تو وہ مسلمانوں کی بجے بولنا صرف شعار کی وجہ سے ممنوع ہے (اعتقادی یعنی) کفر نہیں ہے۔ جہاں ضرورت ہو امن و سلامتی کی نیت پر بجے بند کہا تو مواخذہ نہیں کریں گے۔

(۳) جب ایمان ہی رخصت کر کے یہ اتحادی ایک ساتھ جیتے رہیں ایک ساتھ مریں تو ان کا حشر بھی ایک ساتھ ہوگا اور ایک ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔ آپ اپنا دینی فرض ادا کیجیے کہ انہیں توبہ و تجدید ایمان پر تنبیہ کیجیے اور مسلمانوں کو ان سے بچالے کا حسب استطاعت انتظام کر دیں۔

(۴) یہ تو پہ بتادیا گیا ہے کہ ذکر کردہ فرقوں کے مقابلہ میں اہلسنت کا مسلک عین اسلام ہے جس کو وہ کسی حال بالائے طاق نہیں رکھ سکتے۔ وہ ہر صورت اپنے مسلک پر قائم رہیں گے دوسری طرف دوسرے فرقے بھی اپنے اپنے مسلک کو عقائد کی بنیاد پر ایک دوسرے سے ممتاز سمجھتے ہیں اور اپنے اپنے مسلک سے چمٹے رہیں گے۔ جب مسلک ہی کو بالائے طاق رکھ کر ایک قوم ایک ملت بن جانے کی ٹھہری تو اپنے اپنے مسلک پر قائم رہ کر اپنے اپنے اسٹیج سے اپنے اپنے عقائد کی اشاعت کے لیے اجازت دینا رہی افتراق پیدا کرے گا جس کو دور کرنے کے لیے یہ متحد ہو گئے ہیں یہ سراسر اتفاق و اتحاد کا اختلاف و افتراق کے ساتھ اجتماع ضدین ہے جو لغویت ہے۔

مگر یہاں اہم بحث اپنے اپنے عقائد پر قائم رکھنے اور رکھانے سے یہ ہے کہ اس پیوندکاری سے بالائے طاق رکھنے کفر و ایمان کو ایک ملت قرار دینے اور اس کو حق پرست باور کرانے سے کفریات کا عیب دور نہ ہو سکے گا یہاں سے ان کفریات سے توبہ و تجدید ایمان کے یہ تدبر کام نہ دے گا کہ قائلین نے اہلسنت کو اپنے عقیدہ پر قائم رہنے اور اس کی اشاعت کی تلقین کی ہے اور خود بھی سنی

عقائد پر قائم و مطمئن ہے اس لیے کہ جب اس نے مجبوراً زبان سے کفر
بک دیا ہے تو اس کا عقیدہ پر قائم رہنا اور رکھنا تا آنکہ کیفیت پر دل کا مطمئن ہونا
بھی اُسے کفر سے نہیں بچا سکے گا بلکہ . محمد فرماتے ہیں کہ وہ عند اللہ بھی مومن نہیں
ہے . عالمگیری میں فتاویٰ قاضی خاں سے فرمایا ..

وحیل کفر بلسانہ طائعاً وقلبہ مطمئن بالایمان یکون کافراً ولا یکون
عند اللہ مومناً .

آپ کے سوال اور حال کے پیش نظر ابھی یہ اہم بحث باقی ہے کہ ہندو اپنا فتنہ و
فساد بے عزتی و بے آبروئی جان و مال کے نقصان کو پیدا کرنے کے لیے موجودہ
حالات میں کیا کریں کی صورت بیان کی جائے . عرض ہے کہ ہندوستان کے دستور و آئین
کو جس کی ترتیب اور فرقے بالاتفاق تسلیم کر چکے ہیں . مسلمان بھی . کیا دستور کو قبول کر
کے اپنے عہد کے شرعاً پابند ہیں . اسلام نے معاہدہ کی پابندی کا خاص طور پر حکم
دیا ہے . اسی دستور میں یہ عہد کیا گیا ہے کہ ہندوستان میں تمام دین و مذہب والے
اپنے اپنے عقائد اور مذہبی معاملات میں آزاد ہیں اور سب اپنے دین و مذہب
پر قائم رہ کر جینے کا حق رکھتے ہیں . کوئی فرقہ یا اس کے فرد دوسروں کی جان و
مال . عزت و آبرو کو نقصان نہیں پہنچا سکتے . جو لوگ یہ حرکتیں کرتے ہیں وہ آئین
و دستور کے باغی ہیں . اور آئین کے پابند فرقوں اور افراد پر یہ لازم ہوتا ہے کہ
وہ عہد کو پورا کرنے کے لیے انفرادی یا مشترکہ طور پر اس کی مدافعت کریں اور
یہ وہ نقطہ ہے کہ جہاں اہلسنت اپنے مسلک اپنے عقائد و دینیات پر پوری
طرح قائم رہ کر اس اجازت کو جینے کے لیے ہر قوم ہر فرقہ کے ساتھ اشتراک کر
سکتے ہیں اور اس کے لیے ایک مشترکہ متحدہ محاذ عمل سے انکار نہیں کر سکتے کہ اس
عمل کے لیے معاہدہ آئین کے شرعاً وہ پابند ہیں یہاں یہ امر بھی ضروری ہے

کہ یہ لائحہ عمل تیار کرنے کے لیے ان رہنماؤں کی ضرورت ہوگی جو اولاً مسلک و بالائے طاق رکھنے والے نہ ہوں، حدود شریعت سے آگاہ ہوں یا آگہی حاصل کریں اور ضرورت سے زیادہ تجاوز نہ کریں۔ ثانیاً مقاصد حاصل کرنے کے لیے مفاسد و نقصانات کی پیچیدگیوں سے واقف ہوں۔ اسی کے ساتھ یہ بھی انتہائی ضروری ہوگا کہ یہ لائحہ عمل کسی سیاسی پلیٹ فارم کے نام پر ہرگز ہرگز تیار نہ کیا جائے نہ کسی قسم کے سیاسی فائدہ اٹھانے کی گنجائش رکھی جائے اس لیے کہ مختلف سیاسی نظریات کے حامل بنام آئین فتنہ و فساد کو دور کرنے کے لیے تو جمع ہو جائیں گے مگر ایک سیاسی پلیٹ فارم پر ہرگز اشتراک نہیں کر سکیں گے، اور اگر گنجائش رکھی گئی تو ان کے سیاسی اختلافات اور پارٹی کے مفادات سب کو مزید تباہی و نقصانات میں ڈال دیں گے۔

رہی ایک سیاسی متحدہ محاذ کی بات تو عرض ہے کہ ہمیں سیاسی ضرورت کا اقرار ہے سیاسیات سے دور اور بے خبر رہنے سے جو دینی و دنیاوی نقصانات ہیں ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اور ملک میں مرکزی ریاستی و مقامی حیثیت سے اپنے دین و دنیا کی حفاظت کے لیے شرعاً سیاست میں حصہ لینا لازم بھی ہوگا مگر اہل سنت کے نزدیک سیاسیات میں دخول ایک عیب بن کر رہ گیا ہے اور اس کی وجہ یہ تصور ہے کہ سیاست دنیا میں ملوث کر کے دینداری اور اسلام و مسلمین کی خدمت سے بیگانہ کر دیتی ہے، اور موجودہ تجربات و مشاہدات اسی کی تائید بھی کرتے ہیں۔ مگر ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے اکابر خلفاء راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ میں امرائے سیاست نہ صرف سیاسیات کے ماہر بلکہ دنیا کے صف اول کے سیاست گر بھی تھے اس کے ساتھ تقوے و عبادت، دینداری و دینی تحفظ میں ممتاز ہی نہیں بلکہ مسلمانان عالم کے پیشوا، اور مسائل شرعیہ میں امامت

کے مرجع و معتمد تھے۔

آج ہندوستان میں جو سیاسی افراتفری پھیلی ہوئی ہے اس نے عالم انتشار
پیدا کر رکھا ہے اور سب سے زیادہ اختلاف و نقصان کے شکار اہلسنت ہیں
سیدی حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے الفاظ میں ایسی ذوقی اپنے اپنے راگ
نے تباہ کر دیا ہے۔ سب سے پہلے اہلسنت کو ٹھوس سیاسی نظریات پر ایک
مضبوط سیاسی پلیٹ فارم بنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد مشترو یعنی ہند
کی رعایت پر دوسروں سے سیاسی معاہدے کیے جا سکتے ہیں۔ سیاسی رہنمائی اور
معاہدوں کے لیے ان سیاسی سنی قائدین کی حاجت ہے جو اولاً اہلسنت کے مسلک
سے اچھی طرح واقف ہوں اور واقفیت حاصل کرتے رہیں۔ مسلک پر مضبوطی سے
قائم رہنے والے ہوں، اور ہر محاذ پر اپنے ساتھ مسلک پر مسلمانوں کو مضبوط رکھ
سکیں۔ جوش، جذبات، دباؤ، بے جا شوق اور نیرنگیوں سے متاثر ہو کر مسلک
کو معاہدوں کے عوض فروخت نہ کریں۔ ثانیاً ملک کی سیاسیات کے ماہر ہوں
مسلمانوں کے مفادات کی حفاظت، اس کے طریقۂ کار، انہیں مصائب و نقصانات
اور ایذاؤں سے بچانے اور اہم شعبوں میں ان کی ترقی کی تدبیر کرنے کی صلاحیت
رکھتے ہوں۔ وہ نام نہاد قائد نہ ہوں جو بنام سیاست اپنی ناہمی یا خود غرضی
سے مسلمانوں کی نکیل ہی غیروں کے ہاتھ میں دے دیں۔ اپنے اور اپنی جماعت
کے وقار کو ٹھیس پہنچائیں۔ پھر معاہدے کے لیے کسی بھی قوم یا فرقہ کے صف اول
کے قائد و رہنما کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کا معاہدہ پوری قوم یا فرقہ کا معاہدہ
ہو سکے۔ غیر ذمہ دار افراد سے یہ معاہدے نہیں کیے جا سکتے۔ ضرورۃً کسی فرقے
سے مقامی معاہدے ان کی حدود کی رعایت پر کیے جا سکتے ہیں۔

⑤ میٹنگ میں وقت کے تقاضوں کی بنیاد پر تجویزات سے بھری ... ہیں

استقامت دین و ایمان کو بالائے طاق رکھنے پر تیار ہو جائیں اور اس کی شدت
تاکید سے تعمیر بھی دیں یا مرتدین کے مسلک کے مقابلہ میں اپنے سُنی مسلک کے
معنی بھی نہ سمجھتے ہوں مگر ہمارا اس خیال پر قائم رہنا بھی درست نہ ہوگا کہ اس سے
قبل عالم ہی مولوی خلیل محمد خاں بجنوری جالونی جیسے سُنیت و بریلویت میں
انتہائی شدت کا اظہار کرنے والے اور اس حق میں اکابر علماء اہلسنت پر اپنی
برتری و فوقیت دکھانے والے چند دنوں میں انتساب گیر کا حال بھی معلوم نہیں ہے
بہرحال جو بھی ہو اس کا یہ قول کفر ہے اور جن مولویوں اور لاموں نے اس قول
کی حمایت کی ہے وہ بھی اسی حکم میں داخل ہیں ان سب پر ان کفریات سے رجوع و
تجدید ایمان پر فرض ہے اور نہ ان کے پیچھے نمازیں باطل ہیں مسلمانوں پر شرعاً
فرض ہے کہ وہ ان اتحادیوں اور ان کی اس اتحادی تحریک سے دور رہیں اور
اجتماعی حیثیت سے حالات کا مقابلہ بھی ایمان پر استحکام کے ساتھ کریں جس پر
قدرے تفصیل ہم نے اوپر بیان کی ہے۔ اخیر میں ہم لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے
اور جمعہ کی نماز عزوہ شرکاں پر ہفتہ میں ایک بار چند منٹ پڑھنے کے سلسلہ
میں گفتگو کرتے ہیں کہ فرستادہ اخبار میں جلی حروف سے اسے نمایاں طور پر چھاپا
گیا ہے۔ لاؤڈ اسپیکر پر اذان سے نہ کسی قوم یا فرد کی دل آزاری مقصود ہے نہ
کسی دین و مذہب میں خلل اندازی کا تصور نہ کسی کو ٹھیس پہنچانے کا ہلکا سا خیال
نہ ملک کے دستور یا کسی قانون کی خلاف ورزی کا ارادہ اور اس پر برسوں سے
عمل کے دوران کبھی کوئی فتنہ و فساد برپا نہیں ہوا اس پر شور زمانہ میں نیکی،
بھلائی، خیر دنیا و آخرت اور امن و سلامتی دارین کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت
کے فاطر کاموں میں مصروف مسلمانوں کو بلانا مقصود ہوتا ہے اور اذان کے چند تکبیر
میں یا عزوۂ شرک پر ہفتہ میں ایک بار چند منٹ ان پر عمل کیا جاتا ہے مگر گورنمنٹ

کہ تا اہل یا اختیاریت کے نشہ میں سرشار کارندے دستور و آئین کو پامال کر کے طاقت و اختیار کے زعم میں بند کرا دیتے ہیں تو یہ سراسر ظلم و استبداد ہوگا اور وہ آئین و قانون کے مجرم ہوں گے مسلمان دستور و آئین کے تحت برابر اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے جد و جہد کرتے رہیں اگر ان پر روک لگائی گئی تو قانونی کارروائی کے ذریعہ اس روک پر روک لگانے اور اسے ختم کرانے کی پوری کوشش کریں اللہ یاد رکھیں کہ شدید متعصب غیر مسلموں کی آسلم کشی کے اشارے پر اگرچہ صرف لاؤڈ اسپیکر کی تحریک شروع کی گئی ہے لیکن ان کے ارادے عبادتوں کو بند کرا دینے اور مسجدوں کو ڈھا دینے کے ہیں اور ہر قسم کی ایذا پہنچا کر وہ مسلمانوں کو ختم یا مضمحل بنا کر رکھ دینا چاہتے ہیں۔ سائل مستفتی سے گزارش ہے کہ وہ تنہا اعتراضات پر اکتفا نہ کرے بلکہ ذی استطاعت احباب اہلسنت کو جمع کر کے دفاع و علاج کی طرف فوراً توجہ دے۔ اس مقام پر مسلمان یہ فراموش نہ کریں کہ جب وہ لاؤڈ اسپیکر چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تو وہ مسلک اہلسنت یعنی ایمان و اسلام کو کسی حال کسی اتحاد کے بالائے طاق رکھنے یا ترک کر دینے کے لیے تیار ہو سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ مصطفیٰ رضا خاں غفرلہ

استاذ بریلی کی اس قیامت خیز گرمی کے بعد بریلویوں کے لیے عمل کی اب دو ہی راہیں تھیں۔ یا تو جماعت میں حصہ لینا یکسر ترک کر دیں اور عرسوں اور ختموں میں ہی لگے رہیں[1]۔ یا کھلے بندوں کہیں کہ مولانا احمد رضا

[1] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی، ماہ مارچ اپریل مئی ۱۹۶۲ء از صفحہ [illegible] تا [illegible]

خاں کا فتویٰ تکفیر غلط تھا ہم احمد رضا خان کے ساتھ نہیں ہیں لیکن افسوس کہ مولانا طاہر القادری کے سوا کسی نے کھلے بندوں مولانا احمد رضا خان کے فتویٰ ہائے کفر کو غلط نہیں ٹھہرایا۔

مسٹر طاہر القادری صاحب مسلکاً بریلوی ہیں۔ اور بریلوی علماء بھی انہیں مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان قرار دیتے رہے ہیں جھنگ میں دیوبندی بریلوی مناظرہ جو مولانا حق نواز شہید اور مولانا محمد اشرف سیالوی کے مابین ہوا تھا اس میں مولانا طاہر القادری اشرف سیالوی صاحب کے معین تھے۔ بریلویوں کے پیشوا صاحبزادہ فضل رسول حیدر رضوی کا بیان روزنامہ جنگ ۱۱ اگست ۱۹۸۹ء کی اشاعت میں ملاحظہ فرمائیے۔

> موجودہ سنیت کے روحانی پیشوا صاحبزادہ فضل رسول حیدر رضوی قصوری نے پروفیسر طاہر القادری سے ملاقات کے دوران پروفیسر طاہر القادری کی مذہبی خدمات کو سراہتے ہوئے انہیں مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان قرار دیا۔

قومی ڈائجسٹ لاہور اپریل ۱۹۸۹ء میں پروفیسر طاہر القادری صاحب کا ایک طویل انٹرویو شائع ہوا تھا اس میں موصوف نے اپنے والد صاحب کا تعارف کراتے ہوئے انہیں مولانا سردار احمد لائلپوری، مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا عبدالغفور ہزاروی اور مولانا احمد سعید کاظمی کے احباب میں دکھایا ہے موصوف کہتے ہیں۔

> مولانا عبدالغفور ہزاروی کے ساتھ بھی قبلہ والد صاحب کی بڑی دوستی تھی۔ وہ جب کبھی جھنگ تشریف لاتے تو قبلہ والد صاحب سے ملاقات کیے بغیر کبھی واپس نہ جاتے حضرت مولانا محمد عمر اچھروی بھی ان کے بہت قریبی دوست تھے۔[1]
>
> طاہر القادری کے والد صاحب کے جن اساتذہ کا ذکر کر رہے ہیں وہ بھی انہی سے سن لیجئے۔
>
> علوم دینیہ میں ان کے اساتذہ میں مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ اور مولانا ابو البرکات رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔[2]

۱؎ قومی ڈائجسٹ اپریل ۸۹ء ص ۲۲ ۲؎ ایضاً ص ۲۳

اس سے آپ خود اندازہ کرلیں کہ طاہر القادری صاحب کس مسلک و عقیدہ کے آدمی ہوں گے
—— ہاں ہم طاہر القادری صاحب مولانا احمد رضا خاں کے غلو کی فتوے گری سے متفق نہیں۔ ان کے نزدیک
مولانا احمد رضا خاں اس سلسلے میں زیادتی کے مرتکب ہوئے ہیں اور اس سے امت دو حصوں میں بٹ
کر رہ گئی ہے مولانا قادری صاحب نے پاکستان میں اس بات کی کوشش کی کہ اہل سنت کو پھر سے
وحدت نصیب ہو جائے اور احمد رضا خاں کے تکفیری فتووں سے امت کی جان چھوٹے۔
چنانچہ آپ نے ایک ادارہ منہاج القرآن کے نام سے قائم کیا اور اس میں دونوں مکتبہ فکر کے لوگوں
کو شامل کیا اور بتلایا کہ جو لوگ اہل سنت میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں وہ نفرتوں کی دیواریں کھڑی کرتے ہیں ——
ان کا کہنا ہے کہ :۔

> ہمارے ممبران میں دیوبندی اور اہل حدیث حضرات کی تعداد بیسیوں تک پہنچ چکی ہے[1]

صرف یہی نہیں کہ آپ نے دیوبندی اور اہل حدیث حضرات کو اپنا ممبر بنایا بلکہ آپ کا یہ
بھی کہنا ہے کہ :۔

> وہابی علماء کے پیچھے نماز پڑھنا صرف پسند نہیں کرتا مگر جب بھی موقع ملے میں ان
> کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔[2]

موصوف کے نزدیک رضا خانی مولویوں کا کام نفرتوں کو عام کرنا اور امت میں اختلاف پیدا
کرنا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں :۔

> سب لوگ یہاں آتے ہیں۔ اس لیے آتے ہیں کہ یہاں محبت اور اخوت کا پیغام
> دیا جاتا ہے نفرتوں کا پیغام نہیں[3]

آپ یہ بھی کہتے ہیں :۔

> اہل حدیث شیعہ دیوبندی بھی منہاج القرآن کے رکن ہیں ہم امتیاز کیے بغیر تحفظ
> مسلک کے اتحاد کی بات کرتے ہیں۔[4]

---

[1] نوائے وقت میگزین ۱۸ ستمبر ۱۹۸۷ء [2] رسالہ دید شنید لاہور ۱۶ اپریل ۱۹۸۶ء [3] کراچی رسالہ کرنٹ جنگ ۱۱ نومبر

پروفیسر طاہر القادری صاحب کی اس دعوتِ اتحاد پر انہیں بریلویوں کی طرف سے جو جواب ملا اسے رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ کی ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ کی اشاعت میں دیکھیے۔ پہلے سُرخی ملاحظہ ہو۔

خالص صحیح العقیدہ سُنی علماء و مشائخ اور سُنی بریلوی احباب کے لیے لمحۂ فکریہ

اس سُرخی کے ذریعہ یہ پیغام دیا جا رہا ہے کہ پروفیسر طاہر القادری بریلوی ہونے کے باوجود کیوں دیوبندیوں اور اہلحدیثوں سے اتحاد کر رہے ہیں؟ کیوں وہابی علماء کے پیچھے موقع بموقع نمازیں ادا کرنا پسند کرتے ہیں۔ بریلوی علماء و مشائخ جب تک ان باتوں کے خلاف نہیں اٹھیں گے پاکستان میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خان کا دین و مذہب ختم ہو جائے گا ـــ یہ وہ پیغام تھا جو اس سُرخی میں دیا گیا ہے۔ اب آگے ملاحظہ ہو:

> سُنیو! کیا دو رُخی قسم کا یہ گول مول پروفیسر کا صلح کلی مسلک تمہیں گوارا ہے؟ کیا مخالفین صحابہ و اہلسنت اور منکرین شانِ رسالت کے ساتھ محبت و اخوت تمہارے ضمیر اور ایمانی غیرت اور مسلکی حمیت کے منافی نہیں ہے؟ اور یہ پروفیسر کا مسلک سُنیوں کا مذہب ہو سکتا ہے ساتھ بھائی چارہ کا ذکر کرے اور اہل باطل کے پیچھے سُنیوں کو نمازیں پڑھوا کر کیا انہیں کم از کم نیم شیعہ نیم دیوبندی نیم وہابی بنانے کی سازش نہیں ہے؟[1]

پھر یہ بھی لکھا ہے۔

> آج کل کے صلح کلی مودودی لیڈر اور بالخصوص عاشقِ رسول مفکر جعفر قادری کہلانے والے پروفیسر صاحب کو قول و عمل دیکھو کہ وہ اپنے خود ساختہ قیاسات و نظریات کے تحت قرآن، رسالت اور تاجدارِ مسند قادریت کی ہدایات کے برعکس نہ صرف مخالفین صحابہ تک منکرین شانِ رسالت بدعقیدہ مصاحب گردن

---

[1] رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ ص۴

کے متعلق اپنے دل میں اتنا نرم گوشہ رکھتے ہیں کہ باقاعدہ پریس کانفرنس کرکے بم
کے دھماکے میں ان کے ہلاک شدگان کے لیے دعائے مغفرت اور زخمیوں کے لیے
دعائے صحت کرتے ہیں ۔ ۔ ۔ اور تو اور یہ پروفیسر صاحب کسی بدمذہب بے ادب
کا مقتدی بننے اور ان کو اپنا امام بنالینے میں بھی کوئی حرج نہیں سمجھتے ۔ ۔ ۔ ۔
لا حول ولا قوۃ۔ قادری صاحب یا تو سیدھی طرح قادری بن جائیں اور بے ادب و
بدعقیدہ لوگوں سے احتیاط کریں نہیں تو کم از کم آئندہ کے لیے قادری کہلانے
سے باز آجائیں تاکہ کسی بھولے بھالے سنی قادری کو مغالطہ اور دھوکہ نہ ہو۔[1]

بریلوی علماء نے پروفیسر قادری کو یہ الزام بھی دیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل نہیں
مانتے۔ رضائے مصطفیٰ ہی میں ہے۔ پروفیسر کی ایک اور اونچی اڑان — ملاحظہ ہو۔

خالق کون و مکاں نے جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ اختیار نہیں دیا
کہ وہ دین کے معاملہ میں کسی پر اپنی مرضی مسلط کریں تو کسی مبلغ کو یہ حق کہاں سے
حاصل ہو گیا کہ وہ دوسروں سے اختلاف رائے کا حق چھین لے ۔ ۔ ۔ ۔ یہ ہے
وہابیت سے بھائی چارہ۔[2]

رضائے مصطفیٰ میں مولانا قادری کے خلاف ایک نظم بھی شائع کی گئی اس کا پہلا شعر ملاحظہ ہو۔

جو غیروں سے نہ نکلا نے طاہر قادری کا ... قادریوں کو نہ چھوڑا اے طاہر القادری[3]

پاکستان کے رضا خانی علماء نے پروفیسر طاہر القادری کے خلاف اس قدر پروپیگنڈہ کیا کہ ہندوستان
کا آستانہ بریلی بھی ڈر سے کانپ اٹھا اور لرز گیا۔ انہیں فکر پیدا ہوئی کہ اگر پاکستان میں قادری صاحب اپنے مشن
میں کامیاب ہو گئے اور دیوبندی بریلوی اتحاد قائم ہو گیا تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا دین و مذہب
ختم ہو جائے گا اور اختلاف و انتشار کی وہ فضا جو مولانا احمد رضا خاں نے بڑی محنت سے پچاس سال
تک قائم رکھی وہ دھڑام سے زمین پر آ رہے گی چنانچہ بریلی کے شاہزادوں نے طاہر القادری کے خلاف

---

[1] رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ [2] کتاب فرقہ واریت کا خاتمہ ص ۹۶ [3] رضائے مصطفیٰ ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ

توہین رسالت کا الزام لگا کر ایک محاذ کھول دیا۔ جہاں جہاں طاہر القادری کے اثرات تھے وہاں بریلی کے شاہزادوں نے ان کے خلاف پمفلٹ اور رسالوں کی بھرمار کر دی۔ اس بات کو عام کیا کہ یہ شخص دیوبندیوں اور بریلویوں کو ایک کر رہا ہے۔ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بھی اس محاذ پر ان کا معین و مددگار رہا اور ان پر اتحاد کے پے در پے الزام لگائے۔

گوجرانوالہ کے استاذ کو جب علم ہوا کہ طاہر القادری صاحب اپریل ۱۹۹۲ء افریقہ جا رہے ہیں تاکہ ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں میں بھی اتحاد کی فضا پیدا کی جائے اور تکفیری فتووں اور فتنہ پرور مولویوں سے ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں کو نجات دلائی جائے تو یہ بات گوجرانوالہ کے بریلویوں کے لیے انتہائی ناقابل برداشت تھی۔ انہوں نے استاذ بریلی کو اس بات کی اطلاع کر دی کہ فلاں فلاں تاریخ کو مولانا طاہر القادری ساؤتھ افریقہ جا رہے ہیں چنانچہ ان کے تعاقب میں جانشین اعلیٰ حضرت مولانا اختر رضا خاں بریلی سے نکلے جب طاہر القادری صاحب ابوظہبی ایئرپورٹ سے افریقہ کے لیے جہاز میں سوار ہوئے تو مولانا اختر رضا خاں بھی اسی جہاز میں آ سوار ہوئے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ کس منصوبے کے ساتھ طاہر القادری کا تعاقب کیا جا رہا تھا پھر افریقہ میں ان پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ ان کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دین مذہب کو کیوں چھوڑ دیا ہے اور کیوں دیوبندیوں کے ساتھ اتحاد کرنے لگے ہیں — روزنامہ جنگ لندن ۲۰ اپریل ۱۹۹۲ء کے شمارے میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ اس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں طاہر القادری صاحب کہتے ہیں :-

> وہاں (یعنی ساؤتھ افریقہ) پر ایک فرقہ پرستوں کا گروپ ہے انہوں نے ساؤتھ افریقہ میں مذہبی فرقہ پرستی کو جنون کی حد تک پہنچا دیا ہے۔ انہوں نے وہاں کا ماحول اس قدر خراب کر رکھا ہے کہ آپ اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ ان لوگوں کی وجہ سے ساؤتھ افریقہ میں فرقہ پرستی پاکستان، بھارت اور یورپ سے بھی زیادہ ہے۔ وہ لوگ بھارت اور پاکستان سے مولانا حضرات کو بلاتے رہتے ہیں وہ وہاں

> ہمیشہ ہمیشہ قیام کرتے اور فرقہ پرستی کو فروغ دیتے ہیں اس بنا پر پیسے اکٹھے کرتے ہیں۔ ان حضرت نے اب جنوبی افریقہ کو اپنی مارکیٹ بنا لیا ہے وہ وہاں صرف پیسہ اکٹھا کرنے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا انہوں نے مل کر فضا کو اس قدر زہریلا بنا دیا ہے کہ آپ اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔

چوہدری صاحب سے پوچھا گیا کہ آپ پر بنیاد پرست گروہ کے حملہ کی وجہ کیا تھی۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا:۔

> انہوں نے مذہب کے نام پر اپنی روزی شروع کر رکھی ہے لوگوں کو اندھیرے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ ان کو خوف تھا کہ اگر میں یہاں آ گیا اور لوگوں نے ان کا خطاب سن لیا تو وہ اس فرقہ پرستی سے نکل آئیں گے ان کو نئی روشنی مل جائے گی۔ اس کے نتیجے میں ان کی دال روٹی بند ہو جائے گی بات یہاں پر بھی ختم نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے بھارت سے بعض علماء کو بلا کر میرے خلاف تقریریں کروائیں۔ بھارت سے جن لوگوں کو بلایا گیا اسے بھی دیکھئے اور انہی کے الفاظ میں پڑھیئے اس فساد گروپ نے مولانا اختر رضا خان کو بریلی شریف بھارت سے بلوا لیا۔ جو جمبئی ایئرپورٹ پر جب میں جوہانسبرگ جانے کے انتظار میں تھا تو میں نے مولانا اختر رضا خان کو دیکھا اور پتہ چلا کہ ہم دونوں ایک ہی جہاز میں ساؤتھ افریقہ جانے والے ہیں۔ میں نے ان کو سلام کیا لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا۔ ان کے نزدیک ہم دونوں میں اتحاد چاہنے والے غیر مسلم ہیں لہٰذا وہ ہمارے سلام کا جواب بھی نہیں دیتے۔ ڈربن میں انہوں نے مجھے ایک خط لکھا۔ اس خط میں بھی مجھے سلام کے الفاظ نہیں لکھے۔

ڈربن میں طے ہوا تھا کہ مناظرہ کی دعوت بھی دے دی گئی لیکن بھارت سے آئے

ہو سکے مولانا اختر رضا خاں سے کہہ دیا کہ وہ مناظرہ نہیں کریں گے۔ بلکہ ان کی جگہ ضیاء المصطفیٰ صاحب کریں گے۔۔ یہ بحث چلتی رہی۔ طاہر القادری صاحب نے یہ کہا کہ اگر مولانا اختر رضا خاں سوال کرنا چاہیں تو خود کریں۔ لیکن انہوں نے یہ جرأت نہ کی اور نہ ہی مقابلہ کیا۔ حملے کی تیاری شروع کرا دی۔ اخبار کے مطابق طاہر القادری صاحب نے اسلام اور جدید سائنس کے موضوع پر خطاب کرنا تھا جلسے میں مسجد کے عقب میں بریلوی مدرسہ کے تیس چالیس کے قریب مسلح افراد بٹھا دیئے طاہر القادری صاحب کہتے ہیں کہ :

میری دائیں جانب مولانا اختر رضا خاں صاحب تھے تھوڑی دیر میں لوگوں نے نعرے لگانے شروع کر دیئے تو ان کے لوگوں نے بھی پیچھے سے نعرے لگانے شروع کیے۔ لیکن نعروں کا جواب دینے والے چند لوگ تھے مجھے اس وقت احساس ہوا کہ ان لوگوں کی عوام میں تو کچھ بھی مقبولیت نہیں بس یہی صرف مٹھی بھر لوگ ہیں رسمی کاروائی اور میں نے دیکھا کہ ان لوگوں سے ایک صاحب نے پیچھے سے اشارہ کیا پیچھے سے اختر رضا خاں نے ایک صاحب کے کان میں کچھ بات کی پھر ان کے بیٹھے ہوئے لوگ کھڑے ہو گئے [1]

بریلی کے مولانا اختر رضا خاں کی زیر قیادت مولانا طاہر القادری پر کیے گئے حملے پر رضائیہ کے بریلویوں پر کیا گزر رہی ہے اسے بھی دیکھئے۔ اوکاڑہ کے بریلوی قاری غلام حسین نے کہا کہ :

علامہ طاہر القادری پر حملہ انتہائی افسوسناک ہے اور یہ حملہ پوری ملت اسلامیہ پر حملہ ہے۔ [2]

سیالکوٹ کے مولانا نور نے ایک اجلاس میں ... جلسے کی مذمت کرتے ہوئے کہا مفاد پرست عناصر لگا رکھا ہے ... میں انتشار اور باہمی تفرقہ پیدا کر رہے ہیں [3]

---

[1] جنگ لندن ۸ اپریل [2] روزنامہ جنگ لندن اپریل [3] ایضاً اپریل

جناب محمد افضل سیکرٹری جنرل ایسٹ لندن نے کہا کہ :-

ہمارا نبی ایک خدا ایک قرآن ایک مگر مسلمانوں کو مفاد پرست ایک نہیں ہونے دیتے انہوں نے کہا کہ طاہر القادری کا مشن مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا ہے [1]

سیکرٹری نشر و اشاعت نے کہا کہ :-

علامہ طاہر القادری مسلمانوں کو اپنے اپنے مسلک پر چلتے ہوئے اتحاد کا درس دیتے ہیں کسی کو کافر نہیں کہتے اور نہ ہی فتوی بازی کرتے ہیں اس لیے مفاد پرست علماء کرام کو وہ اچھے نہیں لگتے [2]

محمد لطیف سیکرٹری فنانس نے کہا کہ :-

دین اسلام ہم کو بھائی چارے اور اخوت کی دعوت دیتا ہے مگر نام نہاد اسلام کے ٹھیکیداروں نے مسلمانوں کو مفاد پرست ایک نہیں ہونے دیتے [3]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پروفیسر طاہر القادری کا صرف یہی جرم ہے کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب کو کیوں چھوڑ دیا ہے ان لوگوں نے ہر لحاظ سے گردن زدنی سمجھ رکھا ہے پاکستان میں اس جرم کی سزا رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ نے پروپیگنڈہ کے ذریعہ دی بھارت میں بریلویوں نے فسادی گروپ تیار کیا ہے جس نے باقاعدہ ان پر حملہ کیا لیکن مسلمانوں نے مولانا احمد رضا خاں کے پوتے اختر رضا خاں کی اس وحشی حرکت کو کہیں بھی اچھا نہیں سمجھا اور اس کے خلاف پرزور آواز اٹھائی ہے اگر منہاج القرآن کے احباب بریلویوں کے خلاف ہمیشہ اسی استقامت کا مظاہرہ کریں تو وہ دن دور نہیں جب ضرورت اتحاد پر بریلی کی قیامت خیز گرمی سرد پڑ جائے گی اس نصب العین کے لیے طاہر القادری صاحب کی قربانی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائے گی۔

؎ گر کبھی فرصت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے
قصۂ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو

مولانا طاہر القادری صاحب نے آستانہ بریلی کی مخالفت میں جو کردار ادا کیا ہے اور مسلمہ فرقوں طبقوں میں تکفیر کی وہ دیوار جو مولانا احمد رضا خاں نے کھڑی کی تھی اسے عملی اعلان گرایا ہے ہم اس میں ان کے ساتھ ہیں اور ان کی اس جرأت پر داد دیتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ان کے دوسرے نظریات میں بھی ان سے متفق ہیں مثلاً۔۔

- مولانا طاہر القادری کا دعویٰ ہے کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی واپسی ٹکٹ کے لیے کہا تھا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح مولویوں کو سفر کا خرچہ دیا جاتا ہے۔
- مولانا طاہر القادری کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہاج القرآن بنانے کا حکم دیا تھا
- مولانا طاہر القادری کا یہ دعویٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اہل پاکستان سے ناراض ہو گئے تھے اس لیے اب آپ مدینہ جانا چاہتے ہیں۔
- مولانا طاہر القادری کا یہ دعویٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ اگر تم میرے میزبان ہو گئے تو میں سات دن پاکستان میں رہوں گا گویا پہلے میں یہاں حاضر ناظر نہیں تھا
- مولانا طاہر القادری کا یہ دعویٰ کہ ان کے والد صاحب سے قبر میں سوال و جواب کی نوبت نہیں آئی اور وہ آج تک انتظار کر رہے ہیں کہ نکیرین آکر سوال کریں۔
- مولانا طاہر القادری شیعہ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور علامہ خمینی کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔

مولانا طاہر القادری کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا:۔

طاہر میں اہل پاکستان کی دعوت پر پاکستان آیا تھا مگر مجھے دکھ ہوا کہ دعوت دے کر انہوں نے میری میزبانی نہیں کی اور اب اہل پاکستان سے ناراض ہو کر واپس مدینہ جا رہا ہوں ناراض ہو کر۔ دکھی ہو کر۔ آپ فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھے بڑا دکھ دیا ہے دعوت پر بلایا۔ میزبانی نہیں کی۔ بڑی تفصیلات بیان کیں۔ کوئی اہتمام نہیں کیا۔ میزبانی نہیں کی۔ بڑا دکھ پہنچایا۔ میں نے دکھی ہو کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ پاکستان چھوڑ کر واپس [illegible] میں لوگوں سے نہیں ملا۔

میں یہ بات سن کر حضورؐ کے قدموں میں گر جاتا ہوں ۔۔۔ آپ فرماتے ہیں:
تمہیں معلوم نہیں طاہر! انہوں نے مجھے بہت دکھ دیا ہے۔ بار بار ایسے فرماتے
ہیں مجھے ۔۔۔ انہوں نے مجھے دعوت دی تھی میں اُن کی دعوت پر آیا تھا کہ
میری عزت نہیں کی۔ فرماتے ہیں طاہر عزت نہیں کی اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ
پاکستان چھوڑ کر واپس چلا جاؤں گا۔ میں روتا جاتا ہوں کہ پاکستان چھوڑ کر نہ جائیں
مجھے حکم فرما دیں کہ کیا کوئی صورت ہو سکتی ہے حضور یہاں سے جانے کی
بار بار فرماتے ہیں کہ نہیں میں واپس جانے کا فیصلہ کر چکا ہوں ۔۔ طاہر اگر
مزید پاکستان میں مجھے ٹھہرانا چاہتے ہو تو اس کی ایک شرط ہے کہ وہ شرط
پوری کرنے کا وعدہ کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں حضور فرمائیں تو سہی وہ شرط
کیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ طاہر اگر چاہتے ہو کہ میں پاکستان میں رک جاؤں تو
شرط صرف یہ ہے کہ میرے میزبان تم بن جاؤ میرے میزبان تم بن جاؤ ۔۔۔۔۔
میں نے وعدہ کر لیا۔ حضورؐ فرماتے ہیں تم نے وعدہ کیا ہے تو میں بھی وعدہ کرتا
ہوں کہ رک جاتا ہوں۔ اور فرمایا کہ مزید سات دن دینا قیام پاکستان میں تمہارے
کہنے سے کر لیتا ہوں۔ سات دن مزید رہوں گا یہاں پر ۔۔۔۔ پھر مجھ سے
فرماتے ہیں کہ ایک بات کا اور وعدہ کرو مجھ سے کہ میرے ٹھہرنے کا انتظام بھی
تم نے کرنا ہوگا۔ میرے کھانے پینے کا انتظام بھی تمہارے سپرد ہوگا۔ پاکستان میں
جہاں کہیں آؤں گا جاؤں گا وہ ٹکٹ وہ انتظام اور جب مدینہ واپس جانا ہوگا
تو مدینہ کا ٹکٹ بھی تم نے کر دینے سارا انتظام تمہارے سپرد ہوگا ۔۔۔ مجھے
آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم منہاج القرآن بناؤ میں تم سے وعدہ کرتا
ہوں کہ تمہارے ادارے میں آؤں گا۔[1]

---

[1] روزنامہ آواز لندن ۵ جولائی ۱۹۸۹ء

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، آللہ خیر اما یشرکون۔

اما بعد:

بریلوی حضرات نے ملک میں مسئلہ اکثریت بہت عجیب انداز سے چلا رکھا ہے۔ اپنے آپ کو بڑے فخر سے سوادِ اعظم کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کے اس دعوے اکثریت میں فیصلہ کن عدد وہ جہلاء ہوتے ہیں جو نہ دین کو جانتے ہیں اور نہ اس پر کسی پیرایہ میں وہ عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ایک بھیڑ کی بھیڑ ہے آپ جو نام چاہیں انہیں دے دیں۔ انہیں اس سے انکار نہیں ہوتا۔ یہ بریلوی علماء ہیں جو انہیں ہمیشہ اپنے کھاتے میں ڈالتے ہیں اور خود ان کے چڑھاوے میں بٹتے ہیں۔

یورپ نے اسی عددی اکثریت پر اپنے معاشرے کی بنا رکھی ہے۔ یورپین معاشرہ اس کے باعث بُری طرح روبزوال ہے۔ مذہب علم کے سائے میں پروان چڑھتا ہے جہالت کے اندھیروں میں نہیں۔ بریلوی علماء بھی عجیب ہیں جو ایک طرف مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب کی پیروی کرتے ہیں اور دوسری طرف عددی اکثریت ان جاہلوں اور ملنگوں سے حاصل کرتے ہیں جنہیں خود مولانا احمد رضا خاں نے بھی اپنے مذہب میں جگہ نہ دی تھی۔

جمہوریت کے سارے تصور کا یورپین اقوام کا کام تھا جو عوام کو طاقت اور قانون کا سرچشمہ مانتے ہیں اور اس کا کفر ہونا کسی مذہب والے سے پوشیدہ نہیں۔ مذہب والے وہ کسی مذہب سے متعلق کیوں نہ ہوں طاقت کا سرچشمہ خدا کو سمجھتے ہیں اور یہ اسی کا حق ہے کہ اپنے بندوں کے لیے کسی ضابطہ عمل کا حکم کرے۔ بندوں کا کام

اس کی بندگی اور تعمیل ہے۔ زندگی بے بندگی شرمندگی کے سوا کچھ نہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں انگریزوں کی آمد سے جمہوریت کا تعارف ہوا۔ اس جمہوریت میں ہر شخص برابر کی رائے کا مالک ہوا۔ اس میں نہ علم کی کوئی تمیز رہی نہ عمل کی۔ نہ کوئی ضابطہ اخلاق اس کے لیے ضروری ٹھہرا۔ مذہبی طبقوں میں سے اگر کسی نے اس عددی اکثریت کو شرف بخشا تو وہ صرف بریلوی ہیں۔

تاریخ میں کچھ پیچھے جائیے، اور دیکھیے اس دعوے اکثریت کی بنا کس سے ہوئی۔ علم کی خلعت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور جہالت کے اندھیروں کا ابلیس وارث ٹھہرا۔ خلق کی خلقت اندھیرے میں ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے پھر اس پر نور ہدایت ڈالا تھا اور یہ بات شیطان سے اوجھل نہ تھی۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے زمین کا چکر لگا چکا تھا اور جنات میں رہ چکا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

إن الله خلق خلقه في ظلمة فالقى عليهم من نوره فمن اصابه من ذلك النور اهتدى ومن اخطاه ضل۔[1]

ترجمہ: بے شک اللہ نے مخلوق کو اندھیرے میں خلقت بخشی پھر ان پر اپنا نور ڈالا جسے اس نور سے حصہ مل گیا راہ پا گیا اور جو اس سے چوک گیا راہ سے بھٹکا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو علم اسماء دے کر فرشتوں پر ان کی برتری ظاہر فرما دی تھی۔ اس میں اشارہ دے دیا گیا تھا کہ اب آئندہ کائنات میں ہدایت اور روشنی کا نشان اسی آدم کے نقش پا ہوں گے اور یہی نوع انسان کے لیے الٰہی ہدایت انہی پر اترے گی۔ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو یہ سرفرازی دی تو ابلیس مقابلے میں آ گیا۔ شعلہ تھا بھڑک اٹھا۔

---

[1] رواہ احمد والترمذی۔

منتشر ہو گیا۔ اسے معلوم تو ہو گیا تھا کہ حق کی شمع اب اس سے بجھنے کی نہیں۔ تاہم یہ تسلی اس کے دل کا قرار بنی کہ مخلوق کی غالب اکثریت اندھیرے میں ہے۔ اس کی اکثریت میرے ساتھ رہے گی اور لوگوں کے دلوں میں نور اور کم ہوں گے۔ تاریخ اور مشاہدہ شاہد ہے کہ اس نے جو سوچا تھا عمل میں وہی کچھ سامنے آیا۔ بریلویوں کی ایک بھیڑ کی بھیڑ ہمارے سامنے کھڑی ہے

شیطان نے اللہ رب العزت کے حضور کہہ دیا تھا۔

قال فبما اغویتنی لاقعدن لهم صراطك المستقیم ۝ ثم لآتینهم من بین ایدیهم ومن خلفهم وعن ایمانهم وعن شمائلهم ولا تجد اکثرهم شاکرین ۝ (پ ۸ الاعراف ع ۲)

ترجمہ: بولا تو قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور پیچھے اور داہنے اور بائیں سے اور تو ان میں سے اکثریت کو شکر گزار نہ پائے گا۔ (مولانا احمد رضا خاں)

اور یہ بھی کہا۔

ارءیتك هذا الذی کرمت علی لئن اخرتن الی یوم القیمة لاحتنکن ذریته الا قلیلا ۝ (پ ۱۵ الاسراء ع ۷)

ترجمہ: بولا دیکھ تو جو یہ تو نے مجھ سے معزز رکھا۔ اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی تو ضرور میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں گا مگر تھوڑوں کو۔

اللہ رب العزت کا جواب

اکثر آدمی ناشکرے ہوں گے تو ہمارا کیا بگاڑ لیں گے۔ انجام کار اپنے تھوڑے سے مخلصوں کے لیے کامیابی اور فلاح ہو گی اور اکثریت کے دعوے داروں کو میں دوزخ

میں دخیل ہوں گے ـــــ اس طرح واضح کردیا جائے گا کہ شیطان کے گروہ کی کثرت بھی خلیفۃ اللہ کے قلیل التعداد لشکر کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکی۔

اس میں اللہ رب العزت نے شیطان کے اس دعوے کو کہ اکثریت میرے ساتھ ہوگی رد نہیں کیا۔ اسے معلوم تھا کہ ابلیس کا یہ گمان واقعہ کے مطابق اترے گا ـــــ ہاں یہ فرما دیا کہ جو تیرے ساتھ چلیں گے تعداد میں کتنے کیوں نہ ہوں جہنم ان کے لیے تنگ نہ ہوگی اور بیچارے گی کچھ اور بھی ہیں تو آجائیں۔ اللہ رب العزت نے ابلیس سے کہا۔

قال اذهب فمن تبعك منهم فان جهنم جزاءكم جزاء موفورا

..... ان عبادی لیس لك علیهم سلطان۔ (پ۱۵ الاسراء ع ۷)

ترجمہ۔ فرمایا دور ہو۔ تو ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بے شک تم سب کا بدلہ جہنم ہے اور بھرپور سزا ..... بے شک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہ ہوگا۔

اس میں شک نہیں کہ اکثریت شیطان کے ساتھ رہی اور شیطان کا گمان پورا ہوا تقدیر خداوندی یوں ہی تھی کہ اکثریت والے .. ہی پائیں گے۔

ولقد صدق علیهم ابلیس ظنه فاتبعوه الا فریقا من المؤمنین۔

(پ۲۲ السبا ع ۲)

ترجمہ۔ اور بے شک ابلیس نے انہیں اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ اس کے پیچھے ہو لیے مگر ایک گروہ کہ مسلمان تھا

حضورؐ کی تشریف آوری کے وقت کی حالت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت بھی حالت یہی تھی کہ بنی نوع انسان کی اکثریت حق سے دور تھی۔

لقد جئنٰکم بالحق ولٰکن اکثرکم للحق کارھون۔ (پ۲۵ الزخرف ع۷)

ترجمہ۔ بے شک ہم تمہارے پاس حق لائے لیکن تم میں سے اکثر کو حق ناگوار ہے

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:۔

ولٰکن اکثر النّاس لا یعلمون ۔ وما یستوی الاعمٰی والبصیر والذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ولا المسیٓئ۔ (پ۲۴ المؤمن ع۶)

ترجمہ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔ اور اندھا اور انکھیارا برابر نہیں اور نہ ایمان و عمل والے اور بدکار برابر ہیں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرما کر کہا:۔

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون۔ (پ۸ الانعام ع۱۴)

ترجمہ۔ اور اے سننے والے زمین میں اکثریت میں وہ ہیں کہ تو ان کے کہنے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں۔ وہ صرف گمان کے پیچھے ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:۔

مشاہدہ اور تاریخ بتاتے ہیں کہ دنیا میں فہیم محقق اور پکا اصول آدمی تھوڑے رہے ہیں اور اکثریت انہی لوگوں کی ہوتی ہے جو محض خیالی، بے اصول اور اٹکل پچو باتوں کی پیروی کرنے والے ہوں۔ اگر تم ایسی اکثریت کا فیصلہ ماننے لگو اور بے اصول باتوں پر چلنا شروع کر دو تو خدا کی بتلائی ہوئی سیدھی راہ سے یقیناً بہک جاؤ گے۔[1]

خلافت راشدہ کی بنیاد ہی شوریٰ پر قائم تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ مشورہ کی ضرورت ان کاموں

---

[1] تفسیر عثمانی ص۱۸۶

میں ہے جو اہتمام بالشان ہوں، اور جو قرآن و سنت میں منصوص نہ ہوں۔ جو چیز منصوص ہو اس میں رائے و مشورہ کے کوئی معنی نہیں اور ہر چھوٹے بڑے کام میں اگر مشورہ ہوا کرے تو کوئی کام نہ ہو سکے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ ایسے شخص سے لیا جائے جو عاقل و عابد ہو، ورنہ اس کی بے وقوفی یا بددیانتی سے کام خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے۔[1]

اسلام میں یہ کہیں نہیں کہ جن مسائل میں کوئی نص موجود نہ ہو نہ قرآن کی نہ سنت کی، ان میں عددی اکثریت سے فیصلہ کر لیا کرو۔ یہاں علمی اکثریت مطلوب ہے عددی اکثریت نہیں۔

صحابہؓ باوجودیکہ سب کے سب تزکیۂ دل کی دولت پائے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی فیصلہ ان کی عددی اکثریت سے نہیں کیا تھا۔ یہاں علم چاہیئے۔ اور ظاہر ہے کہ فقہائے صحابہؓ سب نہ تھے خال خال تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہی سے رائے لیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا یہاں علمی کثرت مطلوب ہے عددی کثرت نہیں۔

حضرت علی مرتضیٰؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا:

تشاوروا الفقهاء العابدين (رواه الطبرانی)[2]

ترجمہ: فقہ رکھنے والے نیک لوگوں سے مشورہ کر کے اسے طے کرو۔

سوال اس مسئلے کے متعلق تھا جس میں کوئی واضح حکم منقول نہ ہو۔ اس میں آپ نے اہل علم کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا یہ نہ کہا کہ جب منع نہیں کیا تو جو چاہو کرو نہ یہ کہا کہ عوام کی بھیڑ سے فیصلہ لے لو

شیطان کا عددی اکثریت کا دعویٰ

قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ شیطان شروع ہی سے عددی اکثریت کا نعرہ لگا رہا ہے اس کا جواب اہل حق آدم علیہ السلام کے امتیاز علمی سے دیتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے علم اسماء سے

---

[1] ایضاً صفحہ ۱۳۳ (شوریٰ) [2] موائد العوائد نواب صدیق حسن خان صفحہ ۲۲

آدم کو فرشتوں پر فضیلت بخشی۔ فرشتوں نے حضرت آدم کے امتیاز علمی کو تسلیم کر لیا اور سجدہ ریز ہو گئے
علم کی حمایت اور رسالت کے سائے میں تعداد سے کبھی کم ہوں تو وہ صادق اور راست باز ہیں اور
اہل باطل عددی اکثریت میں ہوں تو وہ چھانٹنے کے لائق ہیں۔ تاہم یہ بات صحیح ہے کہ شیطان
کا کاروبار علمی اکثریت سے نہیں عددی اکثریت سے چلتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے صحیح کہا تھا کہ دو سو
گدھے مل کر بھی ایک انسان کی فکر پیدا نہیں کر سکتے۔ عددی اکثریت پر مدار رکھنا جمہوریت ہے
اور علمی اکثریت سے چلنا وراثت نبوت اور مذہب کی جان ہے۔

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

عددی اکثریت پر انسانی فیصلوں کا مدار

اقوام مغرب اپنی تمام مہمات میں عددی اکثریت پر فیصلہ کرتی ہیں یہ لوگ ہر باب زندگی میں
اپنے عوام کو طاقت کا سرچشمہ مانتے ہیں۔ اہل مذہب نے کبھی اس اصول سے سمجھوتہ نہیں کیا۔ افلاطون
نے الجمہوریہ لکھ کر اس فکر کو ہمیشہ دی تھی کہ انسانی سماج عددی اکثریت کے فیصلوں سے چلے
اس میں اس کی اکثر اس عقیدے پر بچی تھی کہ انسان اپنی زندگی کا خود مختار ہے اور اپنے لئے جو فیصلہ کرنا چاہے کر سکتا
ہے۔ طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں کوئی اور بالا طاقت نہیں۔ یہ اعلان اور زندگی کا یہ پروگرام مذہب سے کھلا تصادم
ہے۔ مذہب میں خدا کو طاقت کا سرچشمہ ماننا پڑتا ہے اور جمہوریت میں اس کا تصور تک نہیں۔

عیسائیوں نے مذہب کو مات کر کے جمہوریت اختیار کی۔ اب ان کے لیے خدا کے مقابل آنا ضروری ہو گیا وہ خدا
اور انسان کے اختیارات میں تقسیم کی راہ پر چلے اور بائبل میں اس اصول کو جگہ دی جو خدا کا ہے وہ خدا کو
دے دو اور جو بادشاہ کا ہے وہ بادشاہ کو دے دو۔ کیا یہ کھلا شرک نہیں؟ کچھ تو سوچو۔

اس میں بندوں اور خدا کے درمیان تقسیم بٹ رہا ہے اور جمہوریت اللہ کی عبادت کے
ساتھ غیروں کی حد میں طاقت کا سرچشمہ بن جاتی ہے۔ اس صورت میں پھر مذہب کا کیا
حال ہو گا! یہی جو آج ہم دیار مغرب میں دیکھ رہے ہیں۔

قرآن کریم نے سچا کہا ہے۔

قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث (پ ۷ المائدہ آیت ۱۰۰)

ترجمہ: آپ کہہ دیں کہ خبیث و طیب برابر نہیں اگرچہ تمہیں خبیثوں کی کثرت اچھی کیوں نہ لگے

اس سے پتہ چلا کہ خبیثوں کی کثرت سے شریعت کے فیصلے کرنا اچھے لوگوں کا کام نہیں، اکثریت

کو خوش کرنے کے لیے ہدایت کے حق میں فتویٰ دینا اچھے لوگوں کا کام ہے جو پاک نہ ہوں

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

وان کثیرا من الناس عن آیاتنا لغافلون (پ ۱۱ یونس آیت ۹۲)

ترجمہ: اور بے شک بہت سے لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں

افسوس کہ مولانا احمد رضا خان نے اپنے ترجمہ قرآن میں کثیر کے معنی نکال دیئے ہیں[۱] تاکہ

بریلوی اپنے دعویٰ اکثریت میں جاہلوں میں شمار نہ ہوں

دنیا میں اکثریت کبھی اس معیار پر نہیں رہی تھی کہ ایک جمہوری نظریہ کو ٹھیک اور فاسق

قرار دے تو اسے اس کا حق پہنچتا ہے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہے ہم اکثریت میں ہیں تم

کون ہو ہمیں گمراہ کہنے والے پھر بتانا ہوتا ہے۔

ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ان ھم الا کالانعام

بل ھم اضل سبیلا (پ ۱۹ الفرقان آیت ۴۴)

ترجمہ: کیا تم سمجھتے ہو کہ اکثریت سننے والوں اور سمجھنے والوں کی ہے؟ نہیں مگر

یہ کہ وہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے

قرآن کریم شریعت کے فیصلے علم کے سپرد کرتا ہے عوام کے سپرد نہیں، یہاں عددی اکثریت

نہیں علمی فضیلت ہے ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون (پ ۲۳ الزمر آیت ۹)

۱۔ دیکھئے کنز الایمان ص ۳۲۵

ترجمہ: کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔

مادی اکثریت علم تو ایک طرف رہا زیادہ تر ایمان کی دولت سے بھی محروم چلی آتی ہے۔

انه الحق من ربك ولكن اكثر الناس لا يؤمنون (پ ۱۲ ہود آیت ۱۷)

ترجمہ۔ بے شک یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن اکثر لوگ نہیں مانتے۔

پھر قرآن کریم نے یہ بھی کہا ہے۔

اکثرهم لا يعقلون (پ ۷ المائدہ آیت ۱۰۳) ولكن اكثر الناس لا يعلمون (پ الانعام آیت ۱۱۱)

ترجمہ۔ اکثریت بے عقلوں کی ہے اور بے علم لوگوں کی ہے اکثر یہی ہیں۔

قرآن کریم کی ان واضح شہادتوں کے بعد کون بے عقل اور بے علم ہوگا جو اختلافی مسائل کو عوام کی اکثریت سے حل کرنے کی تلقین کرے اور کسی ایسے فیصلے یا تخریج پر مہر کی درستی نہ سمجھے

حق یہ ہے کہ دینی فیصلے کبھی اکثریت پر نہیں ہوتے۔ اکثریت ایک بھیڑ کی بھیڑ ہے جو نہ سمجھتے ہیں نہ سمجھتے ہیں بس ہانکے جاتے ہیں۔ اس سال ۱۹۹۰ء میں ایک بریلوی مولوی صاحب نے اتوار کو عید منانے کا اس لیے فیصلہ کیا کہ اکثریت اتوار کے حق میں تھی۔ پڑھے لکھے لوگوں نے ہفتہ کے دن عید کی ہے۔ بریلوی مولوی صاحب نے بیان دیا

اکثریتی فیصلہ کی رو سے عید اتوار کو منائی جائے گی۔[1]

اکثریت کے فیصلے دنیوی امور کے لیے جائز بھی ہوتے ہیں مگر قوموں کو بریلویوں نے دینی امور کے فیصلے بھی اکثریت کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ یورپ میں اکثریت کا نعرہ ہی بڑا دھوکا ہے مگر جمہوریت کے دلدادہ بریلوی اور سنی بھی اسی کی ترویج میں لگے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم نے یوں ارشاد فرمایا۔

وقليل من عبادي الشكور (پ ۲۲ سبا آیت ۱۳) اور میرے بندوں میں تھوڑے ہیں شکر والے

وما يؤمن اكثرهم بالله الا وهم مشركون (پ ۱۳ یوسف آیت ۱۰۶)

ترجمہ: اور ان میں اکثر ایسے ہیں کہ وہ اللہ کو مانتے ہوئے بھی مشرک ہیں۔

۱؎ روزنامہ جنگ لندن ۱۹ جون ۱۹۹۰ء

عیسائیوں کے بعد بریلوی عددی اکثریت کے اصول پر

عیسائیوں کے بعد بریلوی عددی اکثریت کے سائے میں چلے اور انہوں نے عام جہلا کو ساتھ ملا کر ملنگوں اور مجاوروں کی حمایت سے اپنے آپ کو سواد اعظم سمجھ لیا اور اس بات کو وہ یکسر بھول گئے کہ قرآن کریم کی رو سے عددی اکثریت کا نعرہ شیطان نے لگایا تھا۔ اب کیا یہ ممکن ہے کہ اسلام کے نام پہ انسانوں کی کوئی بھیڑ عددی اکثریت کے سائے میں آگے بڑھے؟ ہرگز نہیں۔ بریلوی علماء یہاں اجماع امت کا سہارا لیتے ہیں اور کہتے ہیں اسلام میں عام مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ امت کے مختلف فیہ امور میں قوت حاکمہ ہوں قرآن کریم میں عددی اکثریت اور رجوع عام کے مقابل علمی قوت اور ہدایت پر زور دیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے اس وقت کے مسلمانوں میں کبھی عددی کثرت سے کوئی فیصلہ نہیں کیا جب بھی کہیں کوئی ایسی بات پیش آتی جس میں فیصلے کی ضرورت ہوتی آپ فقہائے صحابہؓ سے مشورہ کرتے اور وہی آپ کی شوریٰ کے اہل حل وعقد سمجھے جاتے تھے۔ آپ نے ہر فرد کو رائے دینے کا حق دینے کی بجائے صرف اہل حل وعقد کو اس کا حقدار سمجھا کہ ان سے کسی انتظامی مسئلے میں کوئی رائے لی جا سکے۔

عہد نبوت میں عددی اکثریت کی بجائے علم و فقہ کے فیصلے

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جن مسائل زندگی میں مشورہ کی ضرورت ہوتی آپ مسلمانوں کی عددی اکثریت سے مشورہ کرنے کی بجائے فقہائے صحابہؓ سے مشورہ کرتے اور یہی اس وقت کا شورائی نظام تھا۔ قرآن کریم نے اس کی خبر دی۔

وامرھم شوریٰ بینھم۔ (پ۲۵ الشوریٰ ع۴)

ترجمہ۔ اور ان کا کام چلتا ہے آپس کے مشورے سے۔

اموالِ ہوازن کی تقسیم میں ایک صورت پیش آئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے کئی افراد کو سو سو اونٹ تک دیئے تھے۔ اس پر انصار نوجوان کچھ پریشان ہوئے وہ کہنے لگے۔

یغفر اللہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطی قریشا و یدعنا و سیوفنا تقطر من دمائھم۔

ترجمہ: اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درگزر فرمائے۔ قریش کو تو دیئے جاتے ہیں اور ہمیں نظر انداز کر رہے ہیں اور ابھی تو ہماری تلواروں سے قریش مکہ کا خون ٹپک رہا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں حضورؐ کو یہ بات بتلائی گئی تو آپؐ نے انصار کا ایک جلوس بلایا اور اس میں کسی اور کو شامل نہ کیا۔ آپؐ نے ان سے کہا مجھے تمہاری یہ بات پہنچی ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں۔

قال لہ فقھاؤھم اما ذوو رأینا یا رسول اللہ فلم یقولوا شیئا و اما اناس منا حدیثۃ اسنانھم فقالوا یغفر اللہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطی قریشا و یترک الانصار و سیوفنا تقطر من دمائھم[1]

ترجمہ: حضورؐ سے فقہاء صحابہؓ نے کہا ہم میں سے جو اہل الرائے لوگ ہیں انہوں نے کوئی بات نہیں کی لیکن ہم میں جو نئے نئے لوگ ہیں انہوں نے کہا ہے اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درگزر فرمائے قریش کو تو دیئے جاتے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں اور ابھی ہماری تلواروں سے قریش مکہ کا خون بہہ رہا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بات کہنے والے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات

---

[1] صحیح البخاری جلد ۱ صفحہ ۴۴۴

پہنچانے والے ماہرِ حدیث تو تھے اہل الرائے نہ تھے معاملے کی تہ کو سمجھ نہ سکے اور یہ بھی پتہ چلا کہ فقہاء اس وقت بھی صحابہؓ میں موجود تھے اور فقیہ کا مقام صرف حدیث بیان کرنے والوں سے بدرجہا فائق سمجھا جاتا تھا اور جب ان دونوں میں اختلاف ہو تو فیصلہ کن بات فقہائے کرام پر آ ٹھہرتی تھی —— جو لوگ کہتے ہیں کہ فقہ کی حدیث کے بعد کیا ضرورت ہے وہ یہاں دیکھیں کہ فقہ کی ضرورت حدیث کے بعد ہے یا حدیث کے ساتھ ہی اس کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا۔

انی اعطی رجالاً حدیث عهدهم بکفر اما ترضون ان یذهب الناس بالاموال وترجعوا الی رحالکم برسول الله صلی الله علیه وسلم فوالله ما تنقلبون به خیر مما ینقلبون به۔[1]

ترجمہ: میں ان کو دے رہا ہوں جن کا کفر کا زمانہ قریب کا ہے (یعنی جو ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں) کیا تم اس سے راضی نہیں کہ اور لوگ تو اپنے اپنے اموال لے کر واپس جا رہے ہوں اور تم حضور کو لے کر واپس لوٹ رہے ہو۔ بخدا تم جو لے کر جاؤ گے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو وہ لے جا رہے ہیں۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ صحابہ کرامؓ باوجودیکہ سب نبوت کا فیض پائے ہوئے تھے رائے و تفقہ میں سب برابر نہ تھے۔ اہل الرائے صحابہؓ میں کوئی کوئی تھے۔ پہلے ہی تھوڑی اہلِ حل و عقد کی آراء پر تائید ہوتی تھی اور اس میں آخری فیصلہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا تھا جب صحابہ کرامؓ جیسی شخصیات کی رائے میں [illegible] ذمہ داری تھی تو آج کے معاشرے میں [illegible] کی کثرتِ عددی کس طرح کوئی قانونی شکل پا سکتی ہے۔ اسلام میں انسان کا وزن ہوتا ہے ان کی گنتی نہیں ہوتی اور عدد کی کثرت ان کے

---

[1] صحیح بخاری جلد [illegible] صفحہ [illegible]

بالکل برعکس ایک دوسری جگہ بیان ہے ؎

جمہوریت وہ طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

عہد راشدینؓ میں عددی اکثریت کا عدم اعتبار

حضرت امام بخاریؒ نقل کرتے ہیں۔

وكانت الأئمة بعد النبي صلى الله عليه وسلم يستشيرون الأمناء
من أهل العلم في الأمور المباحة ليأخذوا بأسهلها فإذا
وضح الكتاب أو السنة لم يتعدوه إلى غيره۔[1]

ترجمہ: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رہنمائے راشدینؓ اہل علم میں سے جو امانت دار قسم کے لوگ تھے ان سے امور مباحہ میں مشورہ لیتے تھے۔ تاکہ ان میں سے جو آسان راہ عمل ہے اسے اختیار کریں اور جب کتاب و سنت کی مراد کھل جاتی تو پھر وہ کسی طرف رخ نہ کرتے تھے۔

اس سے واضح ہے کہ حضرات راشدینؓ نے امور مباحہ میں صرف اہل علم سے رائے لی اور عددی اکثریت کا کبھی اعتبار نہیں کیا۔ اسلام میں علمی اکثریت بے شک قابل لحاظ ہے لیکن عددی اکثریت کا کوئی اعتبار کبھی نہیں رہا۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حج کے موقع پر کوئی اہم بات کہنا چاہی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا:

يا أمير المؤمنين لا تفعل فإن الموسم يجمع رعاع الناس وغوغاءهم
فأمهل حتى تقدم المدينة فإنها دار الهجرة والسنة

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۰۹۵، ص ۱۰۹۲

فتخلص باهل الفقه واشراف الناس فتقول ماقلت متمكنا فيعي
اهل العلم مقالتك فيضعونها مواضعها[1]

ترجمہ: اے امیر المومنین! آپ ایسا نہ کریں موسم حج میں ہر طرح کے لوگ ساتھ میں مل جل اور سمجھے بے سمجھے ہیں ۔۔۔ سو آپ ذرا تاخیر فرمائیں یہاں تک کہ آپ مدینہ پہنچ جائیں وہ دار الہجرت بھی ہے اور دار السنۃ بھی ـــ وہاں آپ اہل فقہ اور دوسرے ممتاز لوگوں کو اعتماد میں لیں۔ ان کے سامنے آپ جو کچھ کہیں گے علم والے لوگ آپ کی بات یاد رکھ لیں گے اور اسے وہاں رکھ دیں گے جو اس کا موقع ہو۔

اس سے پتہ چلا کہ صحابہ کرامؓ اپنے ہاں عددی اکثریت کے قائل نہ تھے۔ فقہائے صحابہؓ اور ممتاز لوگوں کا اعتبار کرتے تھے اور یہ اہل فقہ تھے جو ہر بات کو اپنے محل میں رکھنا جانتے تھے اور قوم میں انہی کی راہنمائی جاری تھی۔ وہاں ان میں عمر کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ بڑے ہوں یا جوان ہوں۔

حضرت امام بخاریؒ کہتے ہیں:۔

وكان القراء اصحاب مجالس عمر ومشاورته كهولا كانوا او شبانا۔[2]

ترجمہ: علماء صحابہؓ حضرت عمرؓ کی مجالس شوریٰ میں شامل تھے وہ بزرگ ہوں یا جوان (سب سے زیادہ ان لوگوں کا موقع ملتا تھا جو اہل علم ہوتے تھے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں علم کا وزن ہے عددی اکثریت کا نہیں۔ افسوس کہ بریلویوں کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

سنت نبوی کے بعد صالحین امت کا اعتبار

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۰۹ [2] ایضاً صفحہ ۱۰۲۱ و صفحہ ۱۰۹۶

علامہ شعبی قاضی شریح سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے آپ کو لکھا ۔

اقض بما فی کتاب اللہ فان لم یکن فی کتاب اللہ فبسنۃ رسول اللہ فان
لم یکن فی کتاب اللہ ولا فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فاقض بما قضی بہ الصالحون ۔[1]

ترجمہ ۔ آپ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں ۔ بات کتاب اللہ میں نہ ہو تو حضورؐ
کی سنت کے مطابق فیصلہ کریں ۔ بات کتاب وسنت دونوں میں نہ ملے تو وہ
فیصلہ لیں جو صالحین امت پہلے لے چکے ہوں ۔

حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بھی یہی عمل تھا ۔ آپ بھی حدود کی اکثریت کو دیکھے
تھے ۔ حافظ ابن تیمیہؒ نقل کرتے ہیں ۔

فابن عباسؓ کان یفتی بما فی کتاب اللہ فان لم یجد فی کتاب
اللہ فبما فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان لم یجد فی
سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبما افتی بہ ابوبکر وعمر و
ھذا ثابت عن حدیث ابن عیینۃ عن عبید اللہ بن ابی یزید
عن ابن عباس ۔[2]

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کتاب اللہ سے فتوے دیتے تھے اگر آپ کو وہ
بات کتاب اللہ میں نہ ملے تو حضورؐ کی سنت سے فیصلہ لیتے تھے ۔ اگر کتاب وسنت
دونوں میں نہ ہو تو آپ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے فیصلوں کو لیتے تھے
اور ان کے مطابق فتوے دیتے تھے ۔

سلف کی پیروی صرف حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ تک محدود نہیں جو بھی صالحین امت ہیں وہ اپنے علم وتقویٰ
کی بنا پر لائق تقلید ہیں ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) فرماتے ہیں ۔

---

[1] سنن نسائی جلد ۲ صفحہ ۳۰۵ [2] منہاج السنۃ ...

اکثریت کا ——— یہ دین اپنے کسی پہلو میں قلت و کثرت کا محتاج نہیں ہے ——— پس علماء کو
چاہیے کہ اپنی کسی رسم کو جاری کرنے یا نہ کرنے میں عددی اکثریت کا سہارا نہ لیں۔ یہ وہ خام پہلو
ہے جس کی اسلام میں کوئی راہ نہیں ہے۔

وسائل و آلات تو ایک طرف رہے میدانِ جنگ جس میں عملی قوت درکار ہوتی ہے اسلام
میں اس کا مدار بھی قلت و کثرت پر نہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے۔

كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله۔

(پ۲ البقرہ ع ۳۳۔ آیت ۲۴۹)

ترجمہ۔ بارہا ہوا کہ کم جماعت بڑے گروہ پر غالب آگئی اللہ کے حکم و تائید سے

حضرت علی المرتضیٰؓ نے امیر المومنین حضرت عمرؓ سے ایک موقع پر کہا تھا۔

ان هذا الامر لم يكن نصره ولا خذلانه بكثرة ولا بقلة وهو دين
الله الذي اظهره وجنده الذي اعده وامده حتى بلغ ما بلغ
وطلع حيث طلع ونحن على موعود من الله والله منجز وعده
وناصر جنده ۔۔۔۔ فانا لم نكن نقاتل فيما مضى بالكثرة
انما كنا نقاتل بالنصر والمعونة۔[1]

ترجمہ۔ اس دین کی کامیابی اور ناکامی کثرت و قلت پر مبنی نہیں۔ یہ اللہ کا وہ
دین ہے جسے اس نے خود غالب کیا اور یہ (صحابہ کرامؓ) اللہ کا وہ لشکر
ہے جسے اس نے خود تیار کیا ہے اور اسے پھیلایا ہے۔ یہ پہنچا جہاں پہنچا
اور چمکا جہاں چمکا۔ ہم (صحابہؓ) اللہ کے وعدے پر ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنا
وعدہ پورا کر کے رہے گا اور اپنے لشکر کی ضرور مدد فرمائے گا۔۔۔۔
ہم پہلے بھی تو کثرت کے سہارے نہیں لڑتے رہے۔ ہم ہمیشہ اللہ کی نصرت

---

[1] شرح نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۲۳

اور معرفت کے سہارے رائے دیتے رہے ہیں۔

جمہوریت کو علم و تقویٰ کی لگام دو

اگر کسی دائرۂ حیات میں جمہوریت آ ہی گئی ہو اور اس کفری نظام سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہو کہ اسے مغربی جمہوریت کے قالب سے نکال لیا جائے اور اساس یہ بنی لوگوں سے رائے لی جائے جو علم اور ظاہری صلاح رکھتے ہوں۔ آزاد قبائل اور افغانستان میں جرگہ میں وہی لوگ بیٹھتے ہیں جو اپنے علم و فہم اور عمل و دانش میں اپنے حلقے میں معروف ہوتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو اہل حل و عقد کہا جا سکتا ہے رائے دینے والے پر اس قسم کی قیود عاید کر کے مغربی جمہوریت کو بھی لگام دی جا سکتی ہے۔

ایران میں مذہبی انقلاب آیا تو ان کے ہاں ملک کے سب سے بڑے ادارے قومی اسمبلی کے اوپر ولایت فقیہ کا ایک منصب تجویز کیا گیا اس کی یہ ذمہ داری ٹھہری کہ اسمبلی کوئی ایسا قانون پاس کرنے کی مجاز نہیں جو کلی طور پر فقہ جعفری سے ٹکراتا ہو۔ ان کے ہاں یہ جمہوریت پر ایک لگام آ گئی۔ افغانستان میں اسلامی انقلاب آیا تو وہاں بھی کتاب و سنت کی بالادستی کا اعلان کیا گیا۔ یہ اپنے حالات کے مطابق جمہوریت پر ایک لگام ہے۔ اس میں عددی اکثریت کے عمل کو ٹھکرا دیا گیا ہے۔ عوامی فیصلے عددی اکثریت کی بجائے اہل حل و عقد کے تابع رہیں تو بنی نوع انسان جمہوریت کے وبال سے کسی حد تک بچ سکتے ہیں۔ اس دور میں دینی اور انسانی حقوق کی سب سے بڑی قاتل یہ جمہوریت ہے جو افلاطون کے اصول پر قائم ہے۔

امت مسلمہ میں کثرت تعداد کا مسئلہ

عالمی عددی اکثریت امت مسلمہ کے خلاف ہے گو اس وقت مسلمان گنتی میں سب

مذاہب سے زیادہ ہیں لیکن عیسائی بدھ ہندو اور دہریہ تو ہیں مل کر مسلمانوں سے کہیں آگے نکل جاتی ہیں۔ ہم ان کی عددی کثرت سے ہرگز پریشان نہیں۔ قرآن کریم نے وقلیل من عبادی الشکور (پ۲۲ السبا ۱۳) کہہ کر ہمیں اس پریشانی سے ہمیشہ کے لیے نکال رکھا ہے۔ ہاں امت مسلمہ کے اندر قلت و کثرت کی بحث یہ ایک دوسرا موضوع ہے جسے بریلوی حضرات کبھی سواد اعظم کے نام سے کھڑا کرتے رہتے ہیں، کبھی اپنے فیصلوں کو وہ اجماع امت کا نام دیتے ہیں۔

عالمی عددی اکثریت اور امت مسلمہ میں عددی اکثریت یہ دو علیحدہ علیحدہ عنوان ہیں۔ لیکن بریلوی لوگ اس اختلاف عنوان سے بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ وہ اپنے سوا باقی سب کو کافر سمجھتے ہیں، وہ اہل السنۃ والجماعۃ کے مکتب دیوبند اور جماعت اہلحدیث کو امت مسلمہ میں جگہ نہیں دیتے۔ سو اس باہمی اختلاف کو وہ اس عنوان سے بھی حل نہیں کر سکتے۔ وہ دوسروں کو امت مسلمہ میں سمجھتے ہی نہیں کہ اپنے کو ان میں سے ممتاز کر سکیں۔

یقین کیجئے امت مسلمہ میں کثرت تعداد سے عام مسلمانوں کی گنتی مراد نہیں اس میں اہل علم کی کثرت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ یہاں ووٹ گنے نہیں جاتے تولے جاتے ہیں۔ اسلام میں یہ جو کہا گیا ہے کہ جماعت کے پیچھے چلو وعلیکم بالجماعۃ تو یہاں جماعت سے مراد عام مسلمانوں کی گنتی نہیں۔ جماعت سے یہاں اہل علم مراد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے سوال کیا گیا الجماعۃ رجسے مسلمانوں کا اجماع کہا جائے اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ اس سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ مراد ہیں کہ جس بات پر یہ جمع ہوں وہ گمراہی نہیں ہو سکتی اور یہ صحیح ہے کہ پوری امت میں یہ حضرات مجمع علیہ رہے ہیں الجماعۃ ہیں اور باقی ساری امت کے لیے حجت اور سند ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کے حق میں خلافت [illegible] کرتے ہوئے

ان سے سیرت شیخین کی پابندی کا عہد لیا تھا۔ اب کون ہے جو صرف قرآن و حدیث کی پابندی لازم ٹھہرائے۔ حدیث لا یجمع اللہ امتی علی ضلالۃ ابدا برحق ہے اور جماعت پر بے شک اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے لیکن اس سے عوام کا اجماع مراد نہیں جیسا کہ بریلوی سمجھتے ہیں، یہاں اہل علم کا اجماع مراد ہے۔ بریلویوں کو یہ دیکھنا چاہیے کہ زیادہ اہل علم اور علماء کدھر ہیں۔ جدھر ان حضرات کی کثرت ہوگی وہی امت کا سواد اعظم ہوں گے۔ دوسری صدی کے مجدد حضرت ملا علی القاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

الحدیث یدل علی ان اجماع المسلمین حق والمراد اجماع العلماء ولا عبرۃ باجماع العوام لانہ لا یکون عن علم[1]

ترجمہ۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ اجماع المسلمین حق ہے لیکن اس سے مراد علماء کا اجماع ہے عام لوگوں کے اتفاق کا کوئی اعتبار نہیں۔ ان کا کسی بات پر آ جانا علم سے نہیں ہوتا۔

اور ما راٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن کی شرح میں لکھتے ہیں

المراد بالمسلمین زبدتہم وعمدتہم وہم العلماء بالکتاب والسنۃ الاتقیاء عن الحرام[2]

ترجمہ۔ یہاں مسلمانوں سے مراد ان کے عمدہ اور بڑے لوگ ہیں اور وہ کتاب و سنت کے علماء اور حرام سے بچنے والے اتقیاء ہیں۔

یہ حضرات کسی بات پر جمع ہو جائیں تو ان کا اجماع بے شک اللہ کے ہاں پسندیدہ ہوگا۔

امام بغوی (۵۱۶ھ) کی کتاب شرح السنۃ کے حاشیہ میں ہے۔

تفسیر الجماعۃ عند اہل العلم ہم اہل الفقہ والعلم[3]

ترجمہ۔ یہاں جماعت سے مراد عام انسانوں کی بھیڑ نہیں، اہل علم کا گروہ ہے اور وہ دین

---

[1] مرقات جلد ۱ صفحہ ۲۴۹ [2] ایضاً صفحہ ۲۵۳ [3] شرح السنۃ جلد ۱ صفحہ ۲۱۲

کا علم اور اس کی سمجھ رکھنے والے لوگ ہیں (یہ چاہے اکثریت سے ہوں یہ حق ہے)
یہاں سے فقہ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ یہ (فقہائے کرام) وہ لوگ ہیں جن سے اُمت
کا اجماع بنتا ہے۔ بریلویوں کا یہ کہنا کہ یہاں مسلمانوں کی عام بھیڑ مراد ہے ہرگز صحیح نہیں۔
افسوس کہ ان کے اس غلط ذہن نے اُمت کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ہماری شکایت بریلوی
عوام سے نہیں، وہ دین کی کوئی سمجھ نہیں رکھتے۔ ہمارا شکوہ ان کے علماء سے ہے جو خواہ
مخواہ عددی اکثریت کا دعوے کر کے اپنی خود قائم کردہ بدعات کو اجماع امت کا درجہ دے
رہے ہیں۔

اصول فقہ کی کتابوں میں عوام کے اتفاق کو کہیں اجماع کا درجہ نہیں دیا گیا بریلویوں کا موجودہ
موقف بالکل غلط ہے۔ اجماع امت میں امت سے مراد امت مطلقہ ہے اور جس سے مراد وہ
اہل السنۃ والجماعۃ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے طریق پر چل رہے ہوں اور
بدعات میں ملوث نہ ہوں۔ یہ اہل العلم اہل السنۃ والجماعۃ جس چیز پر اتفاق کر لیں وہ اجماع امت
ہے جاہلوں کی بھیڑ کوئی فیصلہ کرے تو اسے اجماع امت نہیں سمجھتے
علامہ سعد الدین تفتازانی (۷۹۲ھ) تلویح میں لکھتے ہیں سواد اعظم سے مراد امت مطلقہ ہے
اور امت مطلقہ کی تفصیل آپ اس طرح کرتے ہیں:۔

والمراد بالامۃ المطلقۃ اہل السنۃ والجماعۃ وہم الذین طریقتہم طریقۃ
الرسول واصحابہ دون اہل البدع [1]

محدث کبیر ملا علی قاریؒ (۱۰۱۴ھ) حدیث اتبعوا السواد الاعظم کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

اتبعوا السواد الاعظم یدل علی ان ما علیہ الناس العلماء وان قل عددہم
ولم یقل الاکثر لان العوام والجہال اکثر عدداً [2]

ترجمہ۔ یہ حدیث کہ تم سواد اعظم کی پیروی کرو بتاتی ہے کہ عظمت ان لوگوں کی ہے جو علماء ہیں

---

[1] التلویح علی التوضیح [illegible] [2] مرقات جلد [illegible]

مگر ان کی تعداد مختصر ہو حضورؐ نے یہ نہیں کہا کہ تم سواد اکثر کی پیروی کرو (سواد اعظم فرمایا ہے) کیونکہ عامی لوگ اور جاہل لوگ دوسرے لوگوں سے (پڑھے لکھے لوگوں سے) اکثریت میں رہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا اتبعوا السواد الاعظم کہ سواد اعظم کے پیچھے چلو تو صحابہؓ نے پوچھا حضورؐ! سواد اعظم کون ہیں؟ آپ نے فرمایا:

ما انا علیہ واصحابی[1]۔ وہ لوگ جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقہ پر ہوں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ سواد اعظم کی علامت حضورؐ اور صحابہؓ کی اتباع میں ہے اس سے مراد بدعات پر چلنے والے لوگ نہیں ہیں گو وہ تعداد کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ صحابہؓ کے طریقہ پر چند لوگ بھی ہوں تو وہ سواد اعظم ہیں۔ اور پیروی کے لائق ہیں۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی (۹۷۳ھ) حضرت سفیان الثوریؒ (۱۶۱ھ) سے نقل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

المراد بالسواد الاعظم هم من كان من اهل السنة ولو كان واحدا فاعلم ذلك[2]۔

ترجمہ: سواد اعظم سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل السنۃ والجماعۃ ہوں۔ اگرچہ وہ ایک شخص ہی ہو اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

لو ان فقيها على رأس جبل لكان هو الجماعة[3]۔

ترجمہ: ایک فقیہ پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا تنہا بیٹھا ہو تو جماعت وہی ہو گا (نہ کہ عوام کی بھیڑ)

بڑے گروہ کی پیروی سے مراد

بڑے گروہ کی پیروی سے پہلے درجہ پر صحابہ کرامؓ کی پیروی مراد ہے وہی اس امت کے بڑے گروہ ہیں۔ ان کا سواد اعظم ہیں ان کے بعد صرف علماء ہیں جن سے سواد اعظم بنتی ہے نہ کہ عوام کا ہجوم

---

[1] رواہ الطبرانی فی الکبیر ... مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۵۹ [2] المیزان الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۸ [3] شرح ...

جو کسی بھی پیرایہ میں حق کا معیار نہیں بنتا۔ حضرت شیخ محمد رومی کہتے ہیں۔

تم کو چاہیے کہ صحابہ کرامؓ کے اعمال اور حالات کی تفتیش میں کوشاں رہو کیونکہ سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا مقرب وہی ہے جو ان سے مشابہت زیادہ رکھتا ہو اور ان کے طریقے سے زیادہ واقف ہو کیونکہ دین ان ہی سے حاصل ہوا ہے اور یہی لوگ صاحب شرع سے شریعت کی نقل میں اصل ہیں۔

اور حدیث میں جو آیا ہے کہ لوگوں میں اختلاف پڑے تو سواد اعظم (بڑے گروہ) کی پیروی کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حق کو اختیار کرو اور اس پر عمل کرو۔ اگرچہ اس پر عمل کرنے والے کم ہوں اور مخالف زیادہ ہوں اس لیے کہ وہ حق ہے جس پر پہلی جماعت یعنی صحابہ کرامؓ ہوں اور بعد صحابہؓ کے انبوہ باطل (بدعتیوں کی بھیڑ) کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا ہے ہدایت کی راہ مضبوطی سے اختیار کرو اس پر چلنے والوں کی کمی کا کچھ ضرر نہیں اور گمراہی کے رستے سے بچتے رہو اور اس میں مبتلا ہونے والوں کی کثرت سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ جب تم شریعت کے مطابق ہو جاؤ اور حقیقت کو سمجھ لو تو کچھ پرواہ نہ کرو اگرچہ ساری خلقت تمہاری رائے کے خلاف ہو جائے۔[۱]

علم کی دنیا میں بندے تولے جاتے ہیں گنے نہیں جاتے اور بدعات کے اندھیروں میں گنے جاتے ہیں تولے نہیں جاتے یہ وہ انداز فکر ہے جس کے سہارے بریلوی اپنے آپ کو اکثریت سمجھتے ہیں ــــ مگر اس جہت سے بھی وہ اکثریت میں نہیں ہیں۔ اندھیرے میں جگنو بھی چمکے تو وہ نظر آتا ہے اور وہ اندھیرے پر غالب ہوتا ہے۔

احمد رضا خاں کے گرد ایک مختصر سی جماعت

مولانا معین الدین اجمیری خیر آبادی سلسلہ کے مشہور عالم گزرے ہیں۔ آپ دیوبندی نہیں

---

[۱] مجالس الابرار مجلس ۱۸ صفحہ ۱۲۹ طبع ۱۹۷۰ء کراچی

بریلوی انہیں اپنے مستند علماء میں شمار کرتے ہیں۔ خواجہ قمرالدین سیالوی ان کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ مولانا احمد رضا خاں کے ہمعصر تھے آپ ان کی جماعت کا آنکھوں دیکھا حال لکھتے ہیں۔

> کچھ مختصر سی بے ہنگام جماعت، ہاں میں ہاں ملانے والی اور ہم کو مولانا احمد رضا خاں کو مجدد ماننے والی ضرور موجود ہے۔ اہل علم کے تسلیم نہ کرنے سے قادیانی کا کیا بگڑا جو اس کا خوب اثر ہم پر پڑے گا۔[1]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اپنے وقت میں کسی بڑی جماعت کے مذہبی مقتدا نہ تھے مختصر سے لوگ تھے جو انہیں ہر جگہ مجدد مشہور کر رہے تھے۔ اہل علم کے ہاں بریلویت اسی طرح کی ایک نئی تحریک تھی جس طرح قادیانیت اسلاف کے خلاف ایک نئی تحریک تھی قادیانیوں نے ایک نبی بنا رکھا تھا اور بریلویوں نے مجدد ـــ تاہم یہ صحیح ہے کہ بریلوی ان دنوں ایک بے ہنگم قسم کا ایک ٹولہ تھا اسے جماعت ہونے کی عزت کسی صورت میں حاصل نہ تھی۔

یاد رکھیے: مولانا معین الدین اجمیری کی شہادت کہ مولانا احمد رضا خاں کے پیرو ایسے ہوتے ہیں۔ کسی دیوبندی کی شہادت نہیں۔ یہ بریلویوں کے ایک گھر کی آواز ہے۔ بریلوی ان دنوں کسی علمی حلقے کے آدمی نہ سمجھے جاتے تھے۔

؎ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

---

[1] تجلیات انوار المعین ص

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں۔

فی القاموس السواد الشخص ومن البلدة قراها والعدد الکثیر ومن الناس عامتهم ومن القلب حبه والمراد الحث علی اتباع ما علیه الاکثر من علماء المسلمین فانوا فی هذا الحث عقائد[1]

ترجمہ: سواد شخص کو کہتے ہیں اور شہر میں اس کی آبادیوں کو اور عدد کثیر کو — اور لوگوں میں عامۃ الناس کو (ان کے جمہور کو) — اور سواد قلب اس کے دانہ کو اس حدیث سے مراد لوگوں کو ان امور کی پیروی پر ابھارنا ہے (ترغیب دینا ہے) جس پر علماء کی اکثریت ہو — اور سواد اعظم کی یہ پیروی کہ جدھر زیادہ علماء ہوں ادھر ہو عقائد کے باب میں ہے۔

سو یہ بات صحیح نہیں کہ جو زیادہ عوام ہوں ادھر ہو بلکہ جدھر زیادہ علماء ہوں اس راستے کو اختیار کرو سواد اعظم یہی علماء حضرات ہیں جدھر ان کی اکثریت ہوگی وہی راہ حق ہوگی۔

ہاں فروعات میں مقلدین اپنے امام مجتہد کی پیروی کریں گو اس کے پیرو گنتی میں کم ہوں۔ ائمہ اربعہ میں حضرت امام احمدؒ کے پیرو کم ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے زیادہ — تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ حنبلی لوگ امام احمدؒ کی تقلید چھوڑ کر سب حنفی ہو جائیں — جدھر زیادہ علماء ہوں صرف ادھر ہو زیادہ اہل حق تابع ہے۔ یہ صرف عقائد کے باب میں ہے یہ ہدایت تابع فی الفروع کے باب میں نہیں ہے۔ سواد اعظم اہل علم کا وہ عظیم طبقہ ہے جو افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کی راہ چلے۔ یہی لوگ امۃ وسطاً ہیں جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ وہ لوگوں کے لیے حق کا نشان رہیں۔ حضرت علیؓ بھی سواد اعظم انہی لوگوں کو کہتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:

وسیهلک فی صنفان محب مفرط یذهب به الحب الی غیر الحق ومبغض مفرط وخیر الناس فی حالا النمط الاوسط فالزموه والزموا السواد الاعظم فان ید الله علی الجماعة[2]

---

[1] لمعات التنقیح جلد ۱ ص ۲۴۸ [2] نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۱

عوام کی رائے اور علماء کی رائے اگر ایک ہی ہوتی تو حضرت عمرؓ بھی یہ نہ کہتے:-

تفقهوا قبل ان تسودوا[1]

ترجمہ: قیادت و سیادت پر آنے سے پہلے اپنے میں سمجھ پیدا کرو۔

یہ سمجھ والے لوگ فقہاء کہلاتے ہیں صحابہ مسجد میں جمع ہو کر نئے نئے پیش آنے والے مسائل میں مذاکرہ کرتے اور دلیل و برہان پر بات طے کی جاتی۔ عددی اکثریت کا وہاں کوئی تصور نہ تھا علمی قوت پر فیصلے ہوتے تھے۔ تابعین اور تبع تابعین میں بھی یہی منہاج تھا۔ چند جاہلوں (اس [illegible]) کے سوا کوئی اس طریق کار کا منکر نہ تھا۔

حافظ ابوبکر جصاص رازی (۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:-

وكان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يجتمعون في المسجد يتذاكرون حوادث المسائل في الاحكام وعلى هذا المنهاج جرى امر التابعين ومن بعدهم من الفقهاء الى يومنا هذا وانما انكر هذا قوم حشو جهال قد حملوا الشيء من الاخبار لا علم لهم بمعانيها واحكامها فعجزوا عن الكلام فيها واستنباط فقهها وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم رب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه الى من هو افقه منه وهذه الطائفة المنكرة لذلك كمن قال الله تعالى مثل الذين حملوا التوراة ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل اسفارا[2]

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مسجد میں جمع ہو کر حوادث مسائل کے احکام میں مذاکرہ کرتے اور اسی طریق پر تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء اس چوتھی صدی تک کام کرتے آرہے ہیں۔ اس عمل کا انکار ان جاہل حشویہ کے سوا کسی نے نہیں کیا انہوں نے چند روایات جمع کر رکھی ہیں جن کے معانی

---

[1] احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۴۲/۳۴۳ [2] ایضاً ۳۴۳

اور احکام کو وہ خود نہیں سمجھتے۔ ان میں بات تک کرنے کی انہیں ہمت نہیں۔ نہ وہ اس سے کوئی بات اخذ کر سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

بہت سے روایات اٹھانے والے خود فقیہ نہیں ہوتے اور کئی روایات اٹھانے والے حامل فقہ ایسے ہیں جو اپنے سے زیادہ جاننے والوں کو وہ بات پہنچا دیتے ہیں۔

علم کے ساتھ فیصلہ کرنے کے اس طریق کا منکر فرقہ حشویہ کا ایک گروہ ہے جو قرآن پاک کی اس آیت کا مصداق ہے۔

مثال ان لوگوں کی جو دیئے گئے تورات پھر وہ اسے عملاً نہ اٹھا سکے ان کی مثال گدھے کی سی ہے جو اٹھائے پھرے کتابیں۔[1]

فرقہ حشویہ کی ان دنوں پہچان

① یہ مسائل کو حل کرنے کے لیے علمی قوت کی بجائے عددی اکثریت کا سہارا لیں گے
② پبلک میں علماء اور عوام کے اختلاف میں یہ عوام کا ساتھ دیں گے علماء کا نہیں۔
③ ان کے علماء بس اسی درجے کے ہوں گے فقہ سے وہ اپنے عقائد کہیں تائید نہ کر سکیں گے
④ آنحضرت اور صحابہؓ کے طریقوں پر ان کا عمل بہت کم ہو گا ذکر آنحضرتؐ کو وہ بے پرواہ ہوں گے۔
⑤ وہ یہ سوال اٹھائے پھریں گے کہ جن امور سے شریعت نے روکا نہیں وہ سب جائز ہیں۔ صحابہ و تابعین یونہی عملی ہدا کرتے رہے جن امور پہ منع کی نص نہ ملتی وہ سب کام کھلے بندوں کرتے۔ یونہی وہ علمی بحثوں میں پڑے رہے۔ اصل چیز تو حلت ہے۔ تم رد کرنے والوں کو کہو منع کی دلیل لاؤ۔ اور ظاہر ہے کہ امر منفی کی دلیل کوئی کہاں سے لاسکے گا۔

---

[1] پ ۲۸۔ الجمعہ آیت ۵

سلف کی پیروی کی بجائے نفس کی پیروی

اہل سنت وہی لوگ ہیں جو اپنے دینی اعمال میں پہلوں کے پیچھے چلیں۔ اپنے مسائل خود ترتیب نہ دیں۔ اور ہر نئی چیز (بدعت) کو (اس میں حرج کیا ہے)، کے بہانے داخل دین نہ کریں ـــ دین کے نام پر کھانے پینے کی محفلیں ترتیب دینا اور مختلف بزرگوں کے نام سے مختلف ذائقوں کا حصول یہ اپنے نفس کی پیروی ہے سلف کی پیروی نہیں۔ اب جس کا دل چاہے سلف کی پیروی کرے اور جو چاہے نفس کی پیروی میں اپنی عاقبت برباد کرے۔

امتِ مسلمہ کسی ایک ملک میں منحصر اور محدود نہیں

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کسی ایک ملک میں منحصر اور محدود نہیں۔ آپ کی امت کا دائرہ پورے جہان میں پھیلا ہوا ہے۔ بریلوی لوگ آپ کو ہند و پاکستان کے باہر کہیں نہیں ملیں گے۔ مصر، شام، عراق، امارات، سعودی عرب، ترکی، ایران، ملیشیا، انڈونیشیا میں آپ کو ایک مسلمان بھی مولانا احمد رضا خاں کو امام ماننے والا نہ ملے گا۔ ان ممالک میں بریلویت کو کوئی جانتا بھی نہیں۔ اب صرف پاکستان یا ہندوستان میں چند مزارات کے گرد جمع ہونے والوں کو حضرت خاتم النبیینؐ کی امت کا سوادِ اعظم سمجھ لینا اس سے بڑی عالمی دینی جہالت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور ممالک تو ایک طرف رہے خود ہندوستان میں بھی بریلویوں کی کیا حیثیت ہے۔ اسے جناب محمد جیلانی ایڈیٹر ماہنامہ المیزان کی زبانی سنیے۔

> یہ تلخ حقیقت تسلیم کیجئے کہ امام احمد رضا کا علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف نہ کرایا جا سکا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو امام احمد رضا کو جانتا بھی نہیں۔[1]

بریلوی اس تلخ حقیقت پر کتنی سیخ پا ہو رہے ہیں۔ علمی حلقوں میں ان کا تعارف کیسے

---

[1] ماہنامہ المیزان امام احمد رضا نمبر ص۲۰

ہوتا جب کہ ان کی کوئی ممتاز علمی حیثیت نہ تھی اور نہ ان کی زندگی میں وقت کے بڑے علماء میں کہیں ان کا شمار ہوتا تھا۔ آج کوئی انہیں اعلیٰ حضرت کہے یا ادنیٰ حضرت لیکن یہ تو بریلویوں کو آخر ماننا ہی پڑا کہ:۔

> طلباء اور ریسرچ اسکالرز کی سیریل تک اگر نظر آئیں گی تو بیگانوں کی کتب ہی نظر آئیں گی۔ نصف صدی کے طویل ترین عرصے میں احمد رضا کی یہی تصویر پیش کی جاتی رہی کہ تکفیر کی تلوار لے کر ہر کسی کو قابل گردن زدنی قرار دینے والے تیر کا نام ہے۔ احمد رضا گویا احمد رضا اور سارے مسلمانوں کی تکفیر ایک ہی عنصر کے دو نام ہیں۔ حرکت و عمل کی اسی توانائی کے ساتھ امام احمد رضا کو علمی حلقوں سے بے دخل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا جو اپنے نقطۂ عروج کو پہنچا چاہتا ہے۔[۱]

یہ سب صورت حال پاک و ہند کی ہے۔ یہاں مولانا احمد رضا خاں کا یہ حال ہے تو بیرونی دنیا میں انہیں کون جانتا ہوگا؟ راقم الحروف جب پاکستان میں تھا تو ایک دفعہ ان کے چند علماء سے ایک مجلس میں اس پہ گفتگو ہوئی۔ میں نے کہا کہ دنیوی تعلیم میں جو لوگ یہاں تعلیم یافتہ سمجھے جاتے ہیں وہ کون کون ہیں؟ ہم سب کا اس پہ اتفاق تھا کہ ان میں ڈاکٹر، انجینئر، اکاؤنٹنٹ، پروفیسر، وکلاء، سفراء، طلبہ اور بیوروکریٹ سبھی آتے ہیں۔

میں نے کہا کہ ان میں سے کسی ایک طبقے کے افراد کو کسی شہر میں اکٹھا کر لیجئے اور ان سے ذرا اپنے عقائد کے بارے میں استفسار کیجئے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ان پڑھے لکھے لوگوں میں آپ کے ساتھ کوئی نہیں۔ وہ کہنے لگے آپ ہمارے کون سے عقائد کو ان کے سامنے رکھیں گے؟ میں نے کہا بس صرف یہ تین باتیں ان سے پوچھیں گے

① انبیاء حقیقت میں انسان نہ تھے، صرف ظاہر صورت بشری میں دوسروں جیسے تھے جس طرح جبریل صورت بشری میں حضورؐ کے پاس آتے۔ مگر اندر سے وہ بشر نہ تھے۔ اسی

---

[۱] ماہنامہ المیزان، احمد رضا نمبر

طرح حضورؐ بھی حقیقت اور ذات میں بشر نہ تھے۔

(۳) اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں کی دنیوی حاجات پوری کرتے ہیں۔ اپنی مشکلات میں ان کے پاس آنا اور ان سے مدد مانگنا اور اُن کے حضور فریاد کرنا اور انہیں حاجات میں پکارنا بالکل جائز ہے۔

(۴) مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر وہابی کافروں کا قبضہ ہے۔ وہاں جا کر مسجد حرام اور مسجد نبوی کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ حج پر وہاں جاؤ تو بھی ان کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

وہ کہنے لگے کہ ہماری یہ تین باتیں تو واقعی پڑھے لکھے لوگ نہ مانیں گے اور ان میں اکثریت یقیناً تم لوگوں کی ہی ہو گی۔ لیکن دیہات اور جنگلات کے جہلا کو ساتھ لیں اور وہ بھی تو آخر حضورؐ کی ہی امت میں، تو پھر کیا اکثریت ہماری نہ ہو جائے گی؟ پڑھے لکھے لوگوں میں آپ کی اکثریت ہے تو اَن پڑھ لوگوں میں ہم اکثریت میں ہیں، بات برابر کی رہی۔

ان کا یہ جواب اتنا کمزور اور مضحکہ خیز تھا کہ پھر ہم نے اس کا جواب الجواب دینا مناسب نہ جانا۔

ان شواہد کی روشنی میں بریلوی حضرات سمجھتے ہیں کہ جاہلوں اور ان پڑھوں میں ان کی اکثریت ہے۔ ہم اس میں بریلویوں کی تردید نہیں کرتے۔

اکثریت معلوم کرنے کی ایک اور راہ

یہاں انگلستان کے کسی شہر میں بلا اطلاع دیئے وہاں کی تمام مسجدوں میں چلے جائیں اور ہر مسجد کے عصر و مغرب کے نمازیوں کو شمار کریں۔ جہاں دیوبندی اور اہلحدیث امام ہیں ان مسجدوں کے نمازی علیحدہ شمار کریں۔ آپ کو پتہ چلے گا کہ بریلویوں کے ہاں نمازی، دیوبندی نمازیوں کی نسبت دسواں حصہ بھی نہیں ہیں۔ ممکن ہے بریلوی علماء اس کے جواب میں کہیں کہ بیشک نمازیوں میں اکثریت تمہاری ہے لیکن بے نمازوں میں اکثریت ہماری ہے۔

ہم ان کے اس دعوے میں ان کی تردید نہیں کرتے۔ لیکن اس حقیقت سے تو وہ بھی بے خبر نہ ہوں گے کہ بے نمازوں میں بھی اکثریت ان کی ہے کیونکہ یہ بے نمازی نماز عید، رمضان یا نماز جمعہ میں جب کبھی آجاتے ہیں تو وہ تو ہر امام کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ سو یہ بریلوی کیسے ہوئے؟ بریلوی تو وہ ہیں جو مولانا احمد رضا خان کے مذہب پر ہوں دیوبندیوں اور وہابیوں کے کفر میں شک کرنے والے کو بھی کافر سمجھیں۔ تو ظاہر ہے کہ یہ ایک فیصدی سے زیادہ کہیں نہ ہوں گے۔

افسوس! کہ اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی انہیں سواد اعظم کا دعوےٰ کرتے ہوئے کوئی حیا محسوس نہیں ہوتی۔

اکثریت معلوم کرنے کا ایک اور راستہ

ہندو پاک۔ بنگلہ دیش۔ برطانیہ۔ امریکہ تقریباً ہر جگہ تبلیغی کام اور دعوت کے سالانہ اجتماع ہوتے ہیں آپ کسی اجتماع میں تشریف لے جائیے بریلویوں کے سوا یہاں آپ کو ہر مکتب فکر کے مسلمان ملیں گے۔ اس تبلیغی محنت سے بریلویوں کے سوا دوسرے کسی مکتب فکر کو اختلاف نہیں ہوتا۔ تبلیغ کے ان اجتماعات میں آپ مسلمانوں کی تعداد دیکھیں اور پھر کسی شہر میں بریلویوں کے سالانہ جلسے میں چلے جائیں آپ خود جان لیں گے کہ اکثریت کن کی ہے۔

یہ بات حق اور بالکل صحیح ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت ہرگز بریلوی عقائد کی نہیں ہے۔ انگلستان میں خود ہم نے ۱۹۸۵ء میں لاکھوں لوگوں کے ڈیوزبری کا تبلیغی اجتماع بھی دیکھا اور ۱۹۸۵ء ہی میں بریلویوں کی برمنگھم میں بین الاقوامی کانفرنس بھی دیکھی جس میں بھیرہ ضلع سرگودھا پاکستان کے پیر کرم شاہ صاحب نے بڑے شد و مد سے یہ قرارداد پیش کی کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے سعودی کنٹرول کو ختم کیا جائے۔ دیکھئے روزنامہ جنگ ۸۵-۷-۶

بریلوی سعودی عرب کے کیوں خلاف ہیں؟ صرف اس لئے کہ وہ شرک سے کیوں روکتے ہیں جن حضرات کو یہ دونوں اجتماع ڈیوزبری کا تبلیغی اجتماع اور برمنگھم کی بین الاقوامی

بریلوی کانفرنس دیکھنے کا موقع ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ دینی حلقوں میں بریلویوں کی تعداد عام
مسلمانوں کا بیسواں حصہ بھی نہیں ہے تبلیغی جماعات میں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر
کیا بریلویوں کے نشہ اکثریت کو اتارنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ انہیں تو ڈیوز بری جا کر دیکھ لیں۔

اگر آپ کو کبھی پاکستان جانے کا موقع ملے اور انہی دنوں وہاں رائے ونڈ کا سالانہ اجتماع
آ جائے تو خدارا اس تبلیغی اجتماع کا بھی نظارہ کریں۔ آپ دل و دماغ کی ہر دھڑکن میں محسوس
کریں گے کہ بریلویوں کے دعوے اکثریت میں کوئی علمی اور تحقیقی شان نہیں ہے مولانا شاہ احمد
نورانی تو رائے ونڈ کے اس ایمان افروز اور روح پرور اجتماع کا سامنا کرتے کرتے تھک گئے
مگر افسوس کہ عام بریلویوں کو ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا کہ مسلمانوں کی اکثریت ہرگز ان کے
ساتھ نہیں ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت قرآن و حدیث اور ان کے ماننے والوں کے ساتھ ہے۔

اکثریت معلوم کرنے کا ایک اور طریقہ

آپ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش اور انگلستان کے دینی مدارس کا رخ کریں۔ کسی ضلع کے
دیوبندی دینی مدارس اور بریلوی مدارس کے طلبہ کی مجموعی تعداد ملاحظہ فرمائیں آپ کو خود پتہ چل جائے
دینی تعلیم رکھنے والوں کی اکثریت کہاں ہے۔ ہم نے اس طریق سے ملتان اور راولپنڈی (پاکستان)
کے دینی مدارس کا جائزہ لیا تو وہاں بریلویوں کی تعداد اہل حق کے مقابلہ میں پلے سے بھی کم نظر آئی
اگر آپ پاکستان نہیں جا سکتے تو انگلستان میں ہی کبھی جمعہ اوقات سکول، بلیک برن یا بولٹن
پریسٹن اور لیسٹر وغیرہ کی مساجد کے طلبہ کی گنتی کریں۔ آپ کو بریلوی اکثریت کا سراب صاف نظر
آ جائے گا کہ دور سے جو پانی نظر آ رہا تھا وہاں ریت کے سوا کچھ بھی نہیں اور آگے یہ لوگ
خدائے رب العزت کو حساب دینے کے لیے موجود پائیں گے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

میدانِ عرفات میں کن کی اکثریت ہوتی ہے؟

فریقین کی اکثریت و اقلیت کا فیصلہ ہر سال مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں حج کے موقعہ پر ہو جاتا ہے۔ ان موقعوں پر عالمِ اسلام کی اکثریت وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز بھی پڑھتی ہے انہیں مسلمان بھی سمجھتی ہے اور انہیں کے فیصلے پر عرفات میں حاضری دیتی ہے۔ اگر پھر بھی آپ اپنے کو زیادہ سمجھتے ہیں تو رضاخانی ان لوگوں کی بھی گنتی کیجئے جو وہاں جماعت سے نماز نہیں پڑھتے اور مسلمانوں کے اس ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو بھی دیکھیں جو مکہ اور مدینہ دونوں جگہوں میں نماز با جماعت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

یقین کیجئے رضاخانی عقیدوں کی بنا پر یہ لوگ کہیں بھی اکثریت میں نہ ہوں گے اور دنیا کا کوئی شریف انسان کار تکفیر میں ان کے ساتھ کندھا ملانے کو تیار نہ ہو گا۔

جہالت کے سہارے اکثریت کا دعوٰے

ہاں جہالت کی بنا پر آپ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ اکثریت جاہلوں کی ہے اس لیے آپ اکثریت میں ہیں۔ اس طرح ہمیں بھی یہ تسلیم کرنے سے انکار نہ ہو گا کہ پڑھے لکھے لوگوں میں دیوبندی مسلک کے لوگ اکثریت میں ہیں اور ان پڑھوں میں بریلوی اکثریت میں ہوں گے۔ مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ ان پڑھ لوگ بھی رضاخانی نہیں ہیں۔ وہ مولانا احمد رضا خاں کے عقائد سے ہرگز متفق نہیں ہیں۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ وہ عام رسم و رواج اور توہمات و بدعات میں گھرے ہوئے ہوں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ عام مسلمانوں کی تکفیر میں کبھی نہیں اور نمازِ جمعہ و عیدین اور نمازِ جنازہ میں وہ عام مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں۔

اکثریت معلوم کرنے کی ایک اور راہ

پاکستان میں غیر مذہبی سیاسی جماعتوں میں (جیسے مسلم لیگ، پیپلز پارٹی، نیشنل عوامی پارٹی وغیرہ) ہر عقیدے اور مسلک کے لوگ شامل ہیں خواہ وہ اہل سنت ہوں یا اہل بدعت۔ ان جماعتوں کو کسی ایک مسلک کا ترجمان نہیں کہا جا سکتا لیکن ملک میں کچھ مذہبی سیاسی جماعتیں ایسی بھی ہیں جو مستقل مسالک کی نمائندگی کرتی ہیں جیسے جمعیت علمائے اسلام پاکستان اور جمعیت علمائے پاکستان۔ اول الذکر اہل سنت والجماعت دیوبند مسلک سے تعلق رکھتی ہے اور ثانی الذکر مولانا احمد رضا خان کے دین مذہب کی داعی ہے۔

پاکستان میں الیکشن باقاعدہ ہوتے ہیں اور یہ مذہبی جماعتیں بھی اپنے اپنے امیدوار کھڑے کرتی ہیں۔ ان کا آپس میں مقابلہ اپنی اپنی فرقہ بندی کے ساتھ ہوتا ہے۔ سو ان کے ووٹوں کا باہمی تناسب مسلک کا پتہ دیتا ہے۔ پاکستان میں ۱۹۸۸ء کے عام انتخابات میں جھنگ شہر کی سیٹ پر مولانا حق نواز جمعیت علمائے اسلام کے امیدوار تھے اور ریاض حشمت جنجوعہ جمعیت علمائے پاکستان کے نامزد امیدوار تھے۔ مولانا حق نواز نے چالیس ہزار کے قریب ووٹ لیے اور ریاض حشمت جنجوعہ نے تقریباً اٹھارہ ہزار ـــــ جھنگ شہر میں دیوبندی بریلوی حضرات کا تناسب یہی ہے۔

اسمبلیاں ٹوٹنے کے باعث پاکستان کے عام انتخابات پھر ۱۹۸۹ء میں ہوئے۔ اس دفعہ بریلویوں کے دو نمائندے کھڑے تھے۔ ایک جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے اور دوسرا مولانا ناصر القادری کی طرف سے ـــــ ان دونوں نے مل کر ۱۸،۷۷۹ ووٹ لیے اور یہ تقریباً وہی تعداد ہے جو پچھلے الیکشن میں سردار ریاض حشمت کے ووٹوں کی تھی۔ اس میں جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے مولانا ایثار القاسمی نے چونسٹھ ہزار ووٹ لیے۔

لاہور کی ایک پرانی یاد کو بھی ساتھ ملا لیجیے۔ ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں ایک حلقے سے

جمعیت علمائے اسلام کے امیدوار مولانا عبیداللہ انور اور جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے مولانا محمود احمد رضوی امیدوار تھے۔ کامیاب تو دونوں نہ ہو سکے لیکن دونوں حضرات کے ووٹوں کا تناسب دیکھنے سے صورت حال کا بھی کچھ پتہ دے گیا۔ اس حلقے میں دیوبندی حضرات کے ووٹ بریلویوں سے زیادہ تھے۔

یہ بات ہم نے صرف نمونہ کے طور پر کہی ہے ورنہ پنجاب میں جسے بریلوی حضرات اپنی اکثریت کا صوبہ کہتے ہیں۔ اس کی باہمی تقابل کی ایک ایک سیٹ کا نتیجہ سامنے لایا جا سکتا ہے۔

بریلوی حضرات اس کے جواب میں کہتے ہیں دیوبندیوں کی یہ کثرت پنجاب کے صرف شہروں میں ہے۔ دیہات میں چونکہ تعلیم کم ہے وہاں ہماری اکثریت ہے۔ ان آبادیوں کو ساتھ شامل کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اکثریت ہماری ہے۔ بریلویوں کے اس جواب سے ہمیں زیادہ اختلاف نہیں پڑھے لکھے حلقوں اور سنجیدہ آبادیوں میں بے شک بریلوی حضرات اقلیت میں ہیں۔ راقم الحروف پاکستان میں سنت نگر لاہور میں رہائش پذیر رہا ہے۔ اس جدید آبادی میں تعلیم یافتہ اور سنجیدہ لوگ نسبتاً زیادہ ہیں۔ اس میں دیوبندی مسلک کی بارہ مسجدیں ہیں اور بریلوی مسلک کی صرف دو۔

لاہور کی جدید آبادی زیادہ ماڈل ٹاؤن اور اس کے درمیان میں ہے۔ ماڈل ٹاؤن کی سب سے پہلی جامع مسجد کے خطیب مولانا بہاؤالحق قاسمی ہر تر مسلک دیوبند کے تھے اور اس وقت سے لے کر اب تک یہ مسجد دیوبندی حضرات کے پاس ہے۔

ہم بہرحال صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پنجاب کے تعلیم یافتہ حلقوں اور شہروں میں اور سنجیدہ آبادیوں میں آپ کو زیادہ اسی مسلک کے لوگ ملیں گے۔ اہلحدیث کے لوگ اور جماعت اسلامی کے ہم خیال بھی اگر ساتھ شامل کر لیے جائیں تو یہ بات تو بہت کھل کر سامنے آتی ہے کہ بریلوی

بریلویت اور مسلم لیگ

یہ دونوں نقشے پاکستان کے بنے نہیں ہندوستان سے پاکستان میں آئے ہیں۔ ہندوستان میں ان دونوں کا سکہ جس خطے میں تھا وہ سب درگرد کیا تھا۔ اس کے لیے آپ کو ایک صدی پیچھے جانا ہوگا اور دیکھیے اس ماحول کو جانا ہوگا جہاں سے یہ دونوں نقشے پاکستان میں امپورٹ ہوئے ہیں۔

دو سو سال پہلے کی بات ہے مٹھی بھر انگریزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعے پورا ہندوستان فتح کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس لیے کسی ویسٹ انڈیا کمپنی کی بھی ضرورت محسوس نہ کی۔ یہ سفید فام قوم کس طرح برصغیر پاک و ہند کے کروڑوں انسانوں پر غالب آگئی؟ اس کے لیے انگریزی حکومت کا فلسفہ عمل جاننے کی ضرورت ہے۔ ان کا فلسفہ عمل یہ تھا: تقسیم کرو اور حکومت کرو۔ ہندوستان کے عوام کو زبان، نسل، رنگ، برادری، صوبائیت، مذہب اور پیشے کے چند حصوں میں تقسیم کر کے اہل ہند کو آپس میں تقسیم کر دو اور چونکہ حکومت ہم نے مسلمانوں سے لی ہے نہیں بھولنا چاہیے۔ اور قدرتی طور پر انہیں دبا دو کہ یہ پھر کبھی ہمارے خلاف اٹھ نہ سکیں۔ انہیں اپنے ٹھکانے پر رکھنے کے لیے ہندو اکثریت کی مختلف پارٹیوں سے حوصلہ افزائی کرو اور انہیں مسلمانوں کے گلے ڈالو۔ اپنے استحکام کے لیے یہ طریق عمل اپنایا جائے جب تک یہ دو بڑی قومیں آپس میں لڑیں ہمارے پاؤں یہاں سے نہ اکھڑ سکیں گے۔

اس پس منظر میں یہ دونوں نقشے آپ کے سامنے آتے ہیں: ۱۔ بریلویت اور ۲۔ مسلم لیگ۔

اب ان دونوں کے سماجی اور سیاسی مزاج کو ان کے کردار اور سیاست کے آئینہ میں دیکھیے اور غور کیجیے کہ ان میں سے کون انگریزی حکومت کے اس فلسفہ عمل پر کہ لوگوں کو آپس میں تقسیم کرو اور حکومت چلاؤ، اس کا ساتھی اور مربی تھا اور کس نے آگے بڑھ کر انگریزوں کے اس منشا کو پورا کیا۔

مولانا احمد رضا خاں اگر کچھ بھی سیاسی فکر کے آدمی ہوتے تو کیا وہ مسلمانوں پر بات بات میں کفر کے فتوے لگاتے؟ سیاسی آدمی قوم کو ہمیشہ ایک رکھنے کے درپے ہوتا ہے کیوں کہ اس نے سب کو ساتھ لینا ہوتا ہے۔ ہندوستان میں بقول حضرت شیخ الہندؒ دو ہی قومیں آباد تھیں۔ ہندو اور مسلمان ـــــ اب دو قومی نظریے کے لیے ضروری تھا کہ مسلمانوں کو ہمیشہ ایک قوم بنا کر پیش کیا جاتا۔ ان کی آپس میں تقسیم در تقسیم کرتے چلے جانا اس سیاسی مقصد کے یکسر خلاف تھا جس کے لیے حضرت شیخ الہندؒ تمام مسلمانانِ ہند کو ایک قوم کہہ رہے تھے۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر کہا جا سکتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں انگریزوں کی اس کوشش کہ لوگوں کو آپس میں تقسیم کرو اور حکومت چلاؤ میں انگریزوں کے ساتھ نہ تھے وہ انگریزوں کی اس پالیسی کے ہرگز خلاف نہ تھے بلکہ ان کے ہمنوا تھے ہندوستان میں مسلمانوں میں اکثریت اہل السنۃ والجماعۃ کی تھی مولانا احمد رضا خاں نے تقریباً پچاس سال ان کی تقسیم پر محنت کی اور انہیں مستقل طور پر دو حصوں میں تقسیم کر دیا ـــ ان کا ایک معتقد سوانح نگار قاری احمد پیلی بھیتی لکھتا ہے:-

> مولانا احمد رضا خاں پچاس سال اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ دو مکتبِ فکر قائم ہو گئے۔ بریلوی اور دیوبندی۔[1]

پھر مولانا احمد رضا خاں کے اپنے قلم سے بھی دیکھئے کس طرح وہ ایک امت کو تار تار کرتے ہیں۔ اب جو لوگ مولانا احمد رضا خاں کو ہندوستان میں دو قومی نظریے کا بانی قرار دیتے ہیں ان کے اس صریح مکروہ سیاہ جھوٹ پر کیا موقوف بھی کب افسوس نہ ملتا ہو گا کہ دھوکے میں پیچھے رہ گیا۔ چودھویں صدی کا اس سے بڑا جھوٹ کیا ہو گا کہ جو شخص اپنے کردار میں مسلمانوں کو کتنے حصوں میں تقسیم کرنے کا مجرم ہو اور اس کی ہر کوشش تاجِ برطانیہ کو اس ملک میں استحکام دینا ہو اسے تمام مسلمانوں کے ایک قوم ہونے کا منادی بنا کر کھڑا کیا جائے دو قومی نظریہ کی بجائے مولانا احمد رضا

---

[1] سوانح اعلیٰحضرت از قاری احمد پیلی بھیتی ص

نکالا کر چودہ قومی نظریئے کا بانی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا

مولانا احمد رضا خاں کا چودہ قومی نظریہ

مولانا احمد رضا خاں نے ہندوستان میں مسلمانوں کو کس طرح ایک قوم ہونے سے نکالا، اس کے لیے مولانا احمد رضا خاں کے یہ فقرے دیکھئے:۔

> وہابی قادیانی دیوبندی نیچری چکڑالوی جملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زنا خالص ہوگا اور اولاد ولد الزنا۔[1]

جو شخص وہابیوں اور دیوبندیوں کے کفر کا قائل نہ (جیسے مولانا محمد علی جوہر قائد اعظم علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی خاں وغیرہ) اس کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:۔

> بلاشبہ اس سے بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا اس سے بغض، اس کی اہانت اس کا رد فرض ہے اور توقیر حرام و ہدم اسلام — اسے سلام کرنا حرام — اس کے پاس بیٹھنا حرام — اس کے ساتھ کھانا پینا حرام — اس کے ساتھ شادی بیاہت حرام اور قربت زنا خالص — اور بیمار پڑ جائے تو اسے پوچھنے جانا حرام — مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام — اسے مسلمانوں کا سا غسل و کفن دینا حرام — اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر ہے — اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا اور اس کے جنازے کی مشایعت — اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام — اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام — اس کے لئے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر ہے۔[2]

آپ کے پیرو جب آپ کے نقش قدم پہ چلے تو انہوں نے مولانا حالی کو صف اسلام میں

---

[1] ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ۱ [2] عرفان شریعت صفحہ ۲۹

رہنے دیا نہ ڈاکٹر اقبال کو۔ بریلوی مکتب فکر کا پنجاب میں سب سے پہلا ادارہ حزب الاحناف ہند لاہور تھا جس کے بانی مولانا دیدار علی شاہ خطیب جامع مسجد وزیر خاں تھے۔ انہیں جاننے کے لیے اتنا جاننا کافی ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے احناف کو جو یقیناً یہاں کے مسلمانوں کا سوادِ اعظم تھے یک لخت حزب بنا دیا اور لاہور میں حزب الاحناف ہند کا ایک بورڈ لگا دیا۔ میاں شجاع الرحمٰن صاحب حال میئر لاہور کارپوریشن کے والد میاں غلام قادر صاحب نے بہت اصرار کیا کہ حضرت اس کا نام سوادِ اعظم احناف رکھیں مگر وہ مولانا کا دیدار قبولیت نہ پا سکے۔ اس دارالعلوم حزب الاحناف ہند کے مولانا ابو الطاہر محمد حبیب دانا پوری کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

> دین فروش دنیا خر مولویوں میں۔ اشرف علی تھانوی، حسین احمد اجودھیا باشی، عطاء اللہ شاہ بخاری، ابو الکلام آزاد، محمد علی جناح، عنایت اللہ مشرقی، عبدالشکور کاکوری وغیرہم مشہور و معروف ہیں۔[1]

یہی صاحب ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

> بحکم شریعت مشرکین اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنیاد پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔[2]

جن لوگوں کے یہ نظریات ہوں ان کے بارے میں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ مسلمانوں کو ایک قوم بنانے کے داعی ہوں گے خود سوچیں اور انصاف کریں۔ سیاسی فکر رکھنے والوں کے کیا ہی عجیب ہوتے ہیں۔ چودہویں صدی تک تو بریلویوں کا یہی کردار رہا ہے کہ یہاں تک ہر ایک کے مسلمان کہلانے والوں کو آپس میں ایک قوم بننے دو۔ لیکن جونہی پندرہویں صدی ہجری کا چاند ترتیب طلوع ہوا بریلویوں نے ۱۵ صفر ۱۴۰۰ھ کو آرام باغ کراچی میں یوم رضا منانے کا اعلان کیا اور آپس میں طے کیا کہ پاکستان میں دو قومی نظریے کا بانی ڈاکٹر اقبال کی بجائے مولانا احمد رضا خاں کو بنایا جائے۔ روزنامہ نوائے وقت نے اپنی ۲۸ جنوری ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں بریلوی جماعت کے سیاسی

---

[1] قہر القادر مصنفہ ابو الطاہر دانا پوری۔ [2] تجانب اہل السنۃ ص ۱۲

تھا کہ مولانا نورانی کا یہ بیان بڑی آب و تاب سے شائع کیا۔

پاکستان کا قیام حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی کے عملی جہاد کے نتیجے میں عمل میں آیا جنہوں نے آج سے ۵۸ برس قبل مسلمانوں کے ایک قوم ہونے کا اعلان کیا۔

مولانا نورانی کا یہ بیان ۱۹۷۹ء کا ہے مولانا احمد رضا خاں کا مسلمانوں کے ایک قوم ہونے کا اعلان اس سے ۵۸ برس پہلے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کا ہے۔ گویا مولانا احمد رضا نے ۲۵ صفر ۱۹۲۱ء کو ہندوستان میں دو قومی نظریے کی بنا رکھی تھی — یہی دن مولانا احمد رضا خاں کا یوم وفات ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی زندگی کے آخری دن ہندوستان کے سب مسلمانوں کو ایک قوم کہا اور اس سے پہلے آپ ساری زندگی مسلمانوں کی باہمی تقسیم میں لگے رہے اور ہمیشہ چودہ قومی نظریے کی تلقین کرتے رہے۔

اگر مولانا نورانی نے اپنے مندرجہ بالا بیان میں جھوٹ نہیں بولا تو مولانا احمد رضا خاں کا اپنے یوم وفات کا یہ بیان غالباً اس وقت کا ہوگا جب آخرت کا نقشہ کھل چکا ہوگا اور نبضیں ابھی چل رہی ہوں گی —— اور خان صاحب کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ عمر بھر میں جو مشق تکفیر ہوتا رہا وہ بات غلط تھی، ہندوستان کے سب مسلمان ایک قوم ہیں اور ان میں جو باہمی تفریق قائم کرتا رہا میری یہ کاوش غلط تھی۔

قرآن کریم نے سچا کہا ہے۔ (پ ق ۲۲)

فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید۔

روح پرواز کرنے سے پہلے سب پردے اٹھ جاتے ہیں اور نظر تیز ہو جاتی ہے۔ اس وقت انگریز کی دی ہوئی عینک اتر گئی ہوگی اور مولانا نے مسلمانان ہند کو ان کی اصل صورت میں دیکھ لیا ہوگا۔

مولانا نورانی نے مولانا احمد رضا خاں کی اس ایک دن کی حق گوئی کو جو عملی جہاد کہا ہے یہ بات ہمیں سمجھ میں نہیں آئی بستر مرگ پر کون سا جہاد ہوتا ہے۔ رضا کاروں نے درست کہا ہے

کیسا ہوتے تھے، ہمیں اس وقت یہاں یہ کہنا ہے کہ:

مولانا احمد رضا خاں اپنے عمل و کردار میں ہرگز اس پوزیشن میں نہ تھے کہ تمام مسلمانوں کو ایک قوم کہیں۔ وہ اپنے مقلد کے سوا کسی اور مسلک اسلام کو مسلمان سمجھنے کے لیے تیار نہ تھے۔ یہ تاریخ بنانا نہیں تاریخ بگاڑنا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کی بھی تحقیقی نظر ہوگی وہ ایک لمحہ کے لیے بھی یہ باور نہیں کر سکتا کہ مولانا احمد رضا خاں نے کبھی مسلمانوں کو متحد کرنے یا انہیں ایک قوم کے طور پر کھڑا کرنے کی کوئی سعی کی ہو — دو قومی نظریے کا اعلان تو بڑی اونچی بات ہے۔

مسلم لیگ کا قومی کردار

مسلم لیگ آل انڈیا نیشنل کانگریس کے مقابل میں آئی تھی اسے ہر قدم پہ مسلمانوں کی عددی کثرت درکار تھی۔ ان کے ہاں مسلمان کہلانے والے کسی طبقے کو دائرے سے باہر کرنے کا تصور نہ تھا۔ یہ لوگ تحقیقی درجے میں مسلمانوں کی ایک تنظیم نہ تھے قومی سطح پہ مسلمانوں کا ایک سنگم تھے۔ یہ لوگ انگریزوں کے سامنے یہ بات رکھے ہوئے تھے کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی کثرت یہاں کی اکثریت کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑی جا سکتی۔ ظاہر ہے کہ اس نصب العین میں مسلم لیگ کو ایک ایک فرد اور ہر ایک جماعت کی ضرورت تھی۔ گروہ تحقیقی طور پہ مسلمان نہ ہو محض قومی سطح پہ اسے مسلمان کہا جاتا ہو۔

مسلم لیگ کی یہ ایک سیاسی چال تھی کہ جس طرح بھی ہو سکے مسلمانوں کو اس ملک میں ایک بڑی قوت کیا جا سکے اور یہ موقف اپنی ذات میں کوئی غیر اسلامی موقف نہ تھا۔ لڑائی ایک چال ہے جس طرح بھی لڑی جا سکے۔ آل انڈیا مسلم لیگ میں مرزائیوں، ملحدوں، اسماعیلیوں، اثنا عشریوں اور سرسید کے ہم خیال معتزلہ اور منکرین شریعت حلقوں کو جذب کرنے میں ایک ہی مصلحت کارفرما تھی۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان بنتے ہی مسلمانوں نے قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کا اعلان کیا اور وہ بالآخر ایک غیر مسلم اقلیت تسلیم کر لیے گئے۔

بریلویت اور مسلم لیگ میں نسبتِ تضاد

① بریلوی حضرات دوسرے مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ رکھنے کو تیار نہ تھے — مسلم لیگ والے غیر مسلموں (جیسے قادیانی) کو بھی مردم شماری میں ساتھ رکھے ہوئے تھے۔

② بریلویوں کے ہاں دیوبندی، اہلحدیث، وہابی اور جماعت اسلامی اور کئی دوسرے اور گروپ صفِ اسلام میں شامل نہیں اور مسلم لیگ میں یہ سب فرقے بلکہ کئی غیر مسلم فرقے بھی داخل تھے۔

③ بریلویت میں تنگی اور تعصب کارفرما ہے اور مسلم لیگ میں سیاست اور وسعت عمل کارفرما تھا۔

④ بریلویت صرف ایک تحریک تھی تنظیم نہیں — مسلم لیگ ایک تنظیم تھی اور اس کے سامنے ایک پروگرام تھا۔

⑤ بریلویوں میں جدید تعلیم یافتہ لوگ بہت کم تھے — مسلم لیگ میں جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی کثرت تھی۔

اس پس منظر میں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ بریلوی زعماء میں سے کوئی مسلم لیگ کے ساتھ ہو۔ بریلویوں نے مسلم لیگ کا نام ظلم لیگ (اندھیرے لانے والی لیگ) رکھا ہوا تھا۔ ان لوگوں کے ہاں پاکستان گویا ایک اندھیرا ہے جو مسلم لیگ نے پھیلایا ہوا ہے۔

بریلوی زعماء کے مسلم لیگ کے خلاف فتوے

بریلوی فرقے کے بانی مولانا احمد رضا خاں پاکستان بننے سے ربع صدی پہلے ۱۹۲۰ء میں فوت ہو چکے تھے۔ مگر تین مقامات پر ان کے اثرات کی خاصی چھاپ تھی۔ ۱۔ ان کا پیر خانہ مارہرہ شریف۔ ۲۔ آستانہ بریلی۔ ۳۔ حزب الاحناف ہند لاہور جس کے ناظم اعلیٰ مولانا ابوالبرکات تھے۔۔۔ تحریک پاکستان کے وقت مولانا احمد رضا خاں کے مسلکی جانشین مولانا حشمت علی لکھنوی تھے بریلوی

یں انہیں مظہر الٰہی حضرت کہا جاتا تھا۔

راندیر کے سید عبدالقادر قادری کا فتوے ملاحظہ ہو:

سچے ایمان والے مسلم کو تمام جمیع اہل اسلام کو مرتدین و بدمذہب و دیابنہ و وہابیہ نیاچرہ و گاندھویہ و لیگیہ وغیرہم کے ناپاک حملوں سے بچائیں۔[1]

اب مارہرہ شریف کے سجادہ نشین سے مسلم لیگ پر یہ الزام سنیے کہ یہ لوگ مسٹر جناح کو سیاسی پیغمبر مانتے ہیں۔

کون سے قرآن سے یہ ثابت ہے کہ حضور اقدس محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کا کوئی نیا سیاسی پیغمبر ہو وہ بھی ایک بدمذہب رافضی ہو سکتا ہے۔ نہیں آج کے لیگیوں نے کل کے خلافتیوں کی حیثیت لی ہے کل ایک مشرک گاندھی کو امام مہدی نبی بالقوہ حکومت بالفعل نبی کہہ دیا تھا تو آج لیگ کی آزادی کے زمانہ میں ان سے ایک رافضی کو مسلمانوں کا سیاسی پیغمبر کہہ دیا گیا ہے۔[2]

ذرا غور فرمائیں بریلویوں نے اس لیگ کانگریس کشمکش میں کس طرح ختم نبوت کی بحث یہاں شروع کر دی ہے۔ نہ کوئی مسلمان گاندھی کو نبی سمجھتا تھا نہ مسٹر جناح کو ——— مگر بریلوی مفتیوں کی چابکدستی ملاحظہ کریں کس پھرتی سے اس سیاسی بحث میں نبی کا لفظ لے آئے ہیں۔ غلام بھیک نیرنگ نے کہیں سیاسی پیغمبر کا لفظ کہا ہوگا، بریلوی مفتی یہاں نبی بالقوہ اور نبی بالفعل کے اسلامی فتوے لے آئے۔ قائداعظم کے بارے میں تحریر ادا رسول محمد میاں قادری کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

کسی بھی بددین بدمذہب کو قائداعظم رئیس وغیرہ وغیرہ القاب و مدح و تعظیم سے خطاب کرنا شرعی سخت شنیع و قبیح و شنیع شدید محظور و ممنوع و حرام ہے قرآن مجید و حدیث حمید کے مخالف ہے۔[3]

---

[1] مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص ۳۹ [2] ایضاً [illegible]

کیا کوئی سچا ایماندار مسلمان کسی کتے اور وہ بھی دوزخیوں کے کتے کو اپنا قائد اعظم بنائے

سے بڑا پیشوا اور سردار بنانا پسند کرے گا۔[1]

جو شخص مسلم لیگ کے اس اسلام کش اتحادی جھنڈے کے نیچے آجائے گا وہ جنتی نہیں

بلکہ دوزخ کے عذاب الیم کا مستحق ہو جائے گا۔[2]

بریلوی اعتقاد میں مسلم لیگ میں شامل ہونا بے شک جہنمی ہونا ہے مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ تحریک آزادی میں مسلمان آخر کدھر جائیں۔ اس کا جواب بھی مارہرہ شریف کے سجادہ نشین سے سنیں۔ یہ مارہرہ شریف کی ہے وہ مولانا احمد رضا خاں کا پیرخانہ۔ حضرت کا جواب یہ ہے۔

مسلمانوں کا راستہ صرف یہی ہے کہ وہ نہ کانگریس میں ملیں نہ لیگ میں شرکت

نہ احرار کی حمایت نہ جمعیت بلکہ تمام مشرکین و کفار و مرتدین و مبتدعین فجار سے

قطع علیحدہ ہو کر خالص حنفی سنی دین و مذہب اسلام و سنت کی ترجمانی کریں

اور اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم ہی کی محبت

و اطاعت شعار اختیار کریں۔[3]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں بریلویوں کی اپنی کوئی سیاسی جماعت نہ تھی۔ آج پاکستان میں جمعیت علمائے پاکستان صرف اس لیے بنی ہے کہ یہاں انگریز کا سایہ عاطفت نہیں۔ ہندوستان میں جب تک تاج برطانیہ رہا مولانا احمد رضا خاں کے پیرو کسی تحریک آزادی ہند میں شامل نہ ہوئے۔ ان کے نزدیک انگریزی حکومت ایک سایہ رحمت تھی جو انہیں دیوبندیوں سے بچائے ہوئے تھی۔

یہ تمام فقرے بریلویوں کی تاریخی دستاویز مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری شائع شدہ ۱۹۴۵ء سے لیے گئے ہیں۔ اسے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ نے شائع کیا ہے۔ تاریخ آزادی ہند پر یہ بریلویوں کی اپنی کتاب ہے۔

---

[1] مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص ۹۰ [2] ایضاً صفحہ ۔۔ [3] ایضاً ص ۔۔

آیئے اب آپ کو لاہور لے چلیں

مولانا احمد رضا خان کے مسلک کا مرکز لاہور میں انجمن حزب الاحناف تھی۔ انجمن نے اس وقت جو فتویٰ شائع کیا وہ بریلویوں میں "فتوے مبارکہ" کہلاتا ہے۔ انجمن حزب الاحناف لاہور سے سات سوال کئے گئے اس وقت انجمن کی روح رواں اور اس کے قیام پر بانی دو شخص حضرت مولانا ابوالبرکات اور ان کے شاگرد مفتی ابوالطاہر محمد طیب دانا پوری تھے مولانا ابوالبرکات نے ان سات سوالوں کا جواب لکھا اور ابوالطاہر محمد طیب دانا پوری نے اس پر دستخط کیے ———
ان دو حضرات کے دستخطوں اور انجمن کی دو مہروں سے یہ "فتوے مبارکہ" شائع کیا آج کل حزب الاحناف میں ان کے جانشین مولانا محمود احمد رضوی ہیں۔

وہ سات سوالات اور ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

استفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کا خیال ہے کہ ضرورت وقت کا تقاضا یہ ہے کہ تمام کلمہ گو ایک جگہ جمع ہو جائیں خواہ وہ کسی مذہب کا ہو۔

اور بکر یہ کہتا ہے کہ جب شریعت مطہرہ نے اہل بدعت اور علمائے سوء سے اتفاق و اتحاد کرنا ناجائز و ممنوع رکھا ہے تو وہ تمام وہ فرقے جن میں اہل ہوا اور اہل بدعت ہی نہیں بلکہ اکثر زندیق منافقین و مرتدین شامل ہیں ان سے اتحاد و اتفاق کیونکر درست ہو سکتا ہے اس زید کے خیال اور اقوال بھی اسی طریقے کے تھے کہ کسی کی تکفیر جائز نہیں تمام کلمہ گو خواہ جملہ مدعیان اسلام خواہ وہ کسی مذہب و مشرب کے ہوں سب متفق ہو جائیں مگر علمائے حرمین طیبین نے ان کو گمراہ خارج از اسلام بتایا۔ ان کے ساتھ مجالست و موافقت کو قطعاً حرام بیان کیا۔ ان پر کفر

کے فتوے دیئے۔ لہٰذا اہل سنت ان چند باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے غیر جانبدارانہ حکم شرع جواب عنایت فرمادیں۔

① یہ جماعت مسلم لیگ کیسی ہے کیا ان سے ہم اہلسنت کا اتفاق اتحاد شرعاً جائز ہے؟ اور کیا ان لیڈروں کا رہنما بنانا درست ہے اور ان پر اعتبار صحیح ہے؟

② مسلم لیگ کی حمایت کرنی اس میں چندہ دینا اس کا ممبر بننا اس کی اشاعت و تبلیغ کرنا کیسا ہے؟

③ ان کے اقوال و افعال سے گمراہی ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

④ جب کہ ہندو بد سرپیکار اور مسلمانوں کے دشمن ہیں تو موجودہ صورت میں شریعت مطہرہ یہ اجازت دیتی ہے کہ تمام کلمہ گو جن میں رافضی خارجی قادیانی وہابی نیچری چکڑالوی سبھی ہیں۔ اہلسنت کو ان سب سے متفق و متحد ہونا چاہیئے؟

⑤ کیا ایسی صورت میں مصلحت وقت اجازت دیتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان واجب الاذعان فلا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم کو پس پشت ڈال دیا جائے؟

⑥ جو شخص اپنے کو سنی کہتا ہو اور پھر مسٹر جناح کو رافضی بلکہ نیچری جانتے ہوئے اپنا پیشوا مانے اور قائد اعظم لکھے اور اس کی حمایت کرے مبلغ بن کر لوگوں کو اس کی طرف ترغیب دلائے وہ کیسا ہے اور اس کے لیے کیا حکم ہے؟

⑦ زید و بکر میں سے اپنے اپنے قول میں کون حق پر ہے۔ بینوا توجروا عند اللہ الجلیل

الجواب

ان سوالات کے مختصر جوابات عرض ہیں۔ و باللہ التوفیق

① لیگ میں مرتدین منکرین ضروریات دین شامل ہیں۔ اس لیے اہل سنت و جماعت کا ان سے اتفاق و اتحاد نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ توبہ کریں۔ لیگ کے لیڈروں کو رہنما سمجھنا یا ان پر اعتبار کرنا منافقین ... بنانا اور ان پر اعتبار کرنا ہے جو شرعاً ناجائز ہے کسی طرح بھی

جائز نہیں۔

(۲) لیگ کی حمایت کرنا — اور اس میں چندے دینا — اس کا ممبر بننا — اس کی اشاعت و تبلیغ کرنا — منافقین و مرتدین کی جماعت کو فروغ دینا اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔

(۳) لیگی لیڈروں کے افعال و اقوال سے ان کی گمراہی سورج سے زیادہ روشن ہے یہ مرتد عقائد کے لوگ لیگیوں کی تقریروں میں شیخ الاسلام اور حکیم الامت کہا جاتا ہے۔ اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ مسٹر محمد علی جناح کو قائد اعظم سیاسی پیغمبر ہندو مسلم اتحاد کا پیامبر بتایا جاتا ہے ۱۹۱۶ء و ۱۹۲۱ء کے خلافتی دور کا ذمہ صدرت و لیڈر اسلام کش اور ایمان سوز ہندو مسلم اتحاد کی یاد میں منانے کا ئے جاتے ہیں۔ مسٹر جناح کو حاذق رہبر اعظم رہنمائے محترم محمد رضا ذات گرامی تم سلامت رہو ہزار برس۔

مسلم ہے تیرا ہم نوا رجناح — رہبر ہے تیرا سردار جناح

وغیرہ کہا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ لوگ جو ساڑھے تیرہ سو برس والے اصلی سچے مذہب اہلسنت پر قائم ہیں وہ مسلم لیگ کی شرکت و ممبری کو کیوں کر روا رکھ سکتے ہیں۔

(۴) صورت مسئولہ میں مرتدین و منافقین سے اتحاد و اتفاق ہرگز جائز نہیں جب تک وہ بالاعلان اپنے عقائد باطلہ کفریہ شرکیہ سے توبہ نہ کریں۔

(۵) مصلحت وقت کوئی شے نہیں شریعت مطہرہ عین مصلحت ہے اس سے روگردانی کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ فرامین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنا ہر لحظہ و ہر آن فرض ہے خواہ دنیا بھر میں ایک ہی مسلمان رہے۔

(۶) اس شخص پر واجب و لازم ہے کہ فوراً توبہ کرکے سچا پکا مسلمان بن جائے۔ اگر رافضی کی تعریف ملال اور جناح کو اس کا اہل سمجھ کر کرتا ہے تو وہ مرتد ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے کلی مقاطعہ کریں یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔

(۷) زید سخت غلطی پر ہے۔ اس کو اپنے نفس کی اصلاح کرنا چاہئے جو سب فرمان خدا و رسول پر ایمان لانا چاہئے مصلحت وہی ہے جو اللہ اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

پر ہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے حق پر ثابت مستقیم رکھے۔

اگر آپ اس سے زیادہ مسلم لیگ کی خباثتیں دیکھنا چاہیں تو جماعت مبارکہ اہل سنت مارہرہ ضلع ایٹہ سے مسلم لیگ کی زرّیں بخیہ دری اور احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ منگوا کر ملاحظہ فرما دیں۔

حررہ فقیر درماندہ ابو الفضل محمد شریف ابو البرکات سید احمد غفر لہ

ناظم دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور

الجواب . ما حررہ استاذنا العلامہ فہو حق وصواب فقیر ابو الطاہر محمد طیب قادری

برکاتی دانا پوری غفر لہ ولوالدیہ المعنوی والصوری

مولانا ابو الطاہر محمد طیب قادری برکاتی دانا پوری نے مسلم لیگ کا نام مظلم لیگ رکھا

آپ ایک مقام پر لکھتے ہیں

چند دین فروشوں سے چند دنیا پرستوں نے ایک جماعت بنائی جس کا نام

مسلم لیگ بلند مظلم لیگ ہے

آیئے اب ذرا بریلی کا رخ کریں

مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی نے انگریزوں کے خلیفہ شریف مکہ کی حمایت میں انجمن الرد ابرہ کھولکر سرکاری حلقوں سے بہت داد تحسین حاصل کی۔ آپ کی یہ سیاسی پالیسی اپنے والد مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے کی تائید میں تھی کہ مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں۔[1]

مولانا احمد رضا خاں کو مرزا غلام احمد کی طرح انگریزی حکومت کی خیر خواہی ورثہ میں ملی تھی۔

مولانا ظفرالدین بہاری حیات اعلیٰحضرت میں لکھتے ہیں:۔

آپ کے پردادا حافظ کاظم علی خاں نے انگریزی حکومت کی پولٹیکل خدمات سرانجام دیں۔[2]

آپ کے والد رضا علی خاں ۱۸۵۷ء میں بریلی میں کس اطمینان سے بیٹھے تھے اسے طور جل میں پڑھیں۔ شاہ مانا قادری لکھتے ہیں:۔

مسلمانوں کو گرفتار کر کے تختہ دار پر چڑھایا جا رہا تھا۔ مولانا رضا علی خاں اس دوران بریلی میں ذخیرہ میں قیام فرما تھے ۔ ۔ مولانا صاحب نے باوجود انگریزوں کے اصرار کے بریلی نہ چھوڑی۔[3]

مولانا احمد رضا خاں کے والد مولانا نقی علی خاں کو مرغ بازی اور بٹیر بازی نے کس خاص باہمی کام کا مرجع نہ دیا۔ مولانا عبدالصمد قادری آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

روز مرہ معمولات و کثیرہ زندگی کے خصوصی مشاغل مرغ بازی اور بٹیر بازی وغیرہ سے دلچسپی لیتے تھے۔[4]

البتہ مولانا احمد رضا خاں نے جنگ عظیم اول کے دوران انگریزی حکومت کی حمایت مسلسل

---

[1] دیکھئے دوام العیش ص۱۲ مولانا احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ بریلی [2] حیات اعلیٰحضرت ص۲

[3] حیات اعلیٰحضرت ص۲ [4] رسالہ نذر رضا عرس ص۳

جاری رکھی۔ تسلسل سے مراد یہ ہے کہ یہ سلسلہ خاندان سے چلا آرہا تھا۔ انگریز مؤرخ فرانسس رابنسن لکھتا ہے۔

> ان کا معمول کا طریق کار حکومت کی حمایت تھی اور جنگ عظیم اول اور تحریک خلافت میں انہوں نے مسلسل حکومت کی حمایت جاری رکھی اور ۱۹۲۱ء میں بریلی میں ترک موالات کے مخالف علماء کی ایک کانفرنس منعقد کی۔[۱]

تقریباً پندرہ سال بعد مسلم لیگ کی تحریک چلی۔ دو تین سال بعد بریلی میں مولانا احمد رضا خان کے عرس کے موقع پر ان کے حلقے کے علماء مختلف اطراف و جوانب سے اکٹھے ہوئے اور مسلم لیگ زیر بحث آئی۔ مسلم لیگ سے متعلق چند سوالات اٹھائے گئے اور اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی سجادہ نشین مسند برکاتیہ مولانا سید آل مصطفیٰ قادری اور مولانا حشمت علی خان نے ان کے جو جوابات دیئے وہ الجوابات السنیہ کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ یہ جوابات مولانا احمد رضا خان کے آستانہ بریلی کی سیاسی آواز تھی۔

> لیگ میں مذکورہ بالا قبائح شرعیہ و محرمات دینیہ موجود ہیں۔ اس کی شرکت و رکنیت عوام اور علماء دونوں کے لیے حرام ہے۔[۲]

مسلم لیگ کے خلاف بریلویوں کے یہ فتوے ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء کے میں جو بڑے موقع عرس مولانا احمد رضا خان بریلوی آستانہ بریلی میں لکھے گئے۔ بریلویوں کو اعتراف ہے کہ مولانا احمد رضا خان تحریک آزادی ہند سے ہر قدم پر الگ رہے۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور نے اپنی ۲۷ صفر ۱۴۰۹ھ کی اشاعت میں بریلویوں کا یہ اپنا اقرار شائع کیا ہے۔

> خان صاحب بریلوی تحریک آزادی سے بالکل الگ رہے۔

اب ظاہر ہے کہ خان صاحب کے بعد ان کے دینی مذہب کے پیرو کس طرح مسلم لیگ کا ساتھ دیتے

---

[۱] سپریٹزم امنگ انڈین مسلمز ص ۔ [۲] الجوابات السنیہ ص ۱۲

بریلویوں کے مسلم لیگ سے بگڑنے کی وجہ

مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن سجادہ نشین آلو مہار شریف نے عرس کے موقعہ پر کہا ہم مسلم لیگ کے صرف اس لئے مخالف تھے کہ اس میں قادیانی شامل ہیں اور سر ظفر اللہ خان کی سیاست کارفرما ہے۔ ہم اس صورت میں مسلم لیگ کا ساتھ کیسے دے سکتے تھے۔

ہمارا عرض ہے ہم بات صاحبزادہ کی نہیں کرتے یہ درست ہے کہ آستانہ عالیہ اور مشائخ اور پیر گیوں مسلم لیگ کے خلاف تھے صاحبزادہ صاحب مجلس احرار اسلام میں تھے، احرار کے مسلم لیگ سے دور رہنے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے لیکن بریلوی من حیث الجماعۃ مسلم لیگ کے کیوں خلاف رہے اس کا جواب مسلم لیگ میں علمائے دیوبند کی شمولیت یا علمائے دیوبند کی مسلم لیگ کی حمایت ہے

مظہر اعلیحضرت مولانا حشمت علی خان اپنے مسلم لیگ سے بگڑنے کی وجہ لکھتے ہیں:۔

تھانوی کو لیگیوں کی تقریروں تحریروں میں شیخ الاسلام تھانہ بھون کہا جاتا ہے (اخبار الامان ۵۔ اپریل ۱۹۴۰ء) حکیم الامت لکھا جاتا ہے (اخبار الامان ۹ فروری ۱۹۴۶ء) (اخبار وحدت مورخہ ۸ فروری ۱۹۴۶ء) لیگ کے اجلاسوں میں تھانوی کا پیغام خاص احترام و اہتمام سے لیا اور سنا جاتا ہے (اخبار الامان ۲۸ دسمبر ۱۹۴۲ء) اور اسی تھانوی کے مرید مظہر الدین شیر کوٹی جو تھانوی کو اس کے حق اقوال کفریہ کے باوجود پیر مرشد اور مقتدائے اسلام و معظم دینی مانتے ہیں جو سہ شنبہ ۱۴ مارچ ۱۹۴۶ء کو دہلی میں قتل کئے گئے ان کو شہید ملت کا لقب دیا جاتا ہے (اخبار الامان ۱۸ مئی ۱۹۴۶ء) لیگ کے جلسے میں حضرت مولانا اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں[1]

---

[1] احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ ص ۲ مصنفہ مولانا حشمت علی خان

حقیر اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی لکھتے ہیں:

الامان دہ وحدت کے ایڈیٹر و مالک مظہر الدین شیرکوٹی عقیدۃً وہابی دیوبندی اشرف علی تھانوی کے مرید محمود حسن دیوبندی کے شاگرد تھے۔[1]

مسلم لیگ کے اجلاس دہلی میں حکیم الاسلام قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے بھائی کچھ امدادی رقم لے کر پہنچے۔ مولانا مظہر الدین شیرکوٹی نے اپنے اخبار وحدت میں ان کا کچھ عزت سے ذکر کر دیا۔ اس پر یہ بریلوی حضرات بگڑے۔ حقیر اولادِ رسول لکھتا ہے:

مظہر الدین کے پرچہ وحدت دہلی ۱۷ فروری ۱۹۴۶ء میں کئی جگہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مدظلہ کے ساتھ تھانوی سے اپنے اظہار عقیدت کے علاوہ ایک جگہ انہیں محمد طاہر و ان کے دادا نانوتوی کا ذکر ان الفاظ میں ہے: بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم کے حقیقی پوتے اور خاندان قاسمی کے چشم و چراغ مولانا قاری محمد طاہر صاحب قاسمی بن حافظ محمد احمد کی طرف سے اور دیگر حضرات دیوبند کی جانب سے چندہ لے کر دہلی تشریف لائے۔[2]

مسلم لیگ میں علمائے دیوبند کا موجود ہونا بریلویوں کے لیے مانع رہا

علمائے دیوبند مجلس احرار میں بھی تھے جمعیت علمائے ہند میں بھی تھے کانگریس میں بھی تھے مسلم لیگ میں بھی لیکن اکثریت ان کی مسلم لیگ میں تھی۔ اخبار وحدت کی ۸ فروری ۱۹۴۶ء کی اشاعت میں دیکھیے۔ حقیر اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی لکھتے ہیں:

لیگی فخر سے کہتے ہیں کہ کیا حکیم الامت مولانا اشرف علی لیگ کے حامی نہیں اور اور اکثر علمائے دیوبند لیگ میں موجود ہیں۔[3]

یہ مسلم لیگ اور بریلویوں کا کھلا اقرار ہے کہ علمائے دیوبند کی اکثریت مسلم لیگ کے ساتھ

---

[1] مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص [illegible] [2] ایضاً ص [illegible] [3] ایضاً ص [illegible]

تھی دارالعلوم دیوبند کے سات بڑے عہدیداروں میں سے پانچ علی الاعلان مسلم لیگ کے ساتھ تھے۔

۱۔ سرپرست ۲۔ شیخ الحدیث ۳۔ صدر مہتمم ۴۔ مہتمم ۵۔ شیخ التفسیر ۶۔ مفتی اعظم ۷۔ شیخ الادب والفقہ

(۱) سرپرست۔ حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ۔

(۲) صدر مہتمم۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ۔

(۳) مہتمم حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ۔

(۴) شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

(۵) مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحبؒ۔

یہ حضرات تقسیم ہند کے مسئلہ میں مسلم لیگ کے ساتھ تھے سو یہ کہنا غلط ہے کہ علماء دیوبند کی اکثریت پاکستان کے خلاف تھی۔

بریلویوں کا دو قومی نظریے کا سہرا اپنے خان کے سر باندھنا

بریلویوں نے تحریک پاکستان کا سہرا احمد رضا خان کے سر پر باندھنے کے لیے ڈاکٹر علامہ اقبال کو ہمیشہ گرانے کی کوشش کی ہے مشہور عام طور پر یہ ہے کہ ڈاکٹر اقبال دو قومی نظریے کے موسس تھے۔

اپنی ملت کا قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

[a] تاہم واقعہ یہ ہے کہ بریلویوں نے علامہ اقبال کی سخت توہین کی ہے حزب الاحناف ہند کے مولانا ابو الطاہر محمد طیب دانا پوری علامہ اقبال کے متعلق لکھتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی زبان پر ابلیس بول رہا ہے۔[1]

دیکھئے ترجمان حقیقت ڈاکٹر علامہ اقبال پر کس انداز میں طنز کرتے ہیں:

یہ ترجمانی حقیقت ہے یا ترجمانی ابلیسیت۔[2]

بریلویوں کے مولوی بدرالدین قادری رضوی نے مولانا احمد رضا خاں کی سوانح حیات میں ڈاکٹر اقبال کے بارے میں یہ عنوان قائم کیا ہے "نام نہاد مفکر اسلام" اور اس میں یہی جذبہ کارفرما ہے کہ دو قومی نظریے کا بانی ڈاکٹر محمد اقبال کو نہیں مولانا احمد رضا خاں کو مانا جائے۔ اسے سفید جھوٹ کہیں یا سیاہ جھوٹ، پاکستان میں مڈل پاس بچے بھی جانتے ہیں کہ ڈاکٹر اقبال کون تھا اور مولانا احمد رضا خاں کی تو ۱۹۴۷ء تک برصغیر میں یہ حالت ہے کہ:-

جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو احمد رضا خاں کو جانتا بھی نہیں۔[3]

اس وقت ہم دونوں میں مقابلہ نہیں کر رہے نہ یہ موضوع سخن ہے کہ ان میں مسلمان قوم کو جوڑنے والا کون تھا اور توڑنے والا کون؟ جس نے سب مسلمانوں کو ایک قوم کہا اور کس نے ایک قوم کے ٹکڑے ٹکڑے کیے۔ اس وقت ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ بریلویوں کے ہاں ڈاکٹر محمد اقبال کا کیا مقام ہے؟ مولوی بدرالدین "نام نہاد مفکر اسلام" کے تحت لکھتا ہے:-

"ڈاکٹر سر اقبال نے اپنی شاعری کے بل بوتے پر اسلام کو کچھ کم نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ انہیں باتوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خود ساختہ مفکر اسلام نے اپنے فارسی اور اردو کلام میں الحاد و دہریت بے دینی و نیچریت کا بیج کس قدر بویا ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔[4]

اس پر بریلوی مولوی نے پھر آگے جا کر لکھا ہے:-

نیچریوں کا شور ہے کہ سر محمد اقبال ترجمان حقیقت اور مفکر اسلام ہیں۔ ایشیا کے

---

[1] تجانب اہل سنت صفحہ ۲۴۲ [2] ایضاً صفحہ ۲۳۶ [3] ماہنامہ المیزان احمد رضا نمبر صفحہ ۲۸۰

[4] سوانح اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں صفحہ ۲۹۰

خاں کو بنا دیا گیا اور کس بے دردی سے ڈاکٹر اقبال کو اس کرسی سے اٹھا دیا گیا

بریلویت اور مسلم لیگ کی بحث ختم ہو چکی اب ہم اس کے دوسرے باب بریلویت اور پاکستان کا آغاز کرتے ہیں۔

بریلویت اور پاکستان

پاکستان سابق ہندوستان میں بنا۔ ایک دار الاسلام ہے جسے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی اساس پر قائم کیا گیا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ تھا کہ پورا ہندوستان دار الاسلام ہے۔ ان کے ہاں جب پورا ہندوستان دار الاسلام بنتا تو ظاہر ہے کہ وہ پھر ایک چھوٹے سے دار الاسلام کی کیسے حمایت کر سکتے تھے۔ یہ تو ان کے لیے بہتر ہوا کہ وہ قیام پاکستان تک زندہ نہ رہے ورنہ مسلمانوں کو پاکستان کی حمایت سے روکنے کے لیے ان کا یہ اعلان ہی کافی تھا

دار الاسلام کے دو ٹکڑے کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

چنانچہ بریلویوں نے قیام پاکستان کی آخر تک مخالفت کی اور جب انہیں معلوم ہو گیا کہ انگریز سرکار ہندوستان کی تقسیم پر آمادہ ہو گئی ہے انہوں نے ۱۹۴۶ء میں بنارس کانفرنس منعقد کر کے مسلمانوں میں داخلہ لیا تاہم حزب الاحناف لاہور کے حضرات اپنے موقف پر ثابت قدم رہے اور آخر تک پاکستان کی مخالفت کرتے رہے۔ وہ اس زمین کو پاکستان ماننے کے لیے تیار نہ تھے جس میں دیوبندی اہلحدیث جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت کے لوگ بھی آ گئے ہوں۔ انہیں اپنے سوا باقی سب لوگوں کے کافر ہونے کا عقیدہ مملکت خداداد پاکستان کو پاکستان تسلیم کرنے سے روکتا تھا خاص طور پر ان کا یہ عقیدہ کہ مولانا حالی، مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر علامہ اقبال اور محمد علی جناح کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں انہیں کسی صورت میں اس خداداد سرزمین کو پاکستان تسلیم کرنے کی اجازت نہ دیتا تھا۔

کیا قائد اعظم اور نوابزادہ لیاقت علیخاں بریلویوں کے اس عقیدے سے ناواقف تھے؟

پاکستان کے بیشتر حلقوں کے قائدین بریلویوں کے اس موقف سے ناآشنا نہ تھے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور سردار عبدالرب نشتر نے انہیں بریلویوں کی یہ مجبوری اچھی طرح سمجھا دی تھی کہ وہ کسی طرح مولانا احمد رضا خاں اور حزب الاحناف لاہور کے دین و مذہب سے نکلنے کے لیے تیار نہیں اور پاکستان کے سب مسلمانوں کو ایک صف اسلام میں جگہ دینے کے لیے تیار نہیں۔

مولانا احمد رضا خاں اور پیر جماعت علی شاہ صاحب

تحریک پاکستان میں جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ مل گئے تھے مگر مولانا احمد رضا خاں کے پیرو اور حزب الاحناف لاہور کے مولانا ابو البرکات دیوبندیوں کے ساتھ ایک قوم ہونے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہ تھے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے پوتے سید اختر حسین لکھتے ہیں:۔

حضرت قبلہ عالم کھڑے ہو گئے اور آپ نے علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب کو گلے لگایا اور فرمایا آپ میرے بھائی ہیں[1]

جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب اور ان کے پیرو اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے پیرو تو سب ایک قوم ہو گئے اور آپس میں بھائی بھائی بن گئے لیکن مولانا احمد رضا خاں کے پیرو اس ایک قومی صف میں نہ آسکے اور اس کا قائد اعظم اور قائد ملت نوابزادہ لیاقت علی خاں کو پورا پورا احساس تھا۔

---

[1] سیرت امیر ملت صفحہ ۱۴۳

پاکستان کی دینی صف بندی علماء دیوبند کی قیادت میں

پاکستان کی سیاسی جدوجہد مسلم لیگ کے ہاتھ میں، اور دینی قیادت دیوبندیوں کے ہاتھ میں تھی۔ پاکستان کو اسلامی سٹیٹ میں ڈھالنے کے لیے حکومت پاکستان کا پہلا قدم تعلیمات اسلامیہ کے بورڈ کا قیام تھا۔ اس میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت علامہ سید سلیمان ندوی جیسے حضرات تھے صرف ایک شیعہ عالم تھا۔

اس بورڈ میں کوئی بریلوی عالم نہ تھا کیونکہ بریلویوں کے ہاں کسی متحدہ اسلامی پلیٹ فارم کا کوئی تصور نہ تھا۔ ان کے سر پہ یہی بھوت سوار تھا کہ مولانا اشرف علی نے حفظ الایمان میں یوں لکھا ہے اور مولانا اسماعیل شہید نے تقویۃ الایمان میں یوں لکھا ہے ہم ان کے پیروؤں کے ساتھ کسی طرح ایک متحدہ اسلامی پلیٹ فارم پہ جمع ہو سکتے ہیں؟ کبھی نہیں اور ہرگز نہیں۔

پاکستان میں مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب کے پیروؤں میں مولانا سردار احمد گورداسپوری، مولانا ابو البرکات الوری، مفتی احمد یار نعیمی گجراتی، مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا عبد الغفور ہزاروی اور مولانا احمد سعید کاظمی امروہوی تھے۔ ان میں صرف مولانا ابوالحسنات تھے جن کی پاکستان کے نئے تشخص اور مسئلہ کشمیر پہ گہری نظر تھی۔ ان ایک کے سوا کوئی بریلوی عالم مغربی پاکستان میں دیوبندیوں کے ساتھ ایک متحدہ اسلامی پلیٹ فارم پر آنے کے لیے تیار نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ پاکستان میں دینی صف علماء دیوبند کے ہاتھ میں رہی، جو تحریک پاکستان میں بھی آگے آگے تھے اور اب تعمیر پاکستان میں بھی اسلامی وحدت کی سعادت انہی کا نصیب تھی۔

حکومت پاکستان نے پاکستان ریڈیو پر درس قرآن کا پروگرام بنایا تو اس کے لیے حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی مقرر ہوئے اور ملک بھر میں کسی نے یہ سوال نہ اٹھایا کہ یہ دیوبندی ہیں اور نہ کوئی ممتاز بریلوی عالم آگے بڑھا کہ میں اس خداداد سلطنت پاکستان میں علماء دیوبند اور دیوبندیوں کے ساتھ ایک صف اسلام میں کھڑا ہونے کو تیار ہوں ——— الحاصل بریلویوں کا یہ عقیدہ کہ ان کے سوا باقی سب

زتراں کو کافر کہتے ہیں اور ان کے ساتھ کھانا پینا حرام بتاتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حد فاصل تھی جو بریلویوں کو پاکستان میں کسی قومی سطح پر نہیں بیٹھنے کی جگہ نہ دیتی تھی

پاکستان میں جمعیت علمائے پاکستان کا قیام

مولانا ابوالحسنات نے جمعیت علمائے پاکستان کے نام سے بریلوی علماء کی ایک سیاسی تنظیم کی۔ اور ان میں یہ ذہن پیدا کرنے کی کوشش کی کہ پاکستان ہم سب کا مشترکہ ملک ہے۔ ہمیں اس میں آبرومندانہ زندگی گزارنے کے لیے دیوبندیوں کے ساتھ مل کر چلنا ہوگا ورنہ ہم اس ملک میں کسی قومی سطح پر کبھی نظر نہ آسکیں گے۔ آپ نے باہمی اشتراک کے جوش میں بریلویوں اور دیوبندیوں کے اختلافات کا یہ حل بیان کیا۔

> میں اعلان کیے دیتا ہوں کہ اساسی عقائد کے اعتبار سے دونوں مکتبوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ بریلوی علماء حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور دیوبند کے علماء بھی اصولی طور پر اس کلیہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ دونوں مدرسوں کے علماء کے درمیان بعض عبارتوں کے متعلق رائے کا اختلاف ہے۔ بریلوی علماء دیوبندی علماء کی بعض تحریروں پر معترض ہیں اور یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان تحریروں کے ظاہری معانی کو صحیح سمجھنے والا شخص گمراہ ہے۔ دیوبندی اپنے اکابر کی ان تحریروں کو قابل گرفت یا قابل تنقید خیال نہیں کرتے لیکن اصول و اساس میں بریلوی علماء سے سو فیصدی متفق ہیں۔[1]

افسوس کہ وہ سرے سے بریلوی علماء نے مولانا ابوالحسنات کی اس پالیسی کی حمایت نہ کی اور خود ان کے بھائی مولانا ابوالبرکات ناظم علی حزب الاحناف لاہور ... کے اس ایک قومی محاذ کو کسی قیمت پر ماننے کے لیے تیار نہ ہوئے — بریلویوں میں صرف مولانا عبدالحامد بدایونی رفیق ... ہیں

[1] روزنامہ نوائے وقت لاہور ...

جنہوں نے بار بار اپنے علماء پر زور دیا کہ وہ بجائے ان اعتراضات کے بارے میں جو انہوں نے علماء دیوبند کی بعض عبارات پر نظر رکھتے ہیں علمائے دیوبند کے جواب کو جو انہوں نے المہند کے نام سے اپنے عقائد کی وضاحت میں دیا ہے قبول کر لیں۔ اس سے دیوبندی بریلوی نزاع ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی مگر افسوس کہ بریلویوں نے اس نادر رائے کے اختلاف میں مولانا عبدالستار خان نیازی کا ساتھ نہ دیا۔ مگر افسوس بالائے افسوس یہ بات ہے کہ اپنے صحیح موقف پر مولانا عبدالستار خان نیازی نے اپنا علیحدہ پلیٹ فارم نہ بنایا، وہ وہ اسی ریلے میں بہہ گئے جس میں بریلوی علماء شروع سے قومی سطح سے کٹ کر پیچھے چلے آ رہے تھے۔

کیا بریلوی علماء کسی قومی سطح پر قوم کی قیادت کے اہل ہیں؟

فرض کیجیے جمعیت علمائے پاکستان اسمبلی میں اس پوزیشن میں آجاتی ہے کہ وہ پاکستان میں اپنی حکومت قائم کر سکے تو کیا آپ امید کر سکتے ہیں کہ بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب پر چلتے ہوئے پاکستان میں کوئی کامیاب حکومت قائم کر سکیں گے؟

بریلوی وہابیوں کو کافر سمجھتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ سعودی عرب کے دینی شعبے پر علمائے آل شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروؤں کا قبضہ ہے۔ اس صورت میں کیا مولانا نورانی سعودی عرب کے خلاف اعلان جنگ کریں گے؟ کیا وہ اپنے اس عقیدہ سے چمٹے ہوں گے کہ ارض حجاز کو کافروں کے قبضہ سے نکالا جائے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا وہ مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب پر رہے؟

اس تفصیل سے یہ بات کھل کر عوام کے سامنے آتی ہے کہ بریلوی علماء اپنے عقیدہ پر رہتے ہوئے پاکستان میں کبھی کسی قومی سطح پر نہیں آ سکتے۔ نہ یہ بریلویت کو چھوڑنے کے لیے تیار ہیں نہ دنیا کے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ایک صف اسلام میں آنے کے لیے تیار ہیں۔

پاکستان میں نظام ادائے زکوٰۃ

پاکستان میں نظام ادائے زکوٰۃ کس درجے میں قائم ہے۔ حکومت تمام بینکوں سے جمع شدہ سرمائے پر ان سے زکوٰۃ وصول کرتی ہے۔ غیر مسلموں سے زکوٰۃ نہیں لی جاتی۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے غیر مسلم جزیہ دینے کے پابند ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر مولانا نورانی پاکستان میں حکومت بنانے کی پوزیشن میں آجائیں تو کیا وہ دیوبندیوں، وہابیوں، تبلیغیوں اور جماعت اسلامی کے پیروؤں سے زکوٰۃ وصول کریں گے ——— یا ان پر جزیہ عائد کریں گے ——— اگر وہ ان سے زکوٰۃ وصول کرتے ہیں تو وہ مولانا احمد رضا خان کے مذہب سے نکل گئے اور بریلوی نہ رہے اور اگر وہ ان اقوام پر جزیہ عائد کرتے ہیں تو کیا پاکستان کی زمین ان کے اس فرقہ وارانہ فیصلہ کو قبول کر لے گی اور بین الاقوامی طور پر اس پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ مولانا نورانی نے کیا اسے کبھی سوچا ہے۔

پاکستان اور سعودی عرب کی غیر متزلزل دوستی

مولانا نورانی اپنے ایک دورہ میں یہاں [?] تشریف لائے۔ راجہ دیل [?] میں ان کی تقریر تھی جلسہ میں ایک شخص نے ان سے کھلے بندوں سوال کیا پاکستان اور سعودی عرب کی دوستی چالیس سال سے غیر متزلزل آرہی ہے۔ اور خدا اسے قائم رکھے۔ لیکن آپ نجدی وہابیوں کو کافر سمجھتے ہیں اور مکہ مدینہ آپ کے اعتقاد میں منحرفات [?] کفار میں ہیں تو اگر آپ پاکستان میں حکومت بنانے کی پوزیشن میں آجائیں تو کیا آپ استخلاص حرمین کے لیے سعودی عرب کے خلاف اعلان جنگ کریں گے؟ ان عرب ممالک کے ساتھ آپ کی خارجہ پالیسی کیا ہوگی؟

مولانا نے کہا ہم جب پاکستان میں برسر اقتدار آنے کے بغیر ہی استخلاص حرمین کی تحریک اٹھا رہے ہیں کہ جس طرح بھی ہو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو سعودی کنٹرول سے آزاد کرایا جائے تو آپ کو ہمارے برسر اقتدار آنے کی صورت میں ہمارے ایمان اور عمل میں کیوں شبہ ہونے لگا ہے۔ ہمارے پیر

کہ مرشدہ صاحب دامت برکاتہم نے اس کے لیے کیا کانفرنس نہیں کی؟

وہ شخص پھر کھڑا ہوا۔ اس نے کہا میرے سوال کا جواب نہیں آیا۔ سوال یہ ہے کہ جمعیت علماء پاکستان کے برسر اقتدار آنے پر کیا آپ سعودی عرب سے علانیہ آزادی کریں گے؟

مولانا نے لوگوں سے کہا درود شریف پڑھو — دیار غیر میں ہم اپنی نئی خارجہ پالیسی کا اعلان کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔

بریلویت کسی قومی سطح پہ کوئی وجود نہیں رکھتی

ان حالات میں ہر شخص سوچ سکتا ہے کہ پاکستان میں بریلویت کسی قومی سطح پہ کوئی وجود نہیں رکھتی — جب تک یہ لوگ مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب پہ رہیں گے اور اپنے سوا باقی سب فرقوں کو کافر سمجھتے رہیں گے۔ یہ دوسرے فرقوں کے ساتھ مل کر پاکستان میں کسی قومی سطح پہ نہیں آسکتے۔

مولانا احمد رضا خاں کے اس باندھے بندھ کو پہلے مولانا ابوالحسنات خطیب جامع مسجد وزیر خان نے توڑا اور آل پارٹیز ختم نبوت کی مجلس عمل میں امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری کے ساتھ جمع ہو کے قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کا مطالبہ کیا۔

مولانا ابوالحسنات کے اس اقدام پر انہیں مولانا سردار احمد لائلپوری اور مولانا محمد عمر اچھروی سے کیا کچھ سننے کی نوبت آئی یہ ولولہ انگیز داستان اس وقت ہمارا موضوع نہیں۔ مولانا احمد سعید کاظمی مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب سے کسی درجے میں نکلے اور جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں حضرت مولانا شمس الحق افغانی اور مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی کے ساتھ مل کر جامعہ اسلامیہ بہاولپور کی مدرسی بھی کی۔ انہوں نے یہاں دیوبندی علماء اور طلبہ سے ملنا جلنا حرام نہ جانا۔ مولانا احمد سعید کاظمی کا مولانا احمد رضا خاں کے فتاوے عرفان شریعت سے یہ کھلا تصادم تھا۔

ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ دوسرے بریلوی علماء دیوبندی علماء کے ساتھ ان

قلم بیٹھنے پر کس طرح کبیدہ اور آبدیدہ ہوگئے۔ لیکن ہمیں یہ بات کہنے میں کوئی باک نہیں کہ بریلوی عوام نے پاکستان کے ان حالات میں مولانا ابوالحسنات مولانا احمد سعید کاظمی کے اس اتحاد بین المسلمین کو دل کی گہرائی سے کبھی اور کہیں قبول نہیں کیا۔ اور وہ بدستور مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب پر رہنا چاہتے ہیں۔ اور وہ پاکستان میں تمام مسلمانوں کے ایک قوم ہونے کے نظریہ پر جو پاکستان کی جان اور اساس ہے کسی قیمت پر جمع ہونے کے لیے تیار نہیں۔

ایک بریلوی اسلامی سلطنت کا تصور

① اقتصادی امداد اور بیداوار کے لیے کسی ملک سے درخواست نہ کی جائے۔ وفاقی حکومت کے سینئر وزیر کو بغداد شریف بھیجا جائے۔ وہ حضرت غوث پاک کے روضہ پاک پر حاضر ہو کر امداد کے لیے التجا کرے اور جو کچھ وہاں سے ملے وہ پاکستان لانے کا انتظام کرے۔ اور پہلے وہ آپ کی منقبت میں یہ پڑھے ؎

احمد سے احمد اور احمد سے تجھ کو — کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث[1]

② اسمبلی کا اجلاس تلاوت قرآن کریم کی بجائے صلوٰۃ و سلام سے شروع ہو اور اختتام اجلاس پر سب کھڑے ہو کر حضور پر صلوٰۃ و سلام پڑھا کریں کہ اب دنیا کا سارا نظام حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی چلا رہے ہیں کوئی شکایت ہو تو ان کو کہو حکومت کو نہیں ؎

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے
کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر[2]

③ یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر وہابیوں کا قبضہ ہے اور وہابی کافر ہیں بغداد شریف سے امداد پہنچنے پر سعودی حکومت کو جنگ کی دھمکی دی جائے کہ یا تو حرمین شریفین کو بین الاقوامی کنٹرول میں دے دو جیسا کہ پیر کرم شاہ صاحب نے برمنگھم کے تاریخی اجتماع میں مطالبہ کیا تھا

---

[1] حدائق بخشش جلد ۱ صفحہ ۱۷ [2] ایضاً

یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ ہم مکہ اور مدینہ کو کافروں سے چھڑا کر دم لیں گے

④ پاکستان میں اب غیر مسلم اقلیتیں چار ہیں۔ ۱۔ ہندو ۲۔ عیسائی ۳۔ سکھ اور ۴۔ قادیانی پاکستان کے اسلامی مملکت بننے کے بعد یہاں اقلیتوں کی تعداد گیارہ ہو جائے گی۔ ۵۔ اہلحدیث (سب غیر مسلم) ۶۔ دیوبندی (سب غیر مسلم) ۷۔ جماعت اسلامی (سب غیر مسلم) ۸۔ پرویزی جو سنت کو بنیادی ماخذ اسلام نہیں سمجھتے ۹۔ تبلیغی جماعت ۱۰۔ شیعہ اسماعیلی ۱۱۔ شیعہ اثنا عشری

⑤ ہر ماہ اسمبلی ہال میں گیارہویں شریف کا ختم ہوا کرے گا اور اس کا خرچ سب گورنمنٹ کے فنڈ سے لیا جایا کرے گا۔

⑥ سب بڑے بزرگوں کے سالانہ عرس ہوں گے اور ان دنوں سرکاری چھٹی کی جایا کرے گی۔ اگر ان عرسوں کی تعداد ۳۶۵ تک بڑھ جائے تو پھر روز آدھا دن کھلا کریں گے آدھا دن دفتروں میں کام ہوگا اور باقی سارا دن عاشقانِ اولیاء کرام عرس کے لنگروں میں گزارا کریں گے۔

⑦ جب تک کہ مکہ سے سعودی حکومت پیچھے نہیں ہٹتی حج شرعی قرار دیا جائے گا جیسا کہ پہلے اعلیٰ حضرت بریلی سے حکم صادر ہوا تھا۔ کسی کو وہابیوں کے حج پر جانے کی اجازت نہ ہوگی۔ حج کی تاریخ مقرر کرنے میں کسی وہابی پر اعتماد نہ کیا جائے گا۔

⑧ اہلحدیث، دیوبندی اور دوسرے غیر مسلموں پر جزیہ عائد کیا جائے گا۔ ان سے زکوٰۃ نہ لی جائے گی۔ زکوٰۃ صرف بریلویوں سے لی جائے گی باقی تمام دینی جماعتیں جزیہ ادا کریں گی یہ وہ ٹیکس ہے جو غیر مسلموں سے ان کے جان و مال کی حفاظت کے عوض وصول کیا جاتا ہے

⑨ بریلویوں، دیوبندیوں اور اہلحدیث کے قبرستان اپنے اپنے ہوں گے حدیث کی رو سے قبرستان دار قوم مؤمنین ہے۔ دیوبندی اور اہلحدیث جو مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک غیر مسلم ہیں مسلمانوں (بریلویوں) کے قبرستان میں جگہ نہ پا سکیں گے۔

⑩ نکاح میں کم از کم دو گواہ سامنے ہونے کی عائلی قوانین میں ضرورت نہ رہے گی۔ ایک گواہ بھی سامنے ہو تو دوسرے گواہ حضور خاتم النبیین کو جو ہر جگہ حاضر و موجود ہیں اور شاہد (گواہ) ہیں، بنائیں گے

(۱۱) ملک کی تمام شاہی مسجدیں جن کے امام اور خطیب دیوبندی ہیں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں میں بدل دی جائیں گی۔

یہ وہ رہنما اصول ہیں جن پر بریلوی اسلامی سلطنت قائم کی جا سکتی ہے۔ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک مشترکہ قوت بننا ان کے نصیب میں نہیں ہے۔ قائد اعظم نے سب مسلمانوں کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کیا اور جن کے لیے پاکستان مانگا وہ انہیں مل گیا۔ معلوم نہیں بریلوی حضرات باوجودیکہ مسلمانوں میں یہ اکثریت میں نہیں ہیں انہوں نے صرف اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ کیوں بنا رکھی ہے۔

تاہم ہمیں خوش قسمتوں کی بھی کمی نہیں جنہوں نے حق معلوم ہو جانے کے بعد مرحوم مولانا احمد رضا خاں سے بغاوت کی اور ان کے فتویٰ تکفیر کو در خور اعتنا نہ سمجھا۔ ہندوستان اور پاکستان کے موجودہ حالات میں اس بات کی قطعاً گنجائش نہیں کہ کوئی سعادت مند مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے پر عمل پیرا ہو سکے۔ بریلوی اسلامی سلطنت کا یہ تصور ایک ایسا خواب ہے جس کی تعبیر کبھی نہ نکلے گی۔ بریلویت کا گراف جس تیزی سے گر رہا ہے یہ کسی سے مخفی نہیں۔

مولانا محمد عمر اچھروی کے صاحبزادہ پیر عبدالوہاب صدیقی انگلینڈ میں

بریلویت کے گرتے گراف نے مولانا عبدالوہاب کو انگلینڈ میں اپنے مسلک کی تبدیلی پر آمادہ کیا اور آپ نے نہ صرف اعلان کیا کہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز جائز ہے بلکہ اس کا عملی مظاہرہ بھی کیا روزنامہ جنگ لندن میں آپ ان کی اس سہت کا مطالعہ کریں اور خود بھی اگر آپ بریلوی ہیں تو ترک بریلویت کا ارادہ کریں۔

اعلیٰ حضرت کے باغی
بریلویت کے بجھے چراغ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد :-

مولانا احمد رضا خاں اپنے دور میں سیاسی سطح پر پرو برٹش سمجھے جاتے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ زندگی بھر ان تمام قوتوں سے برسر پیکار رہے جو ہندوستان میں کبھی آزادی کا دم بھرتی تھیں۔ آپ کی تحریک خلافت کی مخالفت آپ کے انگریزوں کے خیر خواہ ہونے کی ایک تاریک مثال ہے جب لوگ چڑھتے سورج کو سلام کرتے ہوں لوگوں کا انگریزوں کی خوشنودی کے لیے ایسی شخصیتوں کے گرد جمع ہو جانا کوئی تعجب کا امر نہیں ہے مولانا احمد رضا خاں کے گرد بھی کئی ایسے لوگ آ بیٹھے جو علماء اور عوام مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے پر نہ چل سکتے تھے جو انہوں نے دیوبندیوں کے بارے میں دے رکھا تھا۔ (ملاحظہ کیجئے)

> اسے سلام کرنا حرام — اس کے پاس بیٹھنا حرام — اس کے پاس کھانا پینا حرام — اس کے ساتھ شادی بیاہت حرام — بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام — مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت — اسے مسلمانوں کا سا کفن دینا — اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر — اس کے لیے دعائے مغفرت — یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر [1]

بریلویوں کے ہاں یہ مقام عرفان ہے کہ کسی دیوبندی پر ان کی نظر پڑے تو کوئی سامنے آئے یہ آنکھیں بند کر لیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوی پر شاید ہی کبھی عمل ہوا ہو۔ جو لوگ سرکار انگلشیہ کو خوش کرنے کے لیے اعلیٰ حضرت کے ارد گرد بیٹھے وہ بھی موقعہ ملنے پر اعلیحضرت کو چھوڑ جاتے — کچھ لوگ کچھ دیر ساتھ رہے مگر ان میں سے بھی کوئی کوئی

---

[1] عرفان شریعت صفحہ ۲۹

فتوے کو رد کرتے ہوئے ان کی حدود سے نکل گئے۔ آج کی اس مجلس میں ہم اعلیٰحضرت کے ان چند باغیوں کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے اعلیٰحضرت کے لگائے باغ کے گرد بے وفائی کی نہایت پرخار تار بچھا دی کہ کوئی اس نئے مذہب کو لائق عمل نہ سمجھے۔

اعلیٰحضرت کے پہلے دس باغی ملاحظہ فرمائیں۔ ان کے بعد اس راہ کو چھوڑنے والوں کی لمبی قطار ہے۔

① حضرت مولانا عبد المقتدر بدایونی

بیشتر عقائد میں علمائے بدایوں مولانا احمد رضا خاں کے ساتھ تھے۔ علماء دیوبند کی مخالفت میں اعلیٰحضرت کبھی کبھی انہیں بلا کر اپنے ہاں مواعظ کرایا کرتے تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بھی بریلی میں مواعظ ہوتے تھے اور ان کے اثرات کو روکنے کے لیے بھی مولانا احمد رضا خاں کے پاس علماء بدایوں کو بلانے اور ان کے جلسے کرانے کے بغیر اور کوئی چارہ نہ تھا۔ لیکن جب اعلیٰحضرت نے جمعہ کی اذان کا مسئلہ اٹھایا (جو حضرت عثمانؓ کے دور سے اسی طرح چلی آرہی ہے) اور علمائے بدایوں جو عثمانی تھے ان پر بدعت پرستی کا الزام لگایا کہ یہ حضرت عثمانؓ کی پیروی میں حق پر نہیں تو علماء بدایوں کھل کر اعلیٰحضرت کے خلاف ہوگئے اور اعلیٰحضرت علماء بدایوں کے علمی اثر کو توڑ نہ سکے اور اب تک بریلوی مساجد میں جمعہ کی اذان اعلیٰحضرت کے باغیوں کے موقف کے مطابق ہو رہی ہے۔ اور کسی بریلوی مسجد میں جمعہ کی اذان مولانا احمد رضا خاں کے طریقے پر نہیں دی جا رہی۔ یہ ان بریلوی حضرات کی مولانا احمد رضا خاں سے کھلی بغاوت ہے۔ یہ اعلیٰحضرت کے پہلے باغی علماء بدایوں تھے۔

② حضرت مولانا معین الدین اجمیری

کچھوچھوی صاحبزادگان مثنیٰ میاں اور ہاشمی میاں نے اعلیٰحضرت کی یاد میں ماہنامہ المیزان کا ایک خاص نمبر بنام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء میں نکالا۔ اس کے صفحہ پر انہوں نے بڑے کرم و احترام

سے حضرت مولانا معین الدین اجمیری کا نام ذکر کیا ہے۔ حضرت مولانا معین الدین اجمیری اجمیر میں صدر مدرس تھے۔ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف ان کی زندگی میں دو کتابیں لکھیں۔ القول الاظہر، و تجلیات انوار المعین — رضا خانیت کے قلعے پر یہ دو کتابیں شگاف تھیں۔ یہ دونوں کتابیں راقم الحروف کے مبسوط مقدمہ کے ساتھ پاکستان میں چھپ چکی ہیں۔ وہاں کے اونچے علمی حلقوں میں پڑھی جاتی ہیں اور ان کتابوں کو بڑی مقبولیت حاصل ہے۔

ہمیں اس وقت ان کتابوں کی تفصیل بتانی مقصود نہیں۔ یہاں ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا اجمیری نے جس ہمت سے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف قلم اٹھایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ القول الاظہر ایک مسئلہ کے بارے میں ہے اور تجلیات خود اعلیٰ حضرت کے بارے میں ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے القول الاظہر کا جواب دیا ہے مگر اہل علم جانتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں۔ مولانا اجمیری نے اعلیٰ حضرت کو ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں۔

(۴) مولانا حامد رضا خاں

مولانا احمد رضا خاں نے اپنی وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے نہایت لذیذ اور پرتکلف کھانوں کی ایک فہرست تیار کی تھی۔ اور وصیت کی تھی کہ ہفتہ میں دو تین بار یہ کھانے مجھے بھیج دیا کریں۔ مگر اس بات کا کہیں کوئی ثبوت نہیں ملا کہ اعلیحضرت کے ان دو صاحبزادوں نے کبھی بھی حضرت کی قبر پر یہ بارہ کھانے بھیجے ہوں۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ دفن کے وقت ایک صاحب گھر کا بنا دودھ کا برف قبرستان میں لے گئے تھے۔ پھر اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ وہ دودھ کہاں گیا اور کہاں رکھا گیا۔

یہ صرف دودھ کا برف قبر پر کیوں لے گئے؟ یہ اسی لیے کہ اس فہرست میں دودھ کا برف اور فیرینی کا ذکر ہے۔ اس کے بعد کہیں پتہ نہیں چلا کہ صاحبزادہ نے کبھی آپ کو دودھ کا برف و... کسی نے پھر یہ قابل ہی کبھی ہو سکی کہ حضرت کی فرمائش تو ہفتے میں دو تین بار بھیجنے کی

تھی ان صاحبزادوں نے اعلیٰ حضرت کے اس ارشاد پر ایک ہفتہ بھی عمل نہ کیا۔ کیا یہ ایک کھلی بغاوت نہیں تو اور کیا ہے؟

④ مولانا خلیل احمد برکاتی

بریلوی حضرات بڑے فخر و اعزاز سے اپنی برکاتی نسبت کو ظاہر کرتے ہیں۔ جناب برکات احمد وہ بزرگ تھے جن کے بارے میں ان کے ہاں مشہور ہے کہ اعلیٰحضرت ان کی نماز جنازہ میں بنفس نفیس تشریف لائے تھے۔ لاہور میں مدرسہ حزب الاحناف کی مسجد پر اب تک جامع مسجد برکاتی لکھا ہوا ہے۔ اسی برکاتی سلسلے کے یہ ایک مشہور عالم تھے جو مولانا احمد رضا خاں کے طریقہ پر تھے۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کا کرم خاص ہوا کہ آپ نے دیوبندی بریلوی عقائد میں اصل نزاع معلوم کرنی چاہی جب آپ کو دونوں فریقوں میں کوئی اصولی اختلاف نہ ملا تو آپ نے یکایک علماء دیوبند کی تکفیر سے زبان روک لی اور اس پر انکشاف حق کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ آپ کے متعلق احباب کے بریلوی علماء آپ پر بہت جھپٹے لیکن آپ نے اس حق کو جو آپ پر کھل چکا تھا نہ چھوڑا اور آخر تک اسی مسلک پر رہے۔ یہ کتاب پڑھنے کے لائق ہے اور غور سے دیکھی جائے تو یہ کتاب مولانا احمد رضا خاں کی دیانت و امانت کا ایک دلسوز مرثیہ ہے۔ یہ اعلیٰحضرت کے خلاف ان کی وفات کے بعد ہوئے اور بالآخر اسی پر زندگی تمام کی۔

⑤ حضرت مولانا کرم دین دبیر

یہ پنجاب میں بریلوی مسلک کے ستون تھے اور بڑے درجے کے عالم تھے۔ جہلم کی تحصیل چکوال کے رہنے والے تھے۔ آپ کی مخالفت کا زیادہ زور قادیانیت اور شیعیت کی طرف رہا ہے۔ مرزا غلام احمد سے آپ کے عدالتی معرکے ہوئے۔ شیعوں کے خلاف کتاب آفتاب ہدایت انہی کی تصنیف ہے جہلم کے ان پسماندہ علاقوں میں جہاں شیعیت ایک

رکھا تھا مگر حضرت مفتی صاحب کس عقیدت سے حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسے مولوی محمد شفیع اوکاڑوی کی زبان سے سُنیے۔

> گذشتہ سال ۱۳۸۷ھ میں حضرت مولانا مفتی احمد یار صاحب بدایونی ثم گجراتی اور میں نے دیوبند کے مہتمم مولوی قاری محمد طیب صاحب کو دیکھا کہ وہ جالیوں کے آگے چہرۂ انور کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے سلام پڑھ رہے ہیں جب وہ فارغ ہو کر ایک طرف ہوئے تو میں اور مفتی صاحب دونوں اُن کے پاس گئے۔[1]

اس موقع پر صرف مولانا محمد عمر اچھروی اعلیٰ حضرت کے وفادار رہے اور انہوں نے لکھا اور جلسوں میں قسمیں کھا کھا کر بیان کیا کہ:

> دیوبندی تو روضۂ رسول کے قریب نہیں بھٹک سکتا۔[2]

(۷) ابوالحسنات مولانا محمد احمد قادری خطیب جامع مسجد وزیرخان لاہور

آپ پنجاب میں مولانا احمد رضا خاں کے مسلک کا مرکزی کردار تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ کچھ دن امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے قریب رہے۔ اب آپ کی یہ رائے نہ رہی کہ علماء دیوبند اور بریلویوں میں عقائد کا اختلاف ہے آپ نے اس بارے میں ہائی کورٹ میں جو بیان دیا وہ روزنامہ مغربی پاکستان کی ۲۰ اپریل کی اشاعت میں پوری طرح محفوظ ہے۔ اس سے پہلے مولانا احمد رضا خاں کا یہ پراپیگنڈا تھا کہ علماء دیوبند کے عقیدہ میں حضورؐ کا علم معاذ اللہ چوپایوں کے علم کے برابر ہے۔ (استغفر اللہ)

مولانا ابوالحسنات نے کھلے بندوں مولانا احمد رضا خاں کے اس پراپیگنڈے سے بغاوت کی اور عدالت میں بیان دیا:

---

[1] راہ عقیدت ص۱۱۲ تصنیف محمد شفیع اوکاڑوی [2] مقیاس حنفیت ص۳

مجھے کہا گیا ہے کہ میں معین طور پر بیان کروں کہ بریلویوں اور دیوبندیوں کے درمیان بنیادی عقائد کے اعتبار سے کیا اختلاف ہے؟ میں عرض کیے دیتا ہوں کہ اساسی عقائد کے اعتبار سے دونوں مکتبوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ بریلوی علما حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ توہین کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور دیوبند کے علما بھی اصولی طور پر اس کلیہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ دونوں مسلکوں کے علما کے درمیان بعض عبارتوں کے متعلق رائے کا اختلاف ہے۔[1]

مولانا مفتی احمد یار گجراتی بھی بولے اور احمد رضا خاں کی تردید کی۔

مخالفین یہ مانتے ہیں کہ تمام مخلوق کے مجموعی علوم سے علم مصطفےٰ زیادہ ہے۔[2]

آغا: تیغ درمیاں کن۔ اب کیا جھگڑا رہا؟ علماء دیوبند تو حضورؐ کے علم کی شان مانتے ہیں اب یہ معاملہ کہ اپنے آپ کو بریلوی کہیں اور اس پر قسمیں کھائیں لیکن کسی منصف مزاج کو تامل نہ ہوگا کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں کے بیان کردہ اس مسلک کو جو انہوں نے حفظ الایمان کے حوالے سے علماء دیوبند کے ذمہ لگایا تھا علماء دیوبند کا عقیدہ نہیں سمجھتے اور نہ انہیں کسی پیرایہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا مرتکب کہتے ہیں۔ کیا یہ ان حضرات کی اعلیٰحضرت سے کھلی بغاوت نہیں ہے؟ کہ علماء دیوبند حضورؐ کے علم کی شان مانتے ہیں۔

⑧ مولانا احمد سعید کاظمی ملتان

آپ جب جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں استاد تھے تو وہیں حضرت مولانا شمس الحق افغانی اور مولانا عبدالرشید نعمانی بھی استاد تھے۔ مولانا کاظمی کا ان حضرات سے اس طرح ملنا جلنا تھا کہ جیسا آج مولانا حامد سعید کاظمی، اور مولانا قادری محمد حنیف جالندھری کا دوستانہ ہے۔ حضورؐ کے

---

[1] روزنامہ نوائے وقت ۲۰ اپریل ۱۹۵۵ء [2] مواعظ نعیمیہ ص۱۹۲

شان و مرتبہ میں اختلاف رکھنے والے کبھی اس طرح شیر و شکر نہیں ہو سکتے۔ آپ جب ان علماء دیوبند سے سلام کرتے یا مصافحہ کرتے تو کیا یہ ان کے اس فتویٰ سے کھلی بغاوت نہ ہوئی ہوگی کہ ان حضرات سے ملنا جلنا سلام و کلام حرام ہے۔ کیا مولانا کاظمی منافقانہ طور پر کام کرتے تھے؟

⑨ مولانا محمد عمر اچھروی کی جامعہ اشرفیہ لاہور میں حاضری

مولانا محمد عمر اچھروی جب اپنے بیٹے عبدالوہاب کو لے کر جامعہ اشرفیہ لاہور میں آئے تو آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ آپ کتنے مسرور اور کتنے علماء سے مصافحہ کیا ہوگا۔ آپ ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے تھے میرا یہ عقیدہ نہیں کہ دیوبندیوں سے ملنا جلنا اور سلام کرنا حرام ہے میں اعلیٰحضرت کے اس فتویٰ سے متفق نہیں ہوں۔

اب آپ یہ فیصلہ فرمائیں کیا یہ اعلیٰحضرت سے کھلی بغاوت نہیں؟

آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالوہاب اچھروی مقیم کاونٹری (انگلینڈ) بھی عام مجالس میں اپنے والد کے اس مسلک کا ذکر کرتے ہیں اور علی الاعلان کہتے ہیں کہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز جائز ہے

مولانا عبدالرشید ربانی انگلینڈ میں دیوبندی جماعت کے ممتاز عالم ہیں۔ آپ [illegible] جمعیت علماء برطانیہ کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ مولانا عبدالوہاب نے جب اعلیٰحضرت کے مسلک سے بغاوت کی تو کتنے ہی دنوں مولانا عبدالرشید ربانی کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

⑩ مولانا شاہ احمد نورانی

پاکستان میں دیگر مذہب کے بریلوی عالم مولانا شاہ احمد نورانی ہیں۔ آپ کی دینی وحدت حضرت مولانا مفتی محمود کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا مودودی کے جانشین قاضی حسین احمد سے ہے۔ کہاں مولانا احمد رضا کا سب سے دور رہنے کا عقیدہ اور کہاں مولانا نورانی کا دیوبندیوں اور جماعت اسلامی سے دینی وحدت کو ترجیح دینا وہ حالات ہیں جنہوں نے مولانا احمد رضا خان کو پوری امت میں بالکل اکیلا چھوڑ دیا ہے۔

پاکستان کی پہلی نصف صدی کے آخر میں
دیوبندی اور بریلوی علماء کے مشترکہ دسترخوان

ہندوستان ہو یا پاکستان — بنگلہ دیش کی مسلم آبادیاں ہوں یا امریکہ کی مسلم آبادیاں — جہاں بھی دیوبندی اور بریلوی دونوں ملتے موجود ہیں اب ان میں وہ تناؤ اور تعصب نہیں جو مولانا احمد رضا خاں کے عرفانِ شریعت کے فتوے کی رُو سے پڑھا اور سنا جاتا رہا ہے۔ اب بریلوی وہ بریلوی نہیں جو مولانا احمد رضا خاں کے روحانی اور علمی وارث کہے جا سکیں۔ ان کے اپنے پیرو ان کے موقف کو ناقابلِ عمل سمجھ کر اعلیٰحضرت سے آہستہ آہستہ باغی ہوتے گئے اور آج دونوں اس نہج پر آ گئے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے آئندہ چند سالوں میں بریلویت شاید پوری کی پوری پھر اہلِ سنت میں آ ملے گی۔

صاحبزادہ فضل کریم اور صاحبزادہ فضل رحیم

یہ صاحبزادہ فضل کریم کون ہیں؟ مولانا سردار احمد لائل پوری سابق مدرس مدرسہ منظرِ اسلام بریلی کے صاحبزادے ہیں جو فیصل آباد سے اور یہ صاحبزادہ فضل رحیم کون ہیں؟ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری خلیفہ اعظم حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی؟ کے پوتے صاحبزادے پاکستان کی مختلف دینی تحریکات میں اور ملتان کے مشترکہ ملی اور قومی مسائل میں یہ دونوں صاحبزادگان بارہا اکٹھے دیکھے گئے اور بہت دوسرے موقعوں پر انہیں ایک دسترخوان پر کھانا کھاتے بھی پایا گیا —— کہاں گیا مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ عرفانِ شریعت کہ اکٹھے بیٹھنا حرام ہے۔

مولانا مفتی محمد حسین نعیمی اور مولانا مفتی عبدالرحمٰن اشرفی

مفتی محمد حسین نعیمی کرتے ہیں، مثلاً نعیم الدین مراد آبادی کے شاگرد مولانا نعیم الدین مراد آبادی مولانا احمد رضا خان کے دست راست تھے اور ان کی ترجمہ کنز الایمان پر پہلا حاشیہ انہی کا ہے۔ مفتی محمد حسین جامعہ نعیمیہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔ دوسری طرف مفتی عبدالرحمن صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور کے نائب مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔ مفتی محمد حسین صاحب نعیمی کو مولانا عبدالرحمن صاحب کے ساتھ اکٹھے اٹھتے بیٹھتے اور نمازیں پڑھتے دیکھا گیا۔ بریلوی علماء کی یہ روش بتا رہی ہے کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے فتاویٰ عرفان شریعت کو کبھی قابل عمل نہیں سمجھا۔

بریلویوں کی عقل اور سمجھ بوجھ

پڑھے لکھے لوگ بریلوی کہلانے سے کیوں گریز کرتے ہیں؟ محض اس لیے کہ ان لوگوں نے اسلام کے نام پر جو دین کا ڈھانچہ تیار کر رکھا ہے وہ کھانے پینے کا ایک ڈھانچہ ہے فطرت اور عقل سلیم سے دین خداوندی تسلیم نہیں کرتے عقلی و استدلالی کوئی قوت ان کی پشت پر نہیں ہوتی چند سطحی باتیں ان کا پیمانہ عقیدت ہیں جس پر یہ انبیاء اور اولیاء کی شان کو تولتے ہیں بقول پروفیسر مسعود احمد مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ آپ اس دور میں جاہلوں کا پیشوا سمجھے جاتے ہیں۔[1]

مولانا احمد رضا خاں کی نظر میں بھی ان کے پیرو زیادہ تر عقل و دانش سے دور اور علم و فراست سے نفور ہوتے ہیں۔ یہ لوگ بھیڑوں کی طرح واقع ہوئے ہیں۔ ان کے گلہ بان چند ملا ہیں جو انہیں اپنے مقاصد کے تحت استعمال کرتے ہیں۔ انہیں نہ زندگی کا شعور ہوتا ہے نہ آخرت کا — بقول احمد رضا خاں یہ بھولی بھیڑیں ہیں جنہیں ان کے مولویوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا مغالطہ دے کر اپنے پیچھے لگا رکھا ہے۔ چنانچہ خان صاحب خود بھی انہیں مخاطب کر کے اسی طرح لکھتے ہیں:-

تم مصطفیٰ کی بھولی بھیڑیں ہو۔[2]

---

[1] دیکھئے المیزان کا احمد رضا نمبر ص ۲۱ [2] [illegible] شریعت ص [illegible]

مولانا ابوالطیب داناپوری بھی اپنے بریلویوں کو اسی طرح ذکر کرتے ہیں کہ یہ بھیڑیں ہیں جو ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں :-

مصطفےٰ پیارے کی سیدھی سادھی بھیڑو! ہوشیار بھیڑیے بکریوں کے لباس میں تمہارے ساتھ آملے ہیں۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ امت کو چوپایوں کا گلہ قرار دینا اور آپ کی امت کو بھیڑیں قرار دینا اور نابکار کفار کو ہوشیار کہنا یہ اپنی رگوں کا شعور ہو سکتا ہے۔ جو کتاب و سنت کے نور سے بے نور ہوں۔ ورنہ قرآن کریم تو کافروں کو چوپایوں کے درجہ میں رکھتا ہے نہ کہ مومنوں کو — اولئک کالانعام بل ھم اضل کن لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے یہ اہل علم سے مخفی نہیں۔

بھیڑیں پیچھے لگانے کی ایک واردات

پاکستان ہندوستان میں اور یہاں انگلینڈ میں بھی دیوبندیوں اور بریلویوں کی مسجدیں ایک سی ہیں۔ دونوں کے محراب سمت کعبہ میں ہیں اور دونوں کا قبلہ مکہ مکرمہ کی مسجد حرام ہے۔ اب دیکھئے مولانا محمد عمر اچھروی کس طرح اپنی بھیڑوں کو باور کراتے ہیں کہ دیوبندی امام مصلے پر کھڑا کس طرح گنگوہ کی طرف منہ کرتا ہے۔ آپ نے کسی مسجد کا حوالہ نہیں دیا تاکہ کوئی جا کر تحقیق نہ کر لے۔ مکہ مکرمہ کا نام لے کر کہا کہ وہ وہاں دیکھ آتے ہیں کہ مسجد صولتیہ کا امام نماز میں گنگوہ کی طرف رخ کرتا ہے — پس پھر کیا ہوا سب بھیڑیں مولوی محمد عمر کے پیچھے لگ گئیں نعرہ تکبیر وادی یا رسول اللہ کے نعروں سے گونج اٹھی۔ ایسا کوئی شخص بھی نہ اٹھا جس نے اپنے روزمرہ کے تجربات اور مشاہدات سے ان کی تردید کی ہو — اور کہا ہو کہ دھوکہ منڈی کا مال یہاں نہیں چلے گا — کوئی مسلمان کسی اور سمت کو قبلہ نہیں بناتا — بہرحال مولانا محمد عمر

---

[1] تجانب اہل السنۃ ص۲۵۴

کی بات سنیے اور ان بھولی بھیڑوں کی عقل و سمجھ پر سر دھنیے مولانا محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں :-

مدرسہ صولتیہ کی مسجد میں محراب کے اندر ایک چھوٹا سا محراب بنا ہوا تھا۔
جس میں امام کھڑے ہو کر اپنا رخ ہندوستان کے گنگوہ کی طرف رکھتا
ہے فقیر نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔[1]

یہاں کے بریلوی ملقوں میں یہ بات مشہور کی گئی، جیسے پیران عظام ہیں جو قسمیں کھا کھا کر لوگوں کو باور کراتے ہیں کہ دیوبندی نماز میں اپنا رخ گنگوہ کی طرف کرتے ہیں اور لوگوں کو یہ سبق پڑھنے دیتے کہ وہ کعبہ کی سمت میں نہیں ہیں۔ پھر ان کی مجبوری ان کے اس پیغام کو لے کر ہر قریہ اور گاؤں میں پہنچ جاتی ہیں اور ہر جگہ پروپیگنڈہ کرتی ہیں کہ دیوبندی اس قبلے کو نہیں مانتے

یہ وہ تماشا ہے جو آج پڑھے لکھے طبقے میں بریلویوں کے بارے میں پائی جاتی ہے

ہمیں خوشی ہے کہ مولانا مدنی میاں اور ہاشمی میاں نے بھی ماہنامہ المیزان میں کھلے بندوں اس صورت حال کا اعتراف کیا ہے۔

آج کا سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرنے سے جھجکتا ہے۔ عام طور پر امام
احمد رضا خاں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مکفر المسلمین تھے[2]

ایک سوال اور اس کا جواب

بریلویوں میں پروفیسر طاہر القادری جیسے پڑھے لکھے آدمی سمجھے جاتے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی سند بھی لے چکے ہیں۔ اگر آج کے پڑھے لکھے لوگ بریلوی کہلانے میں کچھ جھجک سی محسوس کرتے ہیں تو یہ پروفیسر طاہر القادری جیسا آدمی ان لوگوں میں کیوں موجود ہے یہ صرف اس لیے کہ طاہر القادری صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کا مسئلہ تکفیر میں ساتھ چھوڑ دیا ہے وہ دیوبندیوں کو سرعام مسلمان کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز جائز سمجھتے ہیں۔

---

[1] مقیاس حنفیت صفحہ ۱۹۹ [2] المیزان، احمد رضا نمبر صفحہ ۲۱

بریلویوں کی مذہبی خودکشی

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الرسل وخاتم الانبیاء وعلیٰ آلہ الاتقیاء واصحابہ الاصفیاء اما بعد۔

یہ سرزمین حق و باطل کی آماجگاہ ہے اور یہاں خیر و شر کی قوتیں ایک دوسرے کے خلاف ہمیشہ سے ٹکراتی چلی آئی ہیں لیکن قدرت کا ہاتھ ساتھ ساتھ ایسے غیبی حالات بھی پیدا کر دیتا ہے کہ باطل کو ثبات و قرار نہیں ہوتا اور مجبوراً اسے اپنے آپ کو ٹھنڈا کرنا پڑتا ہے۔ قرآنی فیصلہ ہے۔

قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔

ترجمہ: اور کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل گیا گزرا ہوا، واقعی باطل چیز تو یوں ہی آتی جاتی رہتی ہے۔

حق و باطل کی معرکہ آرائی

ہم یہ دیکھتے رہتے ہیں کہ باطل کبھی اپنے پیروں پر نہیں چلا۔ حق اپنے پیروں پر چلتا ہے اسے کسی کے دھکیلنے کی ضرورت نہیں۔ مگر باطل کو چلنے کے لیے پاؤں لگانے پڑتے ہیں۔ جیسے عرب ممالک اپنی بنا سے قائم تھے لیکن اسرائیل کو وہاں جگہ دینے کے لیے امریکہ اور برطانیہ کو اسے پاؤں لگانے پڑے اور اب یہ ان کا کاشتہ استعمار انہی کے سہارے کھڑا ہے۔

مسلمان ہندوستان میں انگریزی حکومت کی سخت مخالفت کے باوجود قائم رہے اور اپنے پاؤں پر چلتے رہے لیکن قادیانیت کا پودا انگریزوں کے پاؤں دینے کے بغیر کہیں جم نہ سکا۔ باطل کا درخت ہمیشہ اکھڑا اکھڑا رہا ہے۔ اسے اپنے پاؤں پر کہیں قرار نہیں ملا۔ پھر وقت آیا کہ یہ غیر اسلامی تحریک قانوناً بھی غیر اسلامی قرار پائی۔ قرآن کریم میں ہے۔

ومثل كلمة خبيثة كشجرة خبيثة اجتثت من فوق الارض ما لها من قرار۔

ترجمہ: اور گندہ کلمہ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خراب درخت ہو کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر اکھاڑ لیا جاوے اس کو کچھ ثبات نہ ہو۔

سو یقین رکھیے کہ باطل آخرکار گھٹ کر رہتا ہے اور اس کے پرستار خود اپنی غور و فکر کے گرداب میں کھو جاتے ہیں۔

باطل کے جھاگ کا دریا

جھاگ کے ریلے بہت تو نظر آتے ہیں لیکن آہستہ آہستہ گھل جاتے ہیں۔ باطل کا ظہور و وجود بھی کچھ اسی شان سے ہوتا ہے کہ شروعات میں باطل کا جھاگ بہت اونچا اٹھتا ہے مگر وہ جلد اپنے پاؤں چھوڑ دیتا ہے اور آہستہ آہستہ گھٹ جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

فاما الزبد فیذهب جفاء و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذلک یضرب الله الامثال۔

ترجمہ: سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کے کارآمد ہے وہ دنیا میں رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان کرتے ہیں۔

حضرت مولانا ابو محمد عبد الحقؒ لکھتے ہیں۔

اسی طرح گو باطل بظاہر حق سے مشابہ ہے مگر جس طرح جھاگ اڑ جاتے ہیں اور پانی رہ جاتا ہے اسی طرح حق باقی رہتا ہے ملمع کاری چند روز میں کھل جاتی ہے۔[1]

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں۔

جب وحی آسمانی دین حق کو لے کر اترتی ہے تو قلوب بنی آدم اپنے ظرف اور استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں پھر حق اور باطل باہم بھڑ جاتے ہیں تو سیل ابھر آتا ہے تو باطل جھاگ کی طرح حق کو دبا لیتا ہے لیکن اس کا یہ ابال عارضی اور بے بنیاد ہے تھوڑی دیر کے بعد اس کے جوش و خروش کا پتہ نہیں رہتا۔ خدا جانے کدھر گیا جو اصلی اور کارآمد چیز جھاگ کے نیچے دبی ہوئی

---

[1] تفسیر حقانی جلد ۴ ص ۲

تھی یعنی حق وصداقت، بس وہ ہی رہ گئی۔

آپ یہ بھی لکھتے ہیں:۔

دنیا میں جب حق و باطل بھڑتے ہیں یعنی دونوں کا جنگی مقابلہ ہوتا ہے تو گو بظاہر چندے باطل اونچا اور چھایا ہوا نظر آتے لیکن آخر کار باطل کو منتشر کر کے حق ہی ظاہر و غالب ہو کر رہے گا۔

یہ صحیح ہے کہ باطل اپنی اُچھل اور شان و شوکت کے ساتھ جتنا تیز چلتا ہے اتنی ہی جلدی وہ پیچھے جاتا ہے باطل کا شور و غوغا زیادہ ہوتا ہے لیکن حق کو غلبہ اور قرار رہتا ہے۔

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

مسلمانانِ ہند کا سیاسی زوال

ہندوستان میں مسلمان اپنے سیاسی زوال کے باوجود ایک امت تھے۔ اس وحدت کے سہارے وہ پھر سنبھلنے کی کوشش میں تھے کہ بدایوں اور بریلی سے التزام تکفیر کا طوفان بڑی تیزی کے ساتھ اٹھا۔ اور مولانا فضل رسول بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے مسلمانوں کی وحدت ملی پر الیسی کاری ضرب لگائی کہ سوادِ اعظم اہل السنۃ والجماعت کو دو حصوں میں منقسم کر دیا۔

التزام تکفیر کا یہ شجرہ خبیثہ مسلمانوں کو مسلمانوں کی ہی تکفیر کی دعوت دیتا رہا۔ مگر حق کا شجرہ طیبہ اپنے پاؤں پر کھڑا رہا۔ مخالفات کی آندھیاں چلتی رہیں۔ الزامات لگتے رہے جب بھی بات کھلتی اندھیروں کے بادل چھٹتے جاتے اور اب دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں بیس لاکھ فرزندانِ توحید کے اجتماع عظیم نے ایک کھلی شہادت دی کہ حق کا پودا اپنے پاؤں پر کھڑا ہے۔ کوئی بادِ مخالف اسے اکھاڑ نہ سکی اور اس کا ہر عمل سدا بہار ہے۔

چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخِ نہالِ غم جسے دل کہیں وہ ہری رہی

مولانا احمد رضا خاں کی پچاس سالہ محنت

سوادِ اعظم اہلِ سنت والجماعت کو دو ٹکڑے کرنے کا سہرا مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے سر ہے آپ نے اس اہم کام کے لیے پچاس سال محنت کی۔ ان کے معتقد جناب قاری احمد پیلی بھیتی رقمطراز ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب پچاس سال مسلسل اسی جدوجہد میں منہمک رہے
یہاں تک کہ مستقل دو مکتبۂ فکر قائم ہو گئے۔ بریلوی اور دیوبندی یاد ہابی[1]

مولانا احمد رضا خاں بریلوی پچاس سال سے انگریزی حکومت کے سایہ تلے اسی جدوجہد میں منہمک رہے کہ کسی طرح اہل السنۃ مسلمانوں کے دو ٹکڑے کیے جائیں۔ اسی مذہبی تقسیم کی غرض یہ تھی کہ انگریزی حکومت مضبوط ہو۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے ایک بیان سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں وزیرِ اعظم تک بننے کی یہاں امید لگ گئی تھی۔ آپ ایک جگہ خود لکھتے ہیں :-

کافی سلطانِ نعت گویاں ہے رضا انشاء اللہ میں وزیرِ اعظم[2]

(یعنی) اے رضا بادشاہ یہ حکومت ہم نعت خوانوں کو کافی ہے۔ انشاء اللہ میں جلد وزیرِ اعظم بنا کر یہ حکومت کی سرپرستی ہمیں حاصل ہے میں اس کا وزیرِ اعظم بن کر رہوں گا۔ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی وزیرِ اعظم نہ بن سکے۔ صرف امت کی تفریق کا سہرا باندھ اعلیحضرت ہو گئے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے دو ٹکڑے

اہل السنۃ والجماعۃ کے دو ٹکڑے ہونے پر کون مسلمان ہے جس کا دل نہ دکھتا ہو مسلمانوں کی مثال ایک انسان کی ہے جس طرح اس ایک انسان کے تمام اعضاء صحیح و سالم ہوں تو اسے کوئی دکھ

---

[1] سوانح اعلیٰ حضرت ص۸ [2] حدائق بخشش حصہ سوم ص۔ بریلوی تاویل کرتے ہیں کہ یہاں حکومت کا وزیر اعظم ہونا مراد نہیں بلکہ نعت خوانی میں وزیر اعظم ہونا مراد ہے۔ یہ بات درست نہیں کیونکہ مولانا شاعری میں بلکہ اس کی ہر صنف میں اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتے تھے اپنے آپ کو وزیر اعظم نہیں مانتے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں خود لکھتے ہیں۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں[3]

نہیں لیکن اس کے کسی حصے کو کوئی تکلیف ہو تو سارا بدن آزردہ ہوتا ہے، کسی عضو بدن کو اس سے جدا کر دیا جائے تو اس کے سارے بدن کو تکلیف ہوتی ہے اور اسے دکھ پہنچتا ہے۔ اسی طرح اس امت کو جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وحدت میں جوڑا تھا مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اسے توڑ دیا۔ جناب پیر کرم شاہ صاحب بھیروی ایک جگہ اہل السنۃ کی اس باہمی تفریق پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

> اس باہمی اور داخلی انتشار کا سبب اہلسنت والجماعت کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔ دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی اور صفاتی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت قرآن کریم، قیامت اور دیگر ضروریات دین میں کلی موافقت ہے۔ لیکن بسا اوقات طرز تحریر میں بے احتیاطی اور طرز تقریر میں بے اعتدالی کے باعث غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور باہمی سوءظن ان غلط فہمیوں کو ایک بھیانک شکل دے دیتا ہے۔[1]

آیئے حالات کی روشنی میں جائزہ لیں کہ باطل کا درخت کیسے اکھڑتا ہے اور تکفیر کی گولہ باری کرنے والے خود اپنے پاؤں کیسے واپس لوٹتے ہیں۔ یہ واقعات جہاں ایک طبقے کے غلط کردار کی ایک تاریخ ہیں وہاں ان میں نصیحت کی ایک کرن بھی موجود ہے کہ بہت دور تک نکل جانے کے باوجود کبھی کبھی احساس زیاں ان کے دلوں میں بھی چٹکیاں لیتا رہا ہے۔ اس اصول پر چند حقیقتیں ہدیہ قارئین ہیں کہ یہ لوگ کس طرح اپنے دن کے کاتے ہوئے سوت کو شام کو تار تار کرتے رہے، اور کس طرح ان کے اپنے ہاتھوں ان کی محنتوں کا خون ہوتا رہا۔

ولا تکونوا کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انکاثا۔

مخالف لشکروں سے معرکہ آرائی تو لوگوں نے عام دیکھی ہوگی لیکن خود اپنے لشکروں سے بھی جنگ آزمائی کے مرحلے بہت کم نظروں سے گزرے ہوں گے۔ ان فرضی ختم نبوت اور لفظی نزاعات

---

[1] ضیاء القرآن حصہ اول ص

مگر ذرا دھیان سے سنا جائے تو باطل کے گھروندے بالکل پیوست زمین ہوتے نظر آتے ہیں۔ یہ بولیوں کی یہ مذہبی خودکشی بتارہی ہے کہ انجام کار انگریزی دور کی تمام باطل تحریکات ختم ہو کے رہیں گی اور ختم رسالت کی پر وحدت کا آفتاب پھر سے طلوع ہو کر رہے گا۔

؎ نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

مذہبی خودکشی کی المناک داستان

الحمد لاهله ولاحمد لغیر اهله والسلام الاکمل علی رسوله ولاتمه لمکارمه وعلی آله واصحابه ولاعدائهم لمن لهم ولاحقاء لمکارمهم۔

خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے برطانوی ہند کو جب سے دارالحرب قرار دیا انگریزی علمداری کی پیشانی پر حرف سے اس خاندان پر عتاب ہونے لگا حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اس تیرآزمائی کا نقطۂ آغاز تھے شرک و الحاد کی موجیں مسلمانانِ ہند پر بری طرح امڈ رہی تھیں اور حضرت شاہ صاحبؒ سنت کے عقیدۂ توحید کی نشر و حفاظت میں اپنی جان کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ فرد بیان توحیدِ عربی کی مشہور کتاب المنجد میں لکھتا ہے۔

اسماعیل (۱۷۸۱–۱۸۳۱) ولد في دهلي افزعته موجة الشرك التي طغت على مسلمي الهند فاخذ يبشر بتعاليم الاسلام ورحل ۱۸۲۲ الى جنوب ودعا الى الجهاد على السيخ (۱۸۲۶) وقتل على ايديهم من كتبه تقوية الايمان في التوحيد طبع سنة ۱۸۲۰ ورسالة اصول الفقه[1]

ترجمہ۔ اسماعیل شہیدؒ (۱۸۳۱ء) دہلی میں پیدا ہوئے شرک کی موجیں مسلمانانِ ہند پر چڑھ آئیں تو آپ بہت پریشان ہوئے اور تعلیمات اسلامی شروع کیں ۱۸۲۲ء میں پشاور گئے اور سکھوں سے جہاد کیا اور ان کے ہاتھوں مارے گئے آپ کی کتابوں میں توحید کے موضوع پر تقویۃ الایمان ہے جو ۱۸۲۰ء میں چھپی ہے اور علم فقہ میں رسالہ ہے۔

اہل بدعت کے مذہبی اور سیاسی الزامات اسی دور سے شروع ہوتے ہیں اور یہی وہ شخصیت ہے جو اپنوں اور بیگانوں کا ایک وقت تختۂ مشق بنی مگر اسے قدرت کا کرشمہ کہیے یا حضرت شہیدؒ

[1] المنجد معجم اعلام المشرق والمغرب صفحہ ۳۵ طبع بیروت المطبعۃ الکاثولیکیۃ

کی کرامت صادقہ کہ اہل باطل نے جس شخصیت کے خلاف ہر طرف سے کانٹوں کی باڑ کھینچی۔ وہ خود اسی میں الجھ کر رہ گئے یہیں سے ان کی مذہبی کشمکش شروع ہوئی اور یہیں سے ان کی مذہبی خودکشی کا آغاز ہو گیا۔ اُن کے دن کو سُوت کاتنے اور شام کو خود ہی اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے دونوں پہیے متوازی چلتے رہے۔ اسی نام گرامی سے ہم اس بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ کی شخصیت سے کون واقف نہیں آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے خاندان کے چشم و چراغ اور اپنے عقائد و نظریات میں اپنے خاندان کے مکمل ترجمان تھے۔ اس خاندان کے تمام حضرات خصوصاً حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ شرک و بدعت کے سخت مخالف رہے تھے۔ آپ کے بھتیجے اور شاگرد حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ بھی انہی کے نقش قدم پہ چلے اور جن بدعات کے خلاف حضرت شاہ صاحب نے آواز اٹھائی تھی حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ بھی انہی کے خلاف رہے۔ سیرت سید احمد شہیدؒ میں ہے:۔

> ایک موقع پر شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ تفسیر قرآن میں عبدالحی میرا نمونہ ہے اور تحریر میں رشید الدین، حدیث میں حسن علی اور فقہ میں اسحٰق (رحمہم اللہ اجمعین) حضرت شاہ صاحب کے بارے میں پوچھا تو فرمایا:۔
>
> اسماعیل کا علم کسی شعبے میں محدود نہیں جن لوگوں نے میرے عہد شباب کا علم دیکھا ہے اس کا نمونہ دیکھنا ہو تو اسماعیل کو دیکھ لیں[1]

اسی طرح مولانا فضل حق خیرآبادیؒ جن کی بریلویوں نے اپنی مشہور کتاب انوار آفتاب صداقت میں بہت تعریف کی ہے جب انہیں خبر ملی کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید ہو گئے ہیں تو طلبا کو سبق پڑھانا منقطع کر دیا اور گھنٹوں بیٹھے روتے رہے پھر اس کے بعد فرمایا:۔

> اسماعیل کو ہم مولوی نہ جانتے تھے۔ وہ امت محمدیہ کا حکیم تھا کوئی شئے نہ تھی

---

[1] سیرت سید احمد شہیدؒ ص ۱۱۸

جس کی امت اور ملت اس کے ذہن میں نہ ہو۔

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اس امت کے حکیم تھے اور آپ بدعات کے سخت مخالف تھے اس وقت مسلمانوں میں ہندوؤں کے رسم و رواج عود کر رہے تھے آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں عوامی اصلاح و ارشاد کی مہم چلائی اور توحید اسلام کو شرک کی ہر بار یک سے باریک آلائش سے پاک دیکھنے کے لیے کمر ہمت باندھی۔ ہر طرح کی صعوبتوں کو برداشت کیا اور قرآن و حدیث کی روشنی میں کتاب تقویۃ الایمان تالیف فرمائی۔ بہت سے گھرانے جو ہندوانہ رسم و رواج میں گھرے ہوئے تھے اس کتاب کی بدولت ورطۂ ظلمت سے نکلے۔ حضرتؒ نے ان کو توحید اسلام کی روشنی پھر سے دکھائی۔ آپ نے اس مسئلہ میں شرک کو بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

مولانا احمد رضا خان اس کتاب سے بہت نالاں تھے آپ کے شاگرد ہندوانہ رسم کی اشاعت میں مصروف تھے سو آپ اس واضح توحید کو کیسے گوارا کر سکتے تھے۔ آپ نے مولانا شہیدؒ کے خلاف بڑی تیز مہم شروع کی مولانا احمد رضا خاں نے پوری کوشش کی کہ کسی طرح تقویۃ الایمان سے کفریہ الفاظ ثابت کیے جائیں اور وہ ان کے سہارے شاہ صاحبؒ پر حکم کفر جاری کر سکیں۔ مگر ان کی یہ تمنا پوری نہ ہوئی۔ تو مولانا احمد رضا خاں نے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے ذمہ ایسے ایسے عقائد لگائے کہ شیطان بھی کانوں پر ہاتھ دھر تا رہ گیا ہوگا۔

مولانا شہیدؒ کے خلاف بڑا الزام

دنیا میں گمراہ لوگ تو بہت ہوئے ایسے بھی ہوئے جنہوں نے خدائی کے دعوے کیے بڑے بڑے مدعی نبوت پیدا ہوئے مگر کسی نے خدا کی شان میں ایسے گستاخانہ کلمات کبھی نہ کہے جو مولانا احمد رضا خاں نے کہے اور مزے لے لے کر بات بڑھاتے چلے گئے۔ ان الفاظ کے بیان سے زبان تھراتی ہے اور قلم لرزتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں شاہ اسماعیل شہیدؒ پر الزام تراشی کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے بارے میں جو زبان استعمال کرتے ہیں اسے ملاحظہ کیجئے۔

---

[1] مجاعت مجاہدین ص ۱۱

اس کا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے۔ ایسے کو جس کا بکنا بھولنا سونا، اونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتیٰ کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے کھانا پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتیٰ کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا کوئی خباثت، کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں۔ وہ کھانے کا منہ بھرنے کا پیٹ اور مردی اور زنانی کی علامتیں (یعنی آلۂ تناسل اور شرمگاہ) بالفعل رکھتا ہے۔ صمد نہیں جوف دار کھکل ہے۔ سبوح و قدوس نہیں خنثیٰ مشکل ہے یا کم از کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے اور یہی نہیں اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہے۔ ڈبو بھی سکتا ہے۔ زہر کھا کر یا دبا گلا گھونٹ کر جیسے دق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے۔ اس کے ماں باپ جورو بیٹا سب ممکن ہے، بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے۔ ربڑ کی طرح پھیلتا اور سمٹتا ہے۔ برہما کی طرح چو مکھا ہے[1]

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں جو گندے اور گستاخانہ کلمات استعمال کیے ہیں، ان سے شریف انسان کانپ اٹھتا ہے۔ اگر شرافت کے نام سے انہیں چڑ تھی تو تختۂ مشق کسی فریق مخالف کو بنا لیے کے لیے کیا ان کے سامنے خدا ہی کا نام رہ گیا تھا؟ ان الفاظ کی مشق کے لیے انہوں نے خدا کا نام آخر کیوں تجویز کیا؟ یہ سوچنے کی بات ہے۔

بہر حال اگر یہ عقائد جو مولانا احمد رضا خاں نے مولانا شہیدؒ کی طرف منسوب کیے ہیں، واقعی یہ ان کے عقائد تھے تو پھر کسی شخص کو ایسے عقائد رکھنے والے کے کفر میں شبہ نہ ہو سکے گا اور اس سے بڑھ کر کیا کفر ہو سکتا ہے کہ خدا کے بارے میں اس قسم کی گستاخی کی جائے اور اس قسم کے عقائد رکھے جائیں۔ ایک عالم اور مفتی تو بہت دور کی بات ہے، ایک آدمی جس نے صرف کلمہ پڑھا ہے خدا کے بارے میں ایسے عقائد رکھنے والے اور ایسی گندی زبان استعمال کرنے والے کو کبھی مسلمان نہیں سمجھ سکتا۔

---

[1] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد ا ص ۳۷

اسے مسلمان سمجھنا خود اس کے کافر ہونے کی دلیل ہے۔

اپنے آپ سے ٹکراؤ اور فتوے عدم تکفیر

مولانا احمد رضا خاں نے مولانا شہیدؒ کے عقائد کفریہ ثابت کرنے کے لیے ستر سے زیادہ وجوہ کی کوشش کیے لیکن اتنے کفریات کے باوجود ان کی عدم تکفیر کا اعلان کیا ہمارے محتاطین کو انہیں کافر کہنے سے روکتے رہے یہ ان کا اپنے ہی لشکر سے ٹکراؤ تھا۔ آپ مولانا شہید کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں :۔

علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتویٰ وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ والسداد یہی جواب ہے یہی فتویٰ دیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے[۱]

مولانا احمد رضا خاں نے مولانا شہیدؒ کے خلاف جو تیز مہم چلائی تھی، اب خود ہی اپنی بنائی ہوئی ساری عمارت منہدم کر دی قرآن کریم اس شکست خوردہ سیرت کا یوں نقشہ کھینچتا ہے :۔

ولا تکونوا کالتی نقضت غزلہا من بعد قوۃ انکاثا۔ (سورۃ النحل ع ۱۳)

ترجمہ:۔ اور تم نہ ہو جاؤ اس عورت کی طرح جو اپنے سوت کاتنے کے بعد اسے ریزہ ریزہ کر دیتی تھی۔

ایک عورت ریطہ بنت سعد بنت تیم تھی جو دیوانی تھی وہ روزانہ دوپہر تک سوت کاتا کرتی اور اپنی لونڈیوں سے بھی کتواتی تھی، مگر شام کو خود ہی اسے وہم کی وجہ سے ریزہ ریزہ کر ڈالتی مولانا احمد رضا خاں بھی دن بھر کفریات کے پونے پرزے جمع کرتے رہے اور شام کو اسی دن کے کاتے ہوئے سارے سوت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، اور اعلان کر دیا کہ کوئی مولانا اسمٰعیل کو کافر کہے یہی

---

[۱] تمہید ایمان ص ۴۲

فرقہ ہے۔ یہی مذہب ہے اور اسی میں سلامتی ہے۔ مذہبی خودکشی کی اس سے بڑھ کر مثال اور کیا ہوگی؟

جناب پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کا فتویٰ

کاش کہ مولانا احمد رضا خاں شروع سے ہی حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی بات مان لیتے۔ حضرت پیر صاحب کا علمی اور فکری مقام مولانا احمد رضا خاں صاحب سے بدرجہا اونچا تھا انہیں پیر صاحب کی بات مان لینی چاہیئے تھی۔ جناب پیر مہر علی شاہ صاحبؒ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

اس مقام پر امکان یا امتناع نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مانی الضمیر ظاہر کرنا مقصود ہے۔ نہ تصویب یا تغلیط کسی کی از فریقین اسماعیلیہ و خیر آبادیہ میں سے۔ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم راقم ہر دو فریق کو ماجور و مثاب جانتا ہے[1]

جب پیر مہر علی شاہ صاحبؒ جیسے بزرگ مولانا اسماعیل شہیدؒ کے نظریات و عقائد کے بارے میں یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو کیا حق پہنچتا تھا کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ کی طرف اپنی مزعومہ کفر یا بدعت کی نسبت کرتے اور امت میں تفرقہ ڈالتے۔

علماء دیوبند پر مولانا احمد رضا کا فتویٰ

علماء دیوبند چونکہ ولی اللہی خاندان کے ترجمان تھے اور ان کے عقائد وہی تھے جو حضرات صحابہ کرامؓ اولیاء عظام اور تمام اہل السنۃ والجماعۃ کے تھے تو مولانا احمد رضا خاں کو جو بغض ولی اللہی خاندان سے تھا، وہی ان کے شاگردوں اور خاندانوں سے ہونا ضروری تھا چنانچہ اسی بغض و حسد کی آگ نے مولانا احمد رضا خاں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ان حضرات کی تکفیر علماء حرمین سے جو اردو سے واقف نہ تھے کسی حیلے بہانے سے کرالیں اور پھر ان حضرات کی عام تکفیر کرتے رہیں چنانچہ مولانا

---

[1] فتاویٰ مہریہ ص۱۵

احمد رضا خاں نے فتویٰ صادر فرمایا۔

جو انہیں کافر نہ کہے جو ان کا پاس لحاظ رکھے جو ان کے استاد یا رشتہ یا دوستی کا خیال کرے وہ بھی انہیں میں سے ہے انہیں کی طرح کافر ہے۔ قیامت میں ان کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا۔[1]

مولانا احمد رضا خاں نے دیوبندیوں کے بارے میں یہ بھی لکھا۔

من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔[2]

پھر یہ بھی لکھتے ہیں۔

بلاشبہ اس سے دور بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا اس سے بغض اس کی اہانت اس کا رد فرض اور توقیر حرام و ہدم اسلام اسے سلام کرنا حرام اس کے پاس بیٹھنا حرام اس کے ساتھ کھانا پینا حرام اس کے ساتھ شادی بیاہ حرام اور قربت زنا خالص اور بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت اسے مسلمانوں کا سا غسل و کفن دینا حرام اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا اس کے جنازے کی مشایعت حرام اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام اس کے لیے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر ہے۔[3]

ایک مقام پر یہ بھی لکھتے ہیں۔

علمائے کرام حرمین شریفین نے دیوبند کے پیشواؤں پر نام بنام حکم ارتداد دیا اور فرمایا۔ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔ جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی مسلمان نہیں پھر ان لوگوں کو عالم دین سمجھنا یا ان سے کوئی شرعی فتویٰ طلب کرنا کیسے حلال ہو سکتا ہے حرام حرام سخت حرام ہے۔[4]

---

۱ احکام شریعت ص ۲ عرفان شریعت ۳ ایضاً ص ۲۳ ۴ ایضاً ص

صبح کا کاتا ہوا سوت شام کو ریزہ ریزہ

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے کس خوبی میں حرام حرام کی گیارہ مرتبہ گردان کی ہے اور بڑے زور شور کے ساتھ فتوے صادر فرمایا ہے اب چاہیئے تو یہ تھا کہ کوئی بھی بریلوی دیوبندیوں سے کسی قسم کی مناسبت نہ رکھتا مگر افسوس کہ بریلویوں نے خود ہی اس صبح کے کاتے ہوئے سوت کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

کچھوچھوی صاحب نے دیوبندی امام کی اقتداء کی

مولانا سید محمد کچھوچھوی صاحب نے دھوراجی کاٹھیاواڑ کے دیوبندی امام کے پیچھے ۲۰ رمضان ۱۳۸۰ھ کو فاروقی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی۔ بریلویوں کے مولوی حشمت علی صاحب نے کچھوچھوی صاحب کے خلاف ایک رسالہ بنام "ستر باادب سوالات" تحریر فرمایا۔ اس میں آپ کچھوچھوی صاحب کی دیوبندی امام کی اقتداء کا یوں ذکر کرتے ہیں:-

> مرتد دیوبندی امام نے خطبہ پڑھا جمعہ پڑھایا جس وقت وہ منبر پر چڑھا اسی وقت ایک سنی امام نے پکار کر اعلان کر دیا کہ بھائیو یہ امام دیوبندی وہابی ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی۔ یہ سن کر مسلمانان اہل سنت اس مسجد سے باہر چلے گئے۔ مدرسہ مسکینہ دھوراجی کے صدر المدرسین مفتی عبد العزیز خاں صاحب نعیمی فتحپوری نے بھی جو صف اول میں کچھوچھوی صاحب کے متصل ہی بیٹھے ہوئے تھے کچھوچھوی صاحب سے کہا کہ حضرت یہ امام دیوبندی وہابی ہے یہاں سے تشریف لے چلئے کسی اور مسجد میں سنی امام کی اقتداء کر کے نماز جمعہ ادا کیجئے۔ جب کچھوچھوی صاحب بالکل خاموش بیٹھے رہے تو خود مفتی صاحب مذکور بھی سنی مسلمانوں کے ساتھ فوراً چلے آئے اور ناگانی شاہ کے تکیے کی مسجد میں سنی امام کے پیچھے جمعہ ادا کیا۔ مگر کچھوچھوی صاحب نے اس اعلان کے بعد بھی مرتد دیوبندی امام کی اقتداء میں جمعہ پڑھا

کچھوچھوی صاحب کے صاحبزادوں مدنی میاں اور ہاشمی میاں ایڈیٹر ماہنامہ المیزان بمبئی مولانا حشمت علی خاں اور ان کے بھائی محبوب علی خاں سے اسی لیے ناراض ہوئے کہ انہوں نے ان کے والد کی اس بے تمیز خودکشی سے پردہ کیوں اٹھایا پھر یہ ناراضگی یہاں تک بڑھی کہ کچھوچھوی صاحبان نے مولانا احمد رضا خاں کی حدائق بخشش حصہ سوم کے بعض اشعار کا محض اس لیے انکار کر دیا کہ اس کے مرتب مولانا محبوب علی خاں مذکور تھے۔ حالانکہ یہ صاحب ساری جماعت کے محبوب رہ چکے تھے اور مولانا احمد رضا خاں کے قلمی مسودات اور بیاض سب انہی کی تحویل میں رہتے تھے۔

مفتی مظہر اللہ صاحب دہلوی کا فتوے

بریلویوں کے مفتی مظہر اللہ صاحب دہلوی کے صاحبزادے مسعود احمد صاحب جو آج کل مولانا احمد رضا خاں کی حمایت میں بہت پیش پیش ہیں اور اس دور میں ان کے نقیب خاص واقع ہوئے ہیں آپ کے والد کے فتاوے کی کتاب "فتاوی مظہری" بریلویوں کے ہاں بڑی مقبولیت رکھتی ہے اس میں مفتی مظہر اللہ صاحب نے علماء دیوبند کی تکفیر میں مولانا احمد رضا خاں کی بنائی ساری عمارت دھڑام سے نیچے گرا دی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

> شارع اقدس نے کسی کو سمجھ ہی ایسی عطا فرمائی ہو کہ اس کی سمجھ میں کسی عبارت کے ایسے ظاہری معنی نہیں آتے جو موجب کفر ہوں تو ایسے شخص کی دیانۃً تکفیر نہیں کی جائے گی کہ وہ ایسے معنی کا قائل نہیں جو موجب تکفیر ہیں۔[1]

کسی عبارت کی مراد وہی معتبر سمجھی جائے گی جو مصنف بتائے آج بھی ملت اسلامی راہ اتحاد میں ماضی کی شوکت کو تازہ کر سکتی ہے۔

مفتی مظہر اللہ صاحب دہلوی اسی لیے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا ذکر نہایت اچھے الفاظ میں کیا کرتے تھے مولانا احمد رضا خاں کے مذکورہ فتوی کے مطابق تو دیوبندی حضرات سے میل جول

---

[1] فتاوی مظہری ص ۳۹۵

سلام و تعظیم ہر چیز حرام تھی۔ یوں کہیے مولانا احمد رضا خاں کے دن کے کاتے ہوئے سوت کو مفتی مظہر اللہ صاحب نے ایک ہی جھٹکے میں ریزہ ریزہ کر دیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کا عمل

پیر جماعت علی شاہ صاحب بھی بریلویوں کے ہاں بڑے مقبول بزرگ تھے۔ آپ کو اپنے علاقہ میں کہیں کوئی ایسی درسگاہ نہ مل سکی جہاں حدیث کی کتابیں پڑھائی جاتی ہوں۔ آپ نے اپنے صاحبزادے اور جانشین مولانا محمد حسین صاحب کو حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے حدیث کی تعلیم حاصل کی اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے ان کی دستار بندی کی۔ اگر پیر صاحب واقعی مولانا احمد رضا خاں کے ہم خیال اور ہم عقیدہ تھے تو اس سے بڑھ کر ان کی مذہبی خودکشی کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟

علی پور میں شیخ الہندؒ کے تبرکات

حضرت شیخ الہندؒ کی صاف فرسودہ دستار علی پور میں بطور تبرک اب تک محفوظ رکھی ہوئی ہے۔ اس سے بڑھ کر ان کے ہاں مولانا احمد رضا خاں کے مذکورہ فتوے کی تردید اور کیا ہوگی۔

مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ کہ علماء دیوبند سے میل جول سلام کلام سب حرام ہے کہاں گیا؟ بریلوی حلقے اپنے دن کے کاتے ہوئے سوت کو شام کے وقت ریزہ ریزہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ صرف حق کی شان ہے کہ سدا بہار ہے۔

وہابیہ کی حکومت نہ ہو سکنے کا دعویٰ

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے وقت میں نہ اسرائیل کی حکومت تھی نہ حرمین شریفین پر آل نجد کا قبضہ تھا مگر ایسے حالات محض اتفاقی تھے۔ شریعت کے کسی اصول کے تحت ان کی حکومت کے نہ بن سکنے کی خبر تھی نہ یہ قطعی فیصلہ تھا کہ ان کی حکومت کبھی کہیں نہ ہو سکے گی۔

مولانا احمد رضا خاں نے محبت و عداوت کی بحث میں یہ اصول پیش کیا ہے کہ جو کفر عداوت پر مبنی ہو اسے دنیا میں کہیں عزت نہیں ملتی اور جو کفر محبت کی راہ سے آئے اسے اقتدار ملتا ہے۔ خاں صاحب اس تفصیل سے بریلویوں کو تسلی دے رہے ہیں کہ تمہارے کفر و شرک کے عقائد محبت کی راہ سے آرہے ہیں، بس تم زیادہ پریشان نہ ہو، عداوت والے کفر سے تو تم دنیا میں بہتر رہو گے۔ افسوس کہ خاں صاحب کے ذہن میں یہ نہ آیا کہ کفر کفر ہے خواہ وہ کسی راستے سے آئے۔ مومن کا سرمایۂ حیات ایمان اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں نے اسلام کے فلسفۂ حکمت پر یہ افترا باندھا ہے:

نصاریٰ اور یہودی کافر دونوں ہیں لیکن محبان خدا کی محبت میں، دوسرے عداوت میں۔ قرآن عظیم میں یہودیوں کو مغضوب علیہم اور نصاریٰ کو ضالین فرمایا یہی وجہ ہے کہ آج روئے زمین پر کوئی یہودی ایک گاؤں کا بھی حاکم نہیں بخلاف نصاریٰ کے کہ ان کی سلطنت ظاہر ہے اور بعینہٖ یہی حال روافض و وہابیہ کی ہے کہ روافض مثل نصاریٰ کے محبت پیر کافر ہیں اور وہابیہ مثل یہود کے عداوت میں۔ چنانچہ روافض کی حکومت ایران کا تخت موجود ہے اور وہابیہ کی ایک پٹیہ بھی کہیں نہیں۔[1]

ناظرین کو معلوم ہے کہ اسرائیل یہودیوں کی سلطنت ہے اور سعودی عرب میں انہی لوگوں کا قبضہ ہے جو اعلیٰحضرت کے فلسفۂ شریعت میں ایک پٹیہ (جھونپڑی) کے مالک بھی نہ ہو سکتے تھے۔ آجکل بھی آپ کو ایسے کئی پیر ملیں گے جن کی پیشگوئیوں کا یہ حال ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

وہابیہ کی حکومت کے موجود ہونے کا دعویٰ

مولوی محمد عمر اچھروی سے پوچھا گیا کہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کے متولی آج کل وہابی ہیں تو آپ نے جواب دیا:

[1] احکام شریعت حصہ دوم ص[illegible]

وہابیوں کا وہاں جانا معظم حرمین نہیں ہے[1]

بریلویوں نے اسی عبارت میں تسلیم کیا ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر وہابیوں کی سلطنت موجود ہے۔ اب آپ اس کی روشنی میں سوچیں کہ بریلویوں کے ہاں مولانا احمد رضا خاں کے اس عقیدہ کا کیا حشر ہوا ہوگا کہ وہابیوں کی حکومت دنیا میں کہیں پر بھی نہ ہو سکے گی۔ مولانا احمد رضا خاں کے اسی دن کے کانٹے ثبوت کو اسی جماعت کے ایک فرد (مولوی محمد عمر اچھروی) نے شائع کر تار تار کر دیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

آپ کہیں گے کہ بریلوی کیا عجیب قوم ہیں کہ بیک وقت تضادات پر ایمان رکھتے ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ وہابیہ کی حکومت دنیا میں کہیں نہیں ہو سکتی اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ سعودی عرب پر وہابیوں کی حکومت موجود ہے۔ ہمیں اس پر تعجب نہیں۔ قرآن کریم علمائے یہود اور رہبان و نصاریٰ کی جس صفت سے پردہ اٹھا چکا ہے کہ ان کے اختلافات علمی نہیں زیادہ تر شکمی تھے۔ قرآن کریم کہتا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس

بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ۔ (پ التوبہ ع ۵)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! بیشک بہت سے مولوی اور پیر لوگوں کا مال برے غلط طریقوں سے کھا جاتے ہیں اور وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

اس آیت شریفہ میں خبر دی کہ مذہبی دنیا میں بھی وہ لوگ موجود ہیں جن کی نظریں ہمیشہ قوم کے مال پر لگی رہتی ہیں اور مختلف حیلوں سے وہ اسے ہڑپ کرتے رہتے ہیں۔

آیت احبار و رہبان مسلمانوں کو شامل نہیں

مفتی احمد یار گجراتی صاحب نے آئینے میں جب اپنی صورت دیکھی تو جھٹ دعوے کر دیا کہ

---

[1] مقیاس حنفیت ص۲ یعنی وہابیوں کے حرمین پر قابض ہونے سے حرمین کی شان میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ یہ مراد ہے کہ بریلوی عقیدہ میں وہیں کافر جا سکتے ہیں۔

کہ مسلمانوں کے مولوی اور پیر کو کتنے ہی طریقوں سے لوگوں کا مال ہضم کریں اس آیت کے حکم میں نہیں آتے

اس آیت میں مسلمانوں کے مولوی پیر داخل نہیں جیسا کہ آجکل بعض وہابیوں نے سمجھ رکھا ہے۔[1]

اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ مسلمان پیر مسلمانوں کا مال اڑانے کے لئے کتنے ہی حیلے اور فریب اختیار کریں، وہ اس آیت کی وعید میں ہرگز نہ آئیں گے۔ انہیں کھلی چھٹی ہے کہ وہ بریلوی بن کر شتر کھلائے بیک ڈکار ہضم کرتے رہیں اور کوئی انہیں ٹوکنے والا نہ ہو۔

آیت احبار و رہبان مسلمانوں کو بھی شامل ہے

ان کے ایک پیر لمبے بیرون ملک کچھ عرصہ قیام کیا تو انہیں ان کا ضمیر ملامت کیے بغیر نہ رہ سکا انہوں نے صاف کہہ دیا کہ یہ آیت مسلمانوں کو بھی شامل ہے اور بقول مفتی احمد یار خاں یہ پیر صاحب بھی وہابی ہو گئے۔ یہ پیر صاحب کون ہیں؟ یہ بھیرہ کے پیر کرم شاہ ہیں آپ فرماتے ہیں۔

> صحیح قول یہ ہے کہ اس میں اہل کتاب اور مسلمان سب داخل ہیں جس میں یہ خرابی ہو گی وہ اس سزا کا مستحق ہو گا۔ تعالیٰ ابوذر وغیرہ نزلت فی اھل الکتب وغیرھم من المسلمین وھو الصحیح (قرطبی) کیونکہ اگر صرف اہل کتاب مراد ہوتے تو یہم ظالمین کے اعادہ کی ضرورت نہ تھی۔[2]

ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ بات مفتی احمد یار صاحب کو کیوں سمجھ میں نہ آئی اور انہوں نے بلا وجہ اس بات کے قائل کو وہابی قرار دے دیا۔ پیر کرم شاہ صاحب کی اس مذہبی خودکشی کے جواب ایک اور بریلوی بزرگ کی خودکشی کا المناک منظر دیکھئے۔

مولانا احمد سعید کاظمی کی مذہبی خودکشی

صدر ایوب خان کے دور میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں ایک دینی درسگاہ قائم ہوئی۔

---

[1] نور العرفان صفحہ ۳۸۵ [2] مولانا احمد رضا خان کی وصیت والے [3] ضیاء القرآن صفحہ ۲۰۳

جس کے بارے میں حکومت پاکستان نے طے کیا کہ دیوبندی اور بریلوی علماء مل کر پڑھائیں اور ایک ایسا ماحول پیدا کیا جائے جہاں دیوبندی اور بریلوی طلبہ اور علماء اکٹھے مل کر رہ سکیں۔

مولانا ابوالبرکات سید احمد کو دعوت دی گئی کہ وہ اس مدرسہ کے مدرس بنیں۔ آپ نے انکار کر دیا آپ کے انکار کی ایک وجہ یہ تھی کہ مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کے مطابق دیوبندی علماء سے کسی سطح پر اشتراک نہیں ہو سکتا تھا جہاں دیوبندی علماء بھی موجود ہوں گے وہاں ان سے مصافحہ سلام و کلام بھی ہوا کرے گا۔ دیوبندی طلبہ سے بھی واسطہ پڑے گا۔ باہمی اختلافات کی بھی [illegible] اجازت نہ ہوگی۔ مگر چونکہ تنخواہ زیادہ تھی مولانا احمد سعید کاظمی نے یہ ملازمت قبول کر لی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہیے کہ مذہبی خودکشی کر لی۔

قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی نماز جنازہ میں شرکت

مولانا احمد سعید کاظمی نے مشہور دیوبندی عالم دین حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ صدر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور دیوبندی امام کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ روزنامہ مشرق کی رپورٹ ملاحظہ کیجیے:

> ملتان، شجاع آباد کے دینی مدارس آج بھی بند ہے۔ نماز جنازہ میں جن معروف شخصیتوں نے شرکت کی ان میں مفتی محمود، مولانا ابوذر بخاری، مولانا احمد سعید کاظمی، مولانا خدا بخش، مولانا عبداللہ درخواستی، مولانا خیر محمد، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا صید نصر انور، مرزا غلام حسین اختر، مولانا تاج محمود، مولانا حبیب اللہ، مولانا غلام جیلانی، اور مولانا دوست محمد صاحب شامل ہیں[1]

آپ نے بریلوی علماء کو بہت سمجھایا مگر انہوں نے آپ کی بات نہ مانی

مولانا احمد سعید کاظمی کے اس عمل سے مولانا احمد رضا خاں کے کاٹے ہوئے فتوے ریزہ

---

[1] روزنامہ مشرق ۲۸ نومبر ۱۹۶۶ء

ریزہ کر دیا مذہبی خودکشی کی اس سے بڑھ کر کیا شان ہوگی ؟ بریلوی کہتے ہیں کہ حکومت کے زیر اثر یہ مجبوری تھی۔ مولانا احمد سعید کاظمی سے اقتداء کی بیت ندکی تھی مگر شرعا یہ بات قبول نہیں ہم نہیں کہہ سکتے کہ مولانا احمد سعید کا ضمیر اس وقت بالکل مردہ ہو چکا تھا اور وہ ایک طرف کھڑے ندرہ سکتے تھے جب کہ چودھری ظفر اللہ خاں قائد اعظم کے جنازہ میں شریک نہ ہوا تھا۔

مولانا عبدالحامد بدایونی کی مذہبی خودکشی

مولانا عبدالحامد بدایونی کو مولانا احمد رضا خاں کا پادری پیشوا مانتے تھے اور بدایونیوں اور بریلویوں میں اختلافات کی آندھیاں بھی خوب چل رہی تھیں تاہم عوام انہیں اسی مکتب فکر کے قریب جانتے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ علماء دیوبند کے خلاف بدایونی اور بریلوی دونوں طبقے اکٹھے ہو جاتے تھے اب دیکھئے مولانا بدایونی کس طرح مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔

مس فاطمہ جناح کی نمازِ جنازہ میں شرکت

مس فاطمہ جناح کا انتقال کراچی میں ہوا۔ دیوبند کے سابق مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس نماز جنازہ میں مولانا عبدالحامد بدایونی بھی شامل تھے[1]

غور کیجئے کہ مولانا عبدالحامد بدایونی نے مولانا احمد رضا خاں کے مذکورہ فتوے کو کس بے دردی سے تار تار کیا جن کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا سلام و کلام ان کے جنازے کی مشایعت حرام تھی۔ ان کی اقتداء کی اور وہ بھی نماز میں۔ یہ مذہبی خودکشی نہیں تو اور کیا ہے ؟

صاحبزادہ فیض الحسن کی مذہبی خودکشی

صاحبزادہ فیض الحسن نقشبندی سلسلے کی مشہور گدی آلو مہار کے سجادہ نشین ہیں اور مذ تو

---

[1] دیکھئے روزنامہ امروز ۱۰ جولائی ۱۹۶۷ء

مجلس احرارِ اسلام کے سرگرم ممبر رہے۔ پھر بریلوی اسٹیج کو زینت بخشی۔ اور بریلوی عقائد و افکار کی نشر و اشاعت میں سرگرمی سے کوشاں رہے لیکن جب بھی وقت آیا آپ نے مذہبی خودکشی سے گریز گوارا نہ کیا اور دیوبندیوں کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔

صاحبزادہ صاحب مولانا احتشام الحق تھانوی کی اقتدا میں

صاحبزادہ فیض الحسن صاحب نے صدر ایوب کی والدہ کی نمازِ جنازہ مشہور دیوبندی عالم مولانا احتشام الحق تھانوی کے پیچھے پڑھی۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور کے مطابق صدر ایوب کی والدہ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے والوں میں ان حضرات کے نام بھی ملتے ہیں۔

ملک بہادر خاں۔ گورنر امیر محمد خاں۔ صاحبزادہ فیض الحسن۔ پیر آف دیول شریف۔[1]

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ یہ چونکہ صدر کی والدہ تھیں۔ اس لیے صاحبزادہ صاحب پیچھے نہ رہ سکتے تھے۔ بریلویوں کی اس توجیہ سے ہم مطمئن نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ مذہبی خودکشی کے لیے یہ دلیل کافی نہیں سمجھی جا سکتی۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی کی مذہبی خودکشی

مولانا عبدالستار خاں نیازی گو عربی کے عالم نہیں لیکن چونکہ انگریزی جانتے ہیں اس لیے اپنے علماء میں ایک مقام رکھتے ہیں۔ آپ بریلوی عقائد میں جتنے متشدد ہیں اتنے ہی اپنی مذہبی خودکشی میں تیز اور [illegible] ہیں۔ جب مسلم لیگ کے اسٹیج پر تھے تو حضرت مولانا غلام مرشد کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے قائد اعظم کی نمازِ جنازہ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی اقتدا میں ادا کی لیکن جب بریلویت میں گھسے تو علماء دیوبند کو سکھوں سے بدتر کہنے لگے۔ مگر دیوبندیوں کے پیچھے نماز پھر بھی پڑھ لیتے تھے۔

---

[1] روزنامہ نوائے وقت ۲۴ جنوری ۱۹۶۵ء

مولانا داؤد غزنوی کی نماز جنازہ میں شرکت

بریلوی جماعت کے ایک عالم مولانا عبدالرحمن چشتی نے بتلایا کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی مشہور اہل حدیث عالم مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی نماز جنازہ میں شامل تھے۔ آپ بتلاتے ہیں کہ مولوی عبدالستار خاں کو میں نے دیکھا کہ وہ ایک وہابی امام کی اقتداء میں مولانا داؤد غزنوی کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں انہوں نے یہ بھی بتلایا کہ مولانا عبدالستار خاں نیازی کھڑے تھے اور مرحوم کی خصوصیات کو یاد کر رہے تھے اور رو بھی رہے تھے جب انہوں نے مجھے دیکھا تو آنکھیں نیچی کر لیں اور منہ پونچھ لیں۔

غور کیجئے اور خاں صاحب کی بریلوی مذہب کی اس مذہبی خودکشی کی داد دیجئے۔ آپ کے بڑے خان صاحب کی روح کو کتنا صدمہ پہنچا ہوگا اور مولانا احمد رضا خاں کی روح آپ پر کیا فتویٰ دیتی ہوگی؟

بریلویوں کا جواب کہ وہابی مسلمان ہیں

مولانا عبدالستار خاں نیازی کے اس عمل کے جواز میں بریلوی کہتے ہیں کہ وہابی مسلمان ہیں انہیں کفر صرف دیوبندیوں سے ہے۔ بریلویوں کے مولوی غلام محمد دیپالپوری لکھتے ہیں:۔

> وہابی دو قسم کے ہیں۔ ایک مسلمان وہابی، دوسرا منافق۔ اول وہ ہیں جو دل اور زبانوں سے کہتے ہیں کہ ہم غیر مقلد ہیں۔ کسی امام کی تقلید مثل اربعہ وغیرہ کے علی التعین نہیں کرتے۔ قواعد عقائد اس قوم کے معلوم ہیں لیکن غیر منضبط۔ دوسرے وہ جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں اہل السنۃ والجماعۃ ہیں الخ[1]

اس عبارت میں مولوی صاحب نے کس صراحت سے غیر مقلد وہابیوں کا مسلمان ہونا تسلیم کیا ہے۔ کیا یہ ان کے دو بیوں پر عام فتوے کفر کے خلاف مذہبی خودکشی نہیں۔

---

[1] تحفۃ الحرمین ص۲

صاحبزادہ جمیل احمد صاحب شرقپوری کی مذہبی خودکشی

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی سلسلے کے مشہور بزرگ گزرے ہیں آپ نے زندگی بھر مولانا احمد رضا خان کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی۔ ان کی بجائے علامہ ڈاکٹر اقبال حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحبؒ لاہوری حضرت میاں صاحب سے ملاقات رکھتے تھے۔ حضرت میاں صاحب مولانا احمد رضا خاں صاحب کے طریقے سے بالکل مختلف تھے یہاں تک کہ بعض لوگ آپ کی مسجد کو وہابیوں کی مسجد کہتے تھے حضرت میاں صاحب کے معتقد جناب صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری لکھتے ہیں۔

> جب آپ کا مشرب عشق ہو گیا آپ کی مجلس شعر اشعار سے خالی ہو گئی اور آپ ہر وقت قال اللہ و قال الرسول ہی فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف نظموں میں نہیں ہے بلکہ عمل ہی میں ہے۔ تم ایسے بن جاؤ کہ تمہارا ہر فعل ہر قول، ہر حرکت، ہر عمل سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو بعض بے سمجھ کہہ دیتے ہیں کہ یہ مسجد وہابیوں کی ہے[1]

صاحبزادہ جمیل احمد صاحب اسی گدی کے گدی نشین ہیں۔ لیکن افسوس کہ آپ اپنے بزرگوں کے مسلک پر نہ رہے یہاں تک کہ آپ نے حضرت میاں شیر محمد صاحب کا وہ بیان جو آپ کی سوانح حیات "خزینۂ معرفت" میں دارالعلوم دیوبند کے بارے میں لکھا تھا پورے کا پورا نکال دیا۔ خزینۂ معرفت کے پرانے ایڈیشن میں صفحہ ۲۸۳ پر مندرجہ ذیل عبارت موجود ہے جو نئے ایڈیشن میں نہیں ملتی اور نئے ایڈیشن کا وہی صفحہ جہاں سے اس عبارت کا یہ حصہ اڑایا گیا ہے اب بھی میاں جمیل احمد صاحب کی اس مذہبی خودکشی پر شہادت دے رہا ہے۔

پرانے ایڈیشن کی یہ عبارت پڑھیئے۔

---

[1] خزینۂ معرفت صفحہ ۱۹۵

دیوبند میں چار نوری وجود

مولانا مولوی نور علی شاہ صاحبؒ صدر مدرس دیوبند حضرت مولوی محمد علی صاحبؒ
مہاجر لاہوری شرقپور شریف تشریف لائے اور حضرت میاں صاحب کو بڑی ارادت
سے ملے۔ آپ ان سے کچھ باتیں کرتے رہے اور شاہ صاحبؒ خاموش رہے
پھر آپ نے مولانا نور شاہ صاحبؒ کو بڑی عزت سے رخصت کیا موٹر کے اڈے
تک حضرت میاں صاحب خود سوار کرانے کے لیے تشریف لے گئے۔ شاہ صاحب
نے میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے کہا آپ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں۔ آپ نے ایسا
ہی کیا اور رخصت کر کے واپس مکان پر تشریف لے آئے۔ بعد ازاں آپ نے
بندہ سے فرمایا شاہ صاحب بڑے عالم ہیں اور پھر میرے جیسے خاکسار سے
فرما رہے تھے کہ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ
نے فرمایا کہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں ان میں سے ایک شاہ صاحب ہیں۔[1]

ملحوظ رہے کہ خزینۂ معرفت کا مواد صوفی محمد ابراہیم صاحب نے جمع کیا تھا لیکن اس کے
مرتب حضرت مولانا محمد عمر صاحب بیربل ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ سو یہ کتاب کسی ایک شخص
کی تالیف نہیں بلکہ یہ ان دو بزرگوار حضرات کی نگرانی میں تالیف ہوئی۔ مولانا محمد عمر صاحب حضرت
میاں صاحب کے خلیفہ راشد تھے اور خزینۂ معرفت کے مرتب آپ ہی ہیں۔

کتاب ہذا کے دونوں ایڈیشنوں کے ص۲۸۳ کو دیکھیں اور اگر ہو سکے تو یہ بھی پڑھا کریں
یہ خون جگر نمالی نصیب لوگوں کی مذہبی خودکشی کی المناک یاد ہے۔

---

[1] خزینۂ معرفت ص۲۸۳

اصول عقائد پر مذہبی خودکشی

یہ نہ سمجھا جائے کہ بریلوی صحابہ و اہلبیت کی عبارات بدلنے اور شانے کی مذہبی خودکشی میں پیش
پیش ہیں، نہیں اسلام کے اصول عقائد میں بھی وہ بارہا خودکشی کے مرتکب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اور اس
کے رسول برحق کے بارے میں جو ان کے عقائد تھے ان سے بھی انہوں نے بارہا انحراف کیا۔ بریلوی
مسلک کے کھلے تضادات آپ نے بارہا ملاحظہ فرما لیے ہوں گے اب نبی کے بارے میں دیکھیں کہ
یہ حضرات کس طرح گرگٹ کی چال چلتے رہے اور کس تیزی سے اپنے عقائد بدلتے رہے ہیں۔

شیفیلڈ کے مناظرہ عام میں بریلویوں کی شکست

۲۰ جولائی ۱۹۸۰ء اتوار کے دن شیفیلڈ میں علم غیب کے عنوان پر علماء اہلسنت اور بریلویوں
کے مابین مناظرہ ہوا۔ بریلویوں کے مناظر مولوی عنایت اللہ سانگلوی شاگرد خاص مولوی سردار احمد
لائلپوری تھے۔ ان کے ساتھ ستّرہ بریلوی علماء اور تھے۔ ان بریلوی علماء کا متفقہ اصرار تھا کہ موضوعات
مناظرہ وہی ہوں جو بولٹن کی ایک پرانی تحریر میں ہیں۔ بریلوی علماء سمجھتے ہیں کہ بولٹن کی اس تحریر میں
گویا انہوں نے ایک بڑا میدان مارا ہوا ہے اور اس پر علماء دیوبند مناظرہ نہ کر سکیں گے۔
ان موضوعات میں پہلا موضوع "علم غیب" تھا۔ اس میں علم غیب نبوی کی تصریح نہ تھی۔
مطلق علم غیب کا عنوان تھا۔ جب کہ آخری موضوع بشریت تھا اور اس کے ساتھ بشریت النبی صلی
اللہ علیہ وسلم کی تصریح تھی۔ اہلسنت کے مناظر راقم خالد محمود نے کہا کہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ
ہے۔ اس لیے آج حسب تحریر مناظرہ علم غیب پر ہوگا۔ مولوی عنایت اللہ نے کہا نہیں مناظرہ علم نبوی
پر ہوگا۔ راقم الحروف نے کہا کہ اگر آپ لکھ دیں کہ آپ علم غیب پر مناظرہ نہیں کر سکتے تو ہم علم نبوی کے
موضوع پر بھی مناظرہ کے لیے حاضر ہیں لیکن بدون لکھے کے ہم موضوع بدلنے نہ دیں گے۔ اس
وقت بریلوی علماء کو احساس ہوا کہ بولٹن کی مذکورہ پرانی تحریر میں موضوعات مناظرہ واقعی واضح طور پر

معیّن نہ تھے اور یہ کہ ان عنوانات پر انکار اصرار فضول اور غلط تھا

راقم الحروف نے کہا تھا کہ علم کا لفظ جب غیب کی طرف مضاف ہو تو یہ علم ذاتی کے لیے آتا ہے علم عطائی کے لیے نہیں۔ اور علم غیب کی کوئی قسم عطائی نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو کسی غیب کی خبر کر دے تو اسے خبر غیب، اطلاع علی الغیب، اظہار غیب، علم وحی یا علم الہام کہتے ہیں علم غیب نہیں کہتے۔ سو آج بحث جب ہو موضوع صرف علم غیب پر ہوگی، علم نبوی پر نہ ہوگی۔ بریلوی اہل اگر علم مخلوق کے لیے قرآن، حدیث میں کہیں علم غیب کا لفظ دکھا دیں تو بریلویوں کو ایک سو روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔ علم غیب ذاتی علم کو ہی کہتے ہیں، اور علم غیب اس طرح ذرہ ذرہ کو بھی محیط ہو کر حاصل نہیں وہ ہے ہی اس ذات کے لیے جس کا علم اپنا ہے کسی کی عطا نہیں۔

مولوی عنایت اللہ سانگلوی کی مذہبی خودکشی

مولوی عنایت اللہ کچھ ایسے مرعوب ہوئے کہ کہنے لگے ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذاتی علم نہیں مانتے (علم غیب نہیں مانتے) آپ کے لیے خبر غیب اور غیب کی خبریں مانتے ہیں اور اس پر فلا یظهر علی غیبه والی آیت پڑھی۔ اس آیت میں اظہار غیب کے الفاظ تھے علم غیب کے نہ تھے۔ اس پر انگلینڈ کے مشہور بریلوی علماء نے مولوی عنایت اللہ سانگلوی کو بہت گھور کر دیکھا کہ اس نے اتنی جلدی ہتھیار کیوں ڈال دیئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذاتی علم[1] کا انکار کر دیا

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کبھی عالم الغیب ہے ایسا تسلیم نہ کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب ہر جزئی غیب کے جاننے میں خدا کے خبر دینے کے محتاج یا منتظر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوئی ایسا کلید علم دے رکھا تھا کہ جب چاہیں جس غیب کی بات معلوم کر لیا کریں اور ہر جزئی کے جاننے میں خدا کے بتانے کی ضرورت نہ رہے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے علم غیب آپ کی ذات میں شامل کر دیا ہو۔ مولوی عنایت اللہ نے ذاتی علم غیب کا علی الاعلان انکار کیا اس کا مطلب بجز اس کے اور کیا لیا جا سکتا ہے کہ آپ غیب کی ہر خبر میں خدا کے بتانے کے محتاج تھے۔ خبر غیب اور اطلاع علی الغیب کے عقیدہ پر تو علماء دیوبند کے ہاں بھی مسلّم ہے

مولوی عنایت اللہ کی اس مذہبی خودکشی پر بریلویوں میں صف ماتم بچھ گئی کیونکہ اس بات کے تو علمائے دیوبند بھی قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کروڑوں غیب کی خبریں دی ہیں وہ صرف علم غیب کی نفی کرتے تھے اور وہ مولوی عنایت اللہ نے مان لی تھی۔

مولوی عبدالقادر جیلانی کی دلچسپ مذہبی خودکشی

ان چار بریلویوں کے ساتھ پانچویں سوار مولوی عبدالقادر جیلانی تھے۔ آپ مدینہ یونیورسٹی داخل ہوئے لیکن علم سے رغبت نہ تھی اس لیے یکم رجب ۱۳۹۵ھ یونیورسٹی سے اخراج کر دیا گیا۔ وائس چانسلر اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ کا ایک خط اس کی تصدیق میں چھپ چکا ہے۔ مولوی صاحب کا وہاں پر داخلہ لینے وہابی علماء سے تعلیم حاصل کرنا ان کے طلبہ پر پہنچنا ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھنی۔ ان کا وہاں کے طالب علموں سے سلام و کلام کا ردیہ یہ سب امور مولانا احمد رضا خان بریلوی کے مذہب میں حرام تھے۔ مولوی عبدالقادر صاحب کی اس سے جھکڑ مذہبی خودکشی ہوگی کہ وہاں داخلہ لے لیا۔ مولانا حامد رضا خاں اور ان کے متبعین نے تو وہاں پر کا فرطن کا قبضہ بتایا تھا اور حج فرض تک متوی کرنے کی اجازت دی تھی مگر اس روحانی نواسے نے یکسر ساری عمارت منہدم کر دی اور مذہبی خودکشی کی ایک عجیب شان قائم کی۔

دیوبندیوں کو مسلمان ماننے کا تحریری اقرار

ہمارے تعجب کی انتہا نہ رہی جب جناب عبدالسعید رضوی قادری کا ایک اشتہار ہماری نظر سے گزرا جس کی سرخی یہ تھی۔

چودھری عبدالقادر صاحب جیلانی کے پیچھے ہم بریلویوں کی نماز نہیں ہوتی

اس بات سے ہمیں حیرت ہوئی کہ مولوی صاحب کو چودھری کیوں لکھا؟ لیکن اس بات سے بہت ہی تعجب ہوا کہ مولوی صاحب نے دیوبندیوں اور نجدیوں کو مسلمان تسلیم کر کے مولانا احمد رضا خان

کے دل کے کاٹے ہوئے سارے ثبوت کہ ایک تنہا میں کیسے تار تار کر دیا کاش مولانا احمد رضا خاں ہوتے اور سا منے اس روحانی تو اسے پر کفر کا فتوے جڑ سکتے۔ قارئین اشتہار مذکور ملاحظہ فرمادیں۔

دُرودِ ابراہیمی کو مکروہ کہنے کا مکروہ فتوے

مولوی صاحب مذکور جب برطانیہ آئے تو سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے ایک نیا مسئلہ ترتیب دیا کہ نماز کے باہر درود ابراہیمی (جو نماز میں پڑھا جاتا ہے) پڑھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں سلام نہیں ہے۔ مولوی صاحب تقریباً ہر جگہ اس مسئلہ کو بیان کرتے رہے۔ مثل مشہور ہے کہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ چنانچہ اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے جناب افتخار احمد صاحب نے اولڈہم سے اشتہار شائع کیا جس میں صدر جمعیت المسلمین مانچسٹر سے مطالبہ کیا گیا کہ مولوی صاحب کو مانچسٹر کے دیگر علمائے کرام اور ائمہ مساجد کے سامنے لایا جائے۔ تاکہ ایک جگہ بیٹھ کر مسئلہ کا تصفیہ کیا جا سکے مولوی صاحب سے گذارش کی گئی کہ وہ خود اشتہار کو پڑھیں تو اس دعوت کو قبول فرمائیں مگر مولوی صاحب کی اس مسئلہ میں یہ حالت رہی گویا سانپ سونگھ گیا ہو۔

یہی مولوی صاحب ایک مرتبہ ۱۹ مارچ ۱۹۸۰ء کو مولوی عنایت اللہ سانگلوی اور مولوی گل محمد کو اپنے ہمراہ لے کر بولٹن کے کسی تنازعہ کو طے کرنے کے لیے گیارہ بجے شب حضرت علامہ قائد محمد مسعود صاحب مظلہ العالی کے پاس اسلامک اکیڈمی (مانچسٹر) پہنچے۔ گفتگو شروع کی تو مولوی صاحب نے خطبہ یوں پڑھا۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ علامہ صاحب نے فوراً کہا کہ آپ نے درود بغیر سلام کے پڑھ کر خود ہی اپنے اس مسئلہ کو ختم کر دیا ہے۔ اس بیان کے سب ساتھی دم بخود رہ گئے اور کہنے لگے کہ غلطی ہو ہی جاتی ہے۔

یہ ایک اتفاقی بات نہ تھی کہ انہیں اس وقت درود کے ساتھ سلام پڑھنا یاد نہ رہا ہو بلکہ اس سے پہلے بھی وہ ایک تحریر میں یہی درود بغیر سلام کے لکھ چکے تھے۔ مولوی عبدالقادر صاحب کی یہ اپنے ہاتھوں مذہبی خودکشی انہیں آخری وقت تک ...

ان حضرات کے مختلف افراد کی مذہبی خودکشی کے یہ چند نقوش تھے۔ اب یہ بھی دیکھیں کہ یہ لوگ صفت باری تعالیٰ کے باب میں کیا روش اختیار کرتے ہیں۔

صفاتِ خداوندی سے کھلا استہزاء

رب تعالیٰ کے وزیراعظم ہونے کا انکار

اللہ تعالیٰ ہر چیز کے خالق و مالک ہی نہیں ہر ایک کے رب بھی ہیں۔ ہر ایک کی ربوبیت خود فرماتے ہیں اور اس نے ربوبیت کا کام کسی اور کے سپرد نہیں کیا۔ نہ اس کا کوئی نائب ہے نہ وزیر نہ اسے کارخانہ کائنات کو چلانے میں کسی مدد کی ضرورت ہے جس طرح دنیا کا وزیراعظم بادشاہ کا بوجھ اٹھاتا ہے رب تعالیٰ کو کسی وزیر (اعظم ہو یا اصغر) کی حاجت نہیں۔ مفتی احمد یار گجراتی بھی لکھتے ہیں۔

> کوئی نبی خدا تعالیٰ کا وزیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وزیر وہ (ہوتا ہے) جو بادشاہ کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کی مدد کرے اور سلطنت کا بوجھ اٹھائے۔ رب تعالیٰ ضرورتوں سے پاک اور بے نیاز ہے۔[1]

مفتی صاحب کے ہاتھ میں جب قرآن کریم تھا تو آپ نے یہ سچ کہہ دیا کہ خدا کا کوئی وزیر نہیں لیکن جونہی مصحف کریم ہاتھ سے رکھا اور دوسری تصنیف کی طرف بڑھے یوں گویا ہوئے۔

رب تعالیٰ کے وزیر ہونے کا اقرار

> مگر اس کلمہ کو اللہ کے ساتھ بہت ہی مناسبت ہے ۔۔۔ جس سے معلوم ہوا کہ رب سلطان اور محمد رسول اللہ وزیراعظم۔[2]

اس سے بڑھ کر مذہبی خودکشی کی کیا مثال ہوگی کہ مصحف کریم پر تو سچ کہے اور دوسری تصنیف

---

[1] نور العرفان ص[illegible] [2] شان حبیب الرحمٰن ص[illegible]

اس سے معلوم ہوا کہ جنات آنے سے پہلے آپ وہاں نہ تھے۔ ان چند جگہوں میں آپ کی حاضری کی نفی بھی انہی مفتی صاحب سے سن لیجئے۔

> حاضر و ناظر کے معنی نہ تو یہ ہیں کہ چند اجسام ایسا کہ جن سے آپ چند مقام پر حاضر ہیں
> اور نہ یہ کہ جسم و حد نامعلوم محیط ہے بلکہ حضورؐ کی نظر ایسی ہے کہ جیسے آفتاب ایک
> جگہ آسمان پر ہے مگر تمام مقامات زمین پر تجلی فرما رہا ہے۔[1]

اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ جس طرح آفتاب ہر جگہ بذات خود نہیں آپ بھی بذات خود نہیں ہیں۔

یہ مولانا احمد رضا خاں کے ایک خلیفہ کی ذہنی خودکشی کا المناک منظر ہے۔ پہلے کہا تھا کہ آپ جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اب فرما رہے ہیں کہ نہیں آپ ایک ہی جگہ ہیں۔ صرف آپ کی تجلی ہر جگہ پہنچتی ہے۔ دیکھئے کس صراحت سے آپ نے حضورؐ کے ہر جگہ حاضر ہونے کی نفی کر دی۔ صرف ناظر ہونے کا دعویٰ باقی رکھا اب اس کی نفی آپ کے دوسرے خلیفہ سے سنیئے۔

مولانا احمد سعید صاحب کاظمی آپ کے ناظر ہونے کو بھی آپ کی بشری آنکھوں سے لاتعلق کرتے ہیں۔ جس طرح سورج کا جسم ایک جگہ ہے اور وہ وہیں سے زمین پر اپنی تجلی ڈالتا ہے۔ اسی طرح آپ اپنی جسمانیت سے ہر جگہ ناظر نہیں ہیں۔

حضورؐ کے جسمانی طور پر حاضر ناظر ہونے کی نفی

مولانا احمد سعید صاحب کاظمی لکھتے ہیں:۔

> ہم جسمانیت اور بشریت کے ساتھ حضورؐ کے حاضر ناظر ہونے کے قائل نہیں۔[2]

مولانا احمد رضا خاں کا دین مذہب بھی عجیب ہے کہ ایک خلیفہ جسم پاک کے ساتھ آپ کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ پھر اس کی نفی کر کے جسم پاک سے صرف ناظر مانتے ہیں حاضر نہیں مانتے۔

---

[1] مواعظ نعیمیہ حصہ دوم ص۲۲ [2] تسکین الخواطر ص۱۲۵

محض اس لیے کہ کہیں شرک نہ ہو جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا انکار کر دیتے ہیں اور انکار بھی کس درجے کا کہ خدا کو حاضر و ناظر ماننا کہ دین ہی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ ان کے مفتی احمد یار خاں گجراتی لکھتے ہیں:

خدا کو ہر جگہ ماننا بے دینی ہے۔[1]

یہاں تک کہ مولانا احمد سعید کاظمی نے مولانا احمد رضا خاں کی بوسیدہ کفر کی مشین گن کو نئے سرے سے ترتیب دیتے ہوئے کہا:

اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا کفر ہے۔[2]

معلوم نہیں کہ ان دونوں حضرات نے مولانا دیدار علی شاہ صاحب پر کفر کا یہ فتویٰ کیوں جڑ دیا۔ انہوں نے بھی تو خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہا تھا۔ مولانا دیدار علی نے علامہ اقبال کو کافر کہا تھا۔ اب مولانا کے ساتھ گویا یہ نکلے کہ انہوں نے خود مولانا دیدار علی پر بھی فتوے کفر پیوست کر دیا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بدلہ لینے کی اس سے واضح مثال کیا ہو سکتی ہے۔ ان اللہ عزیز ذو انتقام۔

حضورؐ کے ہر وقت حاضر و ناظر ہونے کی نفی

اس میں شک نہیں کہ مولانا دیدار علی شاہ صاحب حضورؐ کو ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ تو اسے بدعیہ عقیدہ سمجھتے تھے۔ ہاں کہتے تھے کہ درود و سلام کی مجلس میں حضورؐ حاضر و ناظر ہو جاتے ہیں نہ کہ ہر وقت ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

اس وقت ناحق ہیں ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو بسبب کثرت درود و سلام حاضر و ناظر کہتے ہیں نہ کہ دیگر اوقات میں۔[3]

---

[1] جاء الحق صفحہ ۱۴۳ [2] تسکین الخواطر صفحہ [illegible] [3] رسول الکلام صفحہ [illegible]

حضور کے ہر وقت حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ

بریلویوں کے مفتی احمد یار گجراتی اور مولانا محمد عمر اچھروی کے عقیدے بھی ملاحظہ کیجئے اور ان لوگوں کی اپنے ہی قول اپنی مذہبی خودکشی کا نقشہ دیکھئے۔ مفتی صاحب کہتے ہیں کہ:

جس طرح سورج صرف ایک جگہ ہے باقی جگہوں پر صرف اس کی روشنی پہنچتی ہے صرف اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک ہی جگہ جلوہ افروز ہیں۔ ہاں آپ کی تجلی ہر جگہ جلوہ ریز ہے۔ یہ جب ہیں پہنچ گئے ہیں حاضر و ناظر کے معنی مقید ہیں کہ چند امام ہیں کہ جن سے آپ چند مقامات پر حاضر ہیں نہ یہ کہ جسم واحد تمام کو گھیرا ہے بلکہ حضور کی نظر ایسی ہے جیسے آفتاب ایک جگہ آسمان پر ہے مگر تمام مقابل زمین پر تجلی فرما رہا ہے[1]

دیکھئے مفتی صاحب صاحب نے کس صفائی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ موجود ہونے کا انکار کر دیا اور خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے مذہب کا خون کر لیا۔ مذہبی خودکشی کا المناک منظر اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے۔

اپنے منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں دام کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

اب بریلویوں کے مولوی محمد عمر صاحب اچھروی کے اس دعوٰی میں کیا جان رہی۔

اگر تم مومن ہو تو آپ کا حاضر و ناظر سمجھنا تمہارے لیے ضروری ہے۔[2]
ہر اہل ایمان کے واسطے آپ کو حاضر و ناظر سمجھنا کسوٹی ایمان ہے۔[3]

ابلیس کے زیادہ جگہوں میں حاضر ہونے کا عقیدہ

افسوس کہ ان لوگوں نے یہیں تک اکتفا نہیں کی حضور کو حاضر و ناظر مان کر ابلیس لعین کو

---

[1] مواعظ نعیمیہ حصہ دوم صلا [2] مقیاس الحنفیہ ص۲۷۵ [3] ایضاً ص۲۷۷

اس سے بھی زیادہ جگہوں میں حاضر و ناظر مان لیا۔ اس سے آپ اندازہ کریں کہ ان کے ہاں زیادہ جگہوں پر بیک وقت موجود ہونا کوئی کمال نہیں ہے نہ صرف یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شان ہے۔
مولانا احمد رضا خان کے ممدوح مولوی عبدالسمیع رامپوری لکھتے ہیں :

اصحاب میلاد (بریلوی) تو زمین کی تمام جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوے کرتے۔ ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک کفر اور غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔[1]

(انوار ساطعہ پر مولانا احمد رضا خاں کے بھی تصدیقی دستخط ہیں۔)

ابلیس کو ہر پاک جگہ پر بھی حاضر و ناظر مانا اور ہر اسلامی تقدس میں اسے موجود قرار دیا اور پھر اس کی اس وسعت کو حضور سے بھی زیادہ بڑھا دیا حضور کی شان میں کھلی گستاخی ہے کیا بریلویوں کے ہاں یہی حضور کا ادب و احترام ہے؟

کرشن کنہیا کے صدہا جگہ حاضر ہونے کا عقیدہ

ان لوگوں نے پھر یہاں تک بس نہیں کی بلکہ کرشن کنہیا کو بھی صدہا جگہ حاضر و ناظر مان لیا
مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں۔

کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا۔[2]

مولانا احمد رضا خاں نے پھر الجزاء والمہیا الخلیقۃ لکنہیا کتاب بھی لکھی جس میں بڑی بحث سے ثابت کیا کہ حضرت کنہیا کے غلام آخرت میں پوری پوری جزا پائیں گے۔

تعجب ہے کہ ان حضرات نے ابلیس اور کنہیا کو صدہا جگہ پر حاضر و ناظر ماننے کے باوجود ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت خاص کیسے قرار دے لیا ہے۔

---

[1] انوار ساطعہ ص۳۵۵ [2] ملفوظات حصہ اول ص۱۲۳

حاضر و ناظر ہونا حضور کی صفت خاصہ ہے

بریلوی حضرات کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت خاص ہے آپ روحانی طور پر ہر جگہ حاضر ہیں اس صفت میں آپ کا کوئی شریک نہیں۔[1]

اب چاہیئے تھا کہ بریلوی حضرات کسی اور بندۂ خدا کو گو وہ کتنا ہی مقرب بارگاہِ الٰہی کیوں نہ ہو حاضر و ناظر نہ سمجھتے مگر کیا کیا جائے۔ ان کے مفتی احمد یار خان صاحب فتویٰ دیتے ہیں:۔

حاضر و ناظر ہونا حضور کی صفت خاصہ نہیں

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں کہ یہ صرف حضور کی ہی صفت خاصہ نہیں بلکہ اور بھی کئی بندے حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔

حاضر و ناظر ہونا بعض بندوں کی صفت ہے۔[2]

وہ بندے کون کون سے ہیں جو کئی جگہ حاضر ہیں مفتی صاحب نے اس کی تصریح نہیں کی مگر مولانا احمد رضا خاں اور مولوی عبدالسمیع صاحب اس کی تصریح کر چکے ہیں کہ کرشن کنہیا ایک وقت میں کئی جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

یہ اپنے ہی قول اپنی مذہبی خودکشی کا عجیب و غریب نمونہ ہے۔ بریلوی حضرات کا یہ اپنے آپ سے تصادم بہت قابلِ رحم ہے۔ حاضر و ناظر پہ بریلوی حضرات کے اتنے تضادات ہیں کہ سر پہلو میں بھاگ چھوٹتا نظر آتا ہے مگر غور کریں تو وہ وہیں بیٹھا ہوا دکھائی دیتا ہے جہاں سے اٹھا تھا۔ فاما الزبد فیذھب جفاء و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذلک یضرب اللہ الامثال۔

چونکہ بریلویوں کا تعظیمی قیام بھی ان کے عقیدہ حاضر و ناظر کی ہی ایک فرع ہے اس لیے

---

[1] ...

[2] نور العرفان صفحہ ۴۲۴

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خاص طور کے موضوع پر ان حضرات کی مذہبی خودکشی کی داستان کہتے ہوئے ان کے تعظیمی قیام پر بھی تبصرہ ہو جائے اور بتایا جائے کہ تعظیمی قیام میں بھی یہ لوگ بری طرح مذہبی خودکشی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

تعظیمی قیام میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا

بریلوی حضرات جب صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں تو آواز اس قدر اونچی کرتے ہیں کہ اس میں تعظیم و ادب کا شائبہ تک باقی نہیں رہتا کہ اللہ کا ذکر ہو تو کھڑے ہو کر زور سے سلام — جمعہ کی نماز ہو تو کھڑے ہو کر زور سے سلام — نماز سے قبل ہوں تو کھڑے ہو کر زور سے سلام — وضو نہ کر سکیں تو کھڑے ہو کر زور سے سلام۔ الغرض اس رسم قیام کو ان لوگوں نے اتنا عام کر دیا ہے کہ نہ اس میں تعظیم رہ جاتی ہے نہ مسجد کا ادب رہتا ہے نہ ذکر پیدائش کی تخصیص نہ آواز کی تخفیف نہ مسجد کی تعظیم۔ اگر غور کریں تو اس دور کا قیام اور اس طرز کا صلوٰۃ وسلام سنت سے تفریق پیدا کرنے اور کسی احترام کا حامل نہیں رہا۔ حالانکہ بریلوی حضرات کا عقیدہ اور قیام وسلام ان کے بڑے دعوے میں احترام کے لیے ہی تھا اس طرز کا نہ تھا۔

تعظیمی قیام میں مکمل خاموشی رہے

مولوی عبدالسمیع رامپوری اور مولانا دیدار علی الوری کے عہد تک بریلویوں کا طریقہ تھا کہ وہ بیان میلاد میں جب عین ذکر پیدائش ہو تو تعظیم سے کھڑے ہو جاتے۔ اور اس تعظیمی قیام میں مکمل خاموشی ہوتی تھی۔ یہ خاموشی بھی تعظیم کا پہلو لیے ہوتی۔ پھر یہ لوگ بیٹھ جاتے اور حضور پر درود وسلام پڑھتے ان دنوں قیام کی حالت میں سلام پڑھنے کا رواج نہ تھا۔

حافظ خلیل الدین کی شہادت

مولانا احمد رضا خاں کے نعت خواں خاص حافظ خلیل الدین حسن اس وقت سلام پڑھنے کی یہ حقیقت بیان کرتے ہیں:

بجالاکے تعظیم و رسم قیام — پڑھو بیٹھے بیٹھے درود سلام[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان دنوں تعظیمی قیام میں مکمل خاموشی ہوتی تھی اور سلام اس کے بعد بیٹھ کر پڑھا جاتا تھا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بریلوی حضرات قیام تعظیمی میں ایک بندر کے عمل بھی سند بناتے ہیں اور ظاہر ہے کہ بندر قیام میں قرآن کے ساتھ مل جاتا ہے لیکن کلام میں شامل حیوان ناطق ہونا ان کی شان نہیں۔ بندر کے اس طرز قیام کی تصدیق مولانا احمد رضا خاں نے کی ہے۔ مولانا کے بھائی حسن میاں بھی خاموش قیام کے قائل تھے اور سلام بیٹھ کر پڑھنے کی تلقین کرتے تھے۔

جناب حسن میاں کی شہادت

مولانا احمد رضا خاں کے بھائی جناب حسن میاں لکھتے ہیں:

بس تولّد ہو گئے خیر الانام — بیٹھ کر بھیجو تحیہ اور سلام

اس میں آپ بھی بیٹھ کر سلام بھیجنے کی تلقین کر رہے ہیں۔ مگر بریلویوں کی مذہبی خودکشی کا نمونہ دیکھئے کہ کس طرح کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں۔

تعظیمی قیام کی اصل

تعظیمی قیام کہاں سے چلا؟ کہتے ہیں کہ اربل کے ایک شعبدہ حکمران نے اسے ایک بندر سے لیا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی تصدیق کی ہے کہ بندر تعظیمی قیام کرتے ہیں۔[2]

---

[1] نغمۃ الروح صفحہ ۔ [2] سوانح اعلیٰ حضرت بریلوی صفحہ ۳۹ مطبوعہ کراچی

کے اس عقیدے کے خلاف ایک مستقل کتاب غایۃ المامول فی تتمۃ منہج الاصول فی تحقیق علم الرسول تالیف فرمائی حضرت مولانا سید احمد برزنجی کے علم و فضل کے بارے میں معلوم کرنا ہو تو پھر مولانا احمد رضا خاں کی کتاب حسام الحرمین میں یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا سید احمد برزنجی کی شخصیت

مولانا احمد رضا خاں آپ کی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

حاوی العلوم النقلیه فائز الفنون العقلیة جامع بین شرف النسب والحسب
وارث العلم والمجد اباً عن اب المحقق الالمعی والمدقق اللوذعی مولانا
السید احمد البرزنجی عمت فیوضه ککل رومی وبرزنجی۔[1]

ترجمہ تمام علوم نقلیہ کو گھیرنے والے تمام علوم عقلیہ پر فائز نسب و حسب کا شرف رکھنے والے باپ دادا سے علم و بزرگی کے وارث محقق المعی اور جستہ پایہ یک بین عالم مولانا سید احمد البرزنجی ان کا فیض ہر رومی اور برزنجی کے شامل حال رہے۔

حضرت برزنجی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

ورد المدینة المنورة رجل من علماء الهند یدعی احمد رضا خان فذکر لی
ان فی الهند اناسا من اهل الکفر والضلال منهم غلام احمد القادیانی[2]

ترجمہ علماء ہند میں سے ایک شخص جسے احمد رضا خان کہا جاتا ہے مدینہ منورہ آیا۔ جب وہ مجھے ملا اس نے بتایا کہ ہندوستان میں کچھ کافر و گمراہ لوگ رہتے ہیں ان میں سے مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہے۔

اس عبارت میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ذکر دیکھئے جنہیں ایک عام آدمی کے طور پر

---

[1] حسام الحرمین ص ۲۱۲ [2] غایۃ المامول ص ۲۹۷ یہ کتاب اب لاہور میں دوسری مرتبہ چھپی ہے۔ مدد الشہاب ثاقب کے ساتھ ملحق ہے ملنے کا پتہ ۔ پی شاداب کالونی لاہور

کو کوئی حد مقرر کرنی پڑے گی ورنہ پھر یہ سوال ہر جگہ اور ہر تقریر میں دہرانا ہوں گا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ
پھر ان کو بتانا پڑے گا کہ حضورؐ کا علم کتنا تھا۔

جن لوگوں کو مولوی صاحب کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا وہ بتلاتے ہیں کہ مولوی صاحب برملا
کہتے تھے کہ بتاؤ حضورؐ کا علم کتنا ہے۔ اور اس گستاخیٔ رسول کے گستاخانہ سوال پر بریلوی مذہب
کے دوسرے علما بھی انہیں نہ رد کرتے تھے۔ ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔

علم غیب میں پہلوئے تکریم

یوں تو بریلوی ہر جگہ یہی کہتے سنے جاتے ہیں کہ حضورؐ کے لیے علم غیب نہ ماننا بے ادبی اور گستاخی
ہے مگر ہم حیران ہوئے جب دیکھا کہ ان کے عقیدہ میں غیب کی کسی بات کو جان لینا کوئی کمال نہیں ہے۔
بلکہ ان کے عقیدہ میں گدھا بھی غیب جان سکتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں۔

گدھے کے غیب جاننے کا عقیدہ

ایک ولی اللہ کی مجلس میں ایک بادشاہ حاضر ہوا اس نے وہاں رکھے ایک سیب پر نظر رکھی کہ یہ مجھے
یہ سیب دیں تو سمجھوں گا کہ ولی ہیں۔ اس پر اس ولی اللہ نے ان کے سامنے مصر کے ایک گدھے کا واقعہ ذکر کیا
مولانا احمد رضا خاں اسے ملفوظات میں نقل کرتے ہیں اور اس پر اس ولی اللہ کے یہ درج ذیل الفاظ نقل کرتے ہیں۔

ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے ... اگر یہ سیب ہم نہ دیں تو ولی ہی نہیں
اور اگر دے دیں تو اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال کیا۔

اس پر مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں

بس یہ سمجھ لیجئے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لیے ہو سکتی ہے انسان کے لیے کمال نہیں
اور وہ جو غیر مسلم کے لیے ہو سکتی ہے مسلم کے لیے کمال نہیں۔[1]

---

[1] ملفوظات حصہ چہارم ص

غور کیجیے مولانا احمد رضا خاں جو انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے لیے غیب کی باتوں کا جاننا بڑا کمال سمجھتے تھے اور بریلویوں نے اب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کمال شان کے بیان میں حضور کے علم غیب کا عقیدہ سرفہرست کر رکھا ہے مولانا احمد رضا خاں کی اس بات نے کہ گدھا بھی علم غیب جانتا ہے اور غیب جاننا کوئی کمال کی بات نہیں ہے اپنے ہاتھوں اپنے مذہب کا خون کر دیا ہے۔ کیا مذہبی خودکشی کی اس سے زیادہ واضح مثال کیا ہوگی۔

کتے کا علم غیب اور کتے کا خط پڑھنا

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلیفہ شیخ صدر الدین احمد طبیب کے ذکر میں لکھا ہے :-

> آپ دنیا سے بے نیاز تھے۔ ایک مرتبہ پریاں ایک پری زاد کے علاج کے واسطے آپ کو لے گئیں۔ وہ پری زاد آپ کے علاج سے اچھا ہوا۔ پریوں نے ایک خط آپ کو دیا اور کہا شہر سے باہر فلاں کر جہ میں اس قسم کا ایک کتا ہے وہ خط اس کتے کو دکھا دینا۔ آپ نے وہ خط لیا کتا تلاش کیا جب وہ خط اس کتے کو دکھایا تو وہ کتا خط اور شہر سے باہر جا کر ایک جگہ پہ کھڑا ہو گیا۔ اس مقام پر وہ کتا زمین کھودنے لگا۔ آپ اشارہ سمجھ گئے۔ آپ نے اس مقام سے خزانہ نکالا اور راہ خدا میں لٹا دیا۔[1]

اس میں جہاں بریلویوں کے اس عقیدے کا بیان ہے کہ کتا علم غیب رکھتا ہے وہاں یہ بات بھی مذکور ہے کہ وہ خط بھی پڑھ لیتا ہے اور ان لوگوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ دنیا کے خزانے کتے کے قدموں کے نیچے ہیں۔ (معاذ اللہ)

گدھے اور کتے کو علم غیب دیئے جانے سے معلوم نہیں انہیں کون سا خزانۂ غیب ملتا ہے جو ان کے علم غیب کی یہ اس قدر شہرت کرتے ہیں۔

---

[1] خم خانۂ تصوف صفحہ ۱ سالک السالکین جلد ۲ صفحہ ۴۰۲

گدھے اور کتے کے بارے میں تو یہ عقیدہ کہ وہ غیب جانتے تھے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ کہ آپ ایک کتے کی موجودگی بھی اپنے گھر میں نہ سمجھ سکے ہے

حضور کو کتے کا پتہ نہ چلا بہت تلاش کیا

ایک طرف تو یہ عقیدہ کہ گدھے اور کتا بھی علم غیب جانتا ہے۔ دوسری طرف مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ تھا کہ حضور کے پلنگ کے نیچے کتا چھپا بیٹھا تھا آپ کو اس کا علم نہ تھا۔ بہت تلاش کے بعد اس کا پتہ چلا۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:۔

> حدیث صحیح ہے کہ جبریل کسی وقت حاضری کا وعدہ کر کے چلے گئے۔ دوسرے دن انتظار رہا۔ جگہ وعدہ میں دیر ہوئی اور جبریل حاضر نہ ہوئے سرکار باہر تشریف لائے۔ ملاحظہ فرمایا کہ جبریل علیہ السلام دروازہ پر حاضر ہیں۔ فرمایا کیوں؟ عرض کیا انا لا ندخل بیتا فیہ کلب و تصاویر۔ رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا ہو یا تصویریں ہوں۔ حضور تشریف لائے سب طرف تلاش کیا کچھ نہ تھا پلنگ کے نیچے کتے کا ایک پلا نکلا تو جبریل حاضر ہوئے۔ؐ

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ حضور پاک ہر جگہ حاضر و ناظر نہ ہوتے تھے۔ ورنہ کتے کو ہر طرف تلاش کرنے کی کیا ضرورت تھی اور یہ بھی پتہ چلا کہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ ورنہ جبریل علیہ السلام کے بتانے سے پہلے آپ کو کیوں معلوم نہ ہوا کہ جبریل آج اسی وجہ سے نہیں آرہے۔ حضور کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں کا یہ عقیدہ ہو کہ حضور کو گھر میں کتے کا پتہ نہ چلا اور گدھے اور کتے کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ وہ علم غیب رکھتے تھے مولانا کی یہ تضاد بیانی ہمیں سمجھ نہیں آتی۔

پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی بلی کے بارے میں بھی بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ وہ علم غیب رکھتی تھی۔ مولانا حشمت علی خاں نے رنگون میں اس پر وعظ کیا تو وہاں

ؐ ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ سوم ص ۲۹

کے مشہور شاعر عالی جناب منشی عبد الرحیم صاحب بانگوری نے کہا ۔

غوث اعظم کی جو بیٹی ہوئی عالم غیب — غیب داں خاص نبی ہی کو بتاتے کیوں ہو
تم نے بی بی کو بنا دیا ہے نبی کا ہمسر — ایسی کرتوت کہ باطل میں اڑاتے کیوں ہو ۱؎

مولانا حشمت علی اور منشی عبد الرحیم کا مقابلہ

مولانا حشمت علی نے رنگون کے مسلمانوں میں نفرت و انتشار کا جو بیج بونے کی سازش کی وہ ناکام ہو گئی کیونکہ اس سازش کو ناکام کرنے میں صرف رنگون کے علماء ہی نہ تھے بلکہ شہر کے شعراء اور ادیب بھی بریلویت کو اس کی تہ سے سمجھ پائے تھے۔

ہو سکے علما دل مسلم کو ستاتے کیوں ہو — گھر میں اللہ کے تم آگ لگاتے کیوں ہو
مرغ بسمل کی طرح وجد میں آتے کیوں ہو — اولیا کی قبر پہ رنڈی کو نچاتے کیوں ہو
دیکھا نہیں کھٹکتا ہے تمہارا ہم پر — چھیڑ کے بیٹھے ہو کیوں منہ کو چھپاتے کیوں ہو
نعرۂ تکبیر چلے چھوڑ کے کار تبلیغ — خاک میں عزت مسلم کو ملاتے کیوں ہو ۲؎

مولانا حشمت علی پھر بھی اپنی اشتعال انگیز تقاریر اور تکفیری فتووں سے باز نہ آئے تو نتیجہ یہ نکلا کہ رنگون کے نوجوانوں نے انہیں مسجد میں ہی گھیر لیا آپ نے اپنے حامیوں سے کہا کہ یہ گستاخ ہیں ان پر حملہ کر دو پھر کیا تھا مسجد میں ایک کھلبلی مچ گئی اور موصوف پر زیر دفعہ ۱۵۳ تعزیرات ہند مقدمہ درج ہو گیا جو ایک سال تک چلتا رہا۔

عدالت عالیہ رنگون کے جج مسٹر واس نے ملزم حشمت علی کو زیر دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند اور زیر دفعہ (۲۹۵ الف) قانون ضابطہ فوجداری اس جرم کا قصوروار قرار دیا کہ انہوں نے دیدہ و دانستہ طور فساد پیدا کرنے کی نیت سے اشتعال انگیزی کی مناسب ہوگا کہ یہاں علم غیب پر کچھ اصولی تبصرہ کر دیا جائے تاکہ اس قسم کے امور میں کسی قسم کی پیچیدگی راہ نہ پائے

۱؎ بوارق الاسلام صفحہ ۹۲ — ۲؎ بوارق الاسلام صفحہ ۹۳

علم غیب کی اصولی تعریف

علمائے دیوبند عطائی طور پر علم غیب کا اطلاق نہیں کرتے۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:۔

بعض بندوں کو بعض غیوب پر باختیار خود مطلع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا۔ غیب کی خبر دے دی لیکن اتنی بات کی وجہ سے قرآن و سنت نے کسی جگہ ایسے شخص پر عالم الغیب یا فلاں یعلم الغیب کا اطلاق نہیں کیا بلکہ احادیث میں اس پر انکار کیا گیا۔ کیونکہ بظاہر یہ الفاظ تخصیص علم غیب بذات باری کے خلاف موہم ہوتے ہیں۔ اسی لیے علمائے محققین اجازت نہیں دیتے کہ اس طرح کے الفاظ کسی بندہ پر اطلاق کیے جائیں گو لغۃً صحیح ہوں۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے بھی آخر میں یہی عقیدہ اپنایا تھا جو آپ لکھتے ہیں:۔

علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے۔[2]

جناب مفتی احمد یار گجراتی بھی تسلیم کرتے ہیں:۔

جو علم عطائی ہو وہ غیب ہی نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں۔[3]

علم غیب سے وہ علم مراد ہے جو قدرت حقیقی کے ساتھ ہو یعنی علم ذاتی جو لازم الوہیت ہے جس کے ساتھ قدرت حقیقی لازم ہے۔[4]

جناب پیر آف دیول شریف صاحب بھی لکھتے ہیں:۔

---

[1] تفسیر عثمانی ص۵۸۵ [2] ملفوظات حصہ سوم ص۳۳ [3] جاء الحق ص۱۲ [4] ایضاً ص۹۲

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنے احوال و افعال مرتب ہوئے وہ سارے کے سارے بالوحی مرتب ہوئے [1]

اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے غیب کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں نہ دے رکھی تھیں کہ جب چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں، بلکہ ضرورت کے وقت وحی خداوندی سے آپ کو غیب کی باتوں پر اطلاع ہوتی تھی۔ پیر صاحب نے اس قدر سے بریلویوں کے مشہور عام عقیدے سے تصادم کیا ہے۔

بریلوی اپنے دن کے کاتے ہوئے سوت کو شام کے وقت خود تار تار کرنے کے عادی ہو چکے ہیں اور جوں جوں وقت گزر جاتا ہے بریلویت کی عمارت اپنی بنیادیں چھوڑتی جا رہی ہے جو بات اللہ کی طرف سے نہ ہو اس میں تضاد اور اپنے آپ سے ٹکراؤ ایک فطری بات ہے۔

قرآن کریم میں ہے:۔

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا (پ ۵ النساء ۸۲)

ترجمہ۔ اور یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت سے اختلاف پاتے

بریلوی عقیدہ حضور نوع بشر میں سے نہ تھے

بریلویوں نے بڑی شدومد کے ساتھ یہ بات پھیلائی کہ انبیاء کرام کو بشر کہنا سخت بے ادبی ہے، جو کہے وہ گستاخ اور کافر ہے۔ ان کے مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:۔

قرآن کریم نے کفار کا طریقہ بتایا ہے کہ وہ انبیاء کو بشر کہتے تھے [2]

آپ حیران ہوں گے کہ قرآن کریم کے اتنے مترجم تفسیے کے بعد انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے انکار کر دیا۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ آیت شریفہ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی کو متشابہات

---

[1] حقائق و لطیف حقائق ص ۸۱ ناشر مجلس خوشہ اہل سنت و جماعت قاطیور ریلوے جابہ اگی صفحہ ۱

یہ سے سمجھتے ہیں مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں۔

انما انا بشر وغیرہ آیات جو بظاہر شان مصطفوی کے خلاف ہیں متشابہات ہیں
لہٰذا ان کے ظاہر سے دلیل پکڑنا غلط ہے۔ [۱]

جب یہ لوگ اہل سنت کے دلائل سے عاجز آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو بشر کہہ کر پکارنا غلط سمجھتے ہیں بشریت کا انکار نہیں کرتے۔

مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں۔

حنفی کے نزدیک نبی کو بشر کہہ کر پکارنا کفر ہے۔ [۲]

بریلویوں کا عقیدہ یہ نہیں کہ وہ حضور کو بشر سمجھتے ہیں اور انہیں صرف اس پر اعتراض ہے
کہ آپ کو کوئی بشر کہہ کر پکارے ۔۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص اگر آپ کو عقیدۃً تب بھی بشر
سمجھے تو یہ لوگ اسے درست نہیں سمجھتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے آپ کو عقیدۃً تب بھی کہا تھا
کان بشرا من البشر آپ انسانوں میں سے ایک انسان تھے [۳] بشر کہہ کر پکارا نہ تھا۔ اس پر بھی مولوی
محمد عمر اچھروی اعتراض کرتے ہیں۔

یہ حدیث خبر احاد ہے قرآن شریف کے مقابلہ میں حجت نہیں ہو سکتی۔ [۴]

اس اعتراض کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ بشر کہہ کر پکارنا تو درکنار آپ کو بشر
جاننا بھی جائز نہیں۔ یہ بشریت کا کھلا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟ یہی مولوی محمد عمر صاحب ایک دوسرے
مقام پر لکھتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ بشر کلام نہیں کر سکتا سوائے ان تین [۵] مذکورہ طریقوں کے اور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ بالمشافہ ہم کلام ہوئے بغیر پردے کے۔ [۶]
کیا اس میں کھلے طور پر آپ کی بشریت کا انکار نہیں؟

---

[۱] جاء الحق ص۱۷۹ [۲] مقیاس حنفیت ص۲۲۴ [۳] مشکوٰۃ شریف ص۱۰۱ [۴] مقیاس حنفیت ص۲۲۹
[۵] پ۲۵ شوریٰ ع۵ [۶] مقیاس حنفیت ص۲۴۱

اس میں صریح انکار بشریت ہے۔ کیا یہ بشر کہہ کر پکارنے کا انکار ہے یا مطلق بشریت کا انکار ہے؟ غور کیجیے۔ آپ کو خدا کے نور کا ٹکڑا کہنے والے اور خدا کا جزو کہنے والے آپ کو کیسے بشر مان سکتے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ صرف ظاہری صورت میں بشر تھے۔

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مفتی احمد یار صاحب گجراتی لکھتے ہیں۔

عصائے موسوی سانپ کی شکل میں ہو کر سب کچھ نگل گیا۔ ایسے ہی ہمارے حضور نوری بشر تھے۔[1]

نوٹ ۱: اس وقت یہ بحث نہیں کہ بریلویوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بشری ظہور کو سانپ سے تشبیہ کیوں دی ہے کیونکہ ان کی گستاخیاں پہلے سے ہی معلوم ہیں۔

۲: یہ عقیدہ صرف مفتی صاحب کا ہی نہیں خود احمد رضا خاں کا عقیدہ بھی یہی تھا۔

آدمی ہے آدمی بن کر فرشتہ نور کا ... پڑ گیا ہے خار سدرہ کو جیسا نور کا[2]

اس میں صریح اقرار ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃً فرشتہ تھے مگر ظاہری طور پر انسان بن کر آئے تھے۔ فرشتوں سے انسان کا درجہ اونچا ہے۔ فرشتے ابو البشر اول حضرت آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ ریز ہوتے تھے مگر دیکھیے مولانا احمد رضا خاں نے کس بے شعوری میں حضور کو اعلیٰ درجے سے نکال کر ایک چھوٹے مقام پر کھڑا کیا۔ اور اپنے پہلے عقیدہ سے خودکشی کر لی۔

حضورؐ نوعِ بشر ہی سے تھے

اب بریلویوں کا اقرار بشریت دیکھیے جو انبیاء کو بشر بتانا کفر سمجھتے تھے۔ بشر کہہ کر خود اس دلدل میں جا گرے۔ اپنے آپ سے تصادم کا یہ ایک عبرتناک منظر ہے مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھوں درجہ اشرف اور جسم انسانی رکھتے ہیں مگر روح و ملائکہ سے ہزار جگہ الطف۔[3]

---

۱ مرآۃ المناجیح جلد ۸ ص ۳۲ ۲ حدائق حصہ دوم ص ۱ ۳ نفی الفی ص ۱

ان محمداً بشر لا کالبشر بل ھو کالیاقوت بین الحجر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
علی آلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم[1]

اس میں اقرار ہے کہ جس طرح عام پتھر اور ہیرے کی جنس ایک ہے صفات مختلف ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ بنی آدم نوع بشری میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہیں۔ اور صفات میں ایک دوسرے سے متغایر اور ممتاز۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا کھلا اقرار اور ساتھ آپ کی شان نبوت کا اعتراف ہے۔

اس اقرار بشریت سے بریلویت کی وہ پوری عمارت منہدم ہو جاتی ہے جسے ان کے واعظ بشوق گھڑا کرتے ہیں اور اپنے ایسے عقیدے کو ہر روز دہراتے ہیں کہ آپ بشر نہیں تھے۔ خدا کے نور کا ایک حصہ تھے۔ آپ کو بشر ماننے والے بے ادب، گستاخ اور کافر ہیں (معاذ اللہ)

مگر مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ دیکھئے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

اجماع اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں۔[2]

اس سے زیادہ تصریح کیا ہوگی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب بشر تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر گناہ سے محفوظ رکھا تھا۔

بریلویوں کے مولوی جناب امجد علی صاحب لکھتے ہیں:۔

(عقیدہ) انبیاء سب بشر تھے اور مرد نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔[3]

ملحوظ رہے کہ اسے عقیدہ کہہ کر بیان کیا جا رہا ہے۔ مولانا امجد علی نے جب سب انبیاء کو بشر کہہ دیا تو کیا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ آگئے؟ کیا یہ صحیح ہے کہ انبیاء کرام کو صرف کفار ہی بشر کہتے تھے؟ کیا مولانا احمد رضا خاں اور مولانا امجد علی نے بشر کہا؟ یہ دونوں حضرات کافر تھے؟ مذہبی خودکشی کا اس سے زیادہ المناک منظر اور کیا ہوگا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

---

۱ نفی الفیٔ ص۲ ۲ دوام العیش ص۴۲ ۳ بہار شریعت حصہ اول ص۲

ماہنامہ المیزان کے احمد رضا نمبر میں ہے:

بہت برے ہیں وہ لوگ جو حضورؐ کی بشریت کے منکر ہیں خارج از اسلام ہیں وہ ہمارے گروہ میں سے نہیں۔ ہم اہل سنت نہ بشریت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر اور نہ انہیں ایسا بشر کہنے کے قائل جو عجز و نادانی میں دوسروں کے برابر ہو ہمارے نزدیک دونوں مردود جو ان کی بشریت کا منکر ہو وہ بھی اور جو انہیں اپنے جیسا کہے وہ بھی[1]

ناظرین غور کریں کیا یہاں بریلویوں نے حضورؐ کی بشریت کا صحیح اقرار نہیں کیا؟ جناب مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی بھی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت کے لیے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے واسطے بھیجا ان کو نبی کہتے ہیں۔ انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے۔[2]

آپ آیت وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم کے تحت لکھتے ہیں:

شان نزول: یہ آیت مشرکین مکہ کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اس طرح انکار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے۔ انہیں بتایا گیا کہ سنت الٰہی اسی طرح جاری ہے ہمیشہ سے انسانوں میں سے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا۔[3]

مولانا نعیم الدین مرادآبادی کی چند اور عبارتیں بھی ملاحظہ ہوں:

یہ ان کی کمال حماقت تھی کہ بشر کا رسول ہونا تو تسلیم نہ کیا اور پتھروں کو خدا مان لیا۔[4]

---

[1] المیزان احمد رضا نمبر ص۲۱۲ [2] کتاب العقائد ص۔ نوری کتب خانے والوں نے مولانا نعیم الدین کی اصلاح کرتے ہوئے اس عبارت میں لفظ بشر کو نور سے بدل دیا ہے یہ بزرگوں کی اصلاح کی کوشش نہیں بلکہ کھلی تحریف ہے [3] تفسیر نعیمی ص۳۸۱ (آیت ۴۳ سورۃ النحل ع ۶) [4] حاشیہ قرآن پ سورۃ الرعد ص۴۹۷

نحوی ترکیب کے اعتبار سے آیت کا صحیح ترجمہ یوں ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جو تمہیں کسی بات کی طرف بلاتے ہیں ۔ [1]

مفتی احمد یار صاحب کو نحو آتی ہی نہ تھی اور انہوں نے بقول مفتی غلام سرور صاحب کیا اس آیت
کی ترکیب غلط کی تھی؟ اس وقت یہ بحث نہیں ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مفتی غلام سرور صاحب نے اپنے
مذہب کا کس بے دردی سے خون کیا ہے اور کس طرح مفتی احمد یار صاحب کی تردید فرمائی ہے

حضورؐ کو یا محمد کہہ کر پکارنا جائز ہے

مفتی غلام سرور صاحب کی مذہبی خودکشی کا نظارہ کیجئے اور دیکھئے آپ کس طرح بریلوی مذہب کا
خون کرتے ہیں ۔

یا محمد کہنے کی ممانعت والا معنی سیاق و سباق سے بہت بعید ہے [2]
نحوی ترکیب کے اعتبار سے بھی یا محمد کی بحث کا اس آیت سے کوئی مناسبت
نہیں ہے بلکہ سیاق و سباق اور نحوی ترکیب اسی پہلے معنی کی تائید کرتی ہے [3]

نحو کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ نحوی ترکیب میں دونوں صورتوں کی گنجائش ہے مصدر دعا
کی اضافت الی المفعول ہو یا اضافت الی الفاعل قانون نحو کسی ترکیب کو رد کرتا نہیں مگر مفتی صاحب
مینڈکوں کی طرح ایک صورت کو ہی نحوی ترکیب سمجھے بیٹھے ہیں بچے بچے نے کوئی بات سیکھی ہو تو ان کی
زبان اسی طرح چلتی ہے تحقیق و بیان مفتی غلام سرور صاحب نے اس آیت میں اضافت الی المفعول مراد لے
کر نحوی غلطی نہیں کی ہے علامہ زرقانی لکھتے ہیں ۔

(وصح) انه حرم الامة ان تدعوه باسمه في كتابه العزيز قال تعالى لا تجعلوا دعاء الرسول
بينكم كدعاء بعضكم بعضا اي لا تجعلوا دعاءه وتسميته كما من اضافة المصدر الى
المفعول اي لا تجعلوا دعاءكم اياه وندائكم له [illegible] بعضكم بعضا [illegible]

---

[1] ندائے یا محمد یا رسول اللہ [illegible] ممتاز پبلی کیشنز لاہور [illegible] صفحہ [illegible]

یا محمد ورفع الصوت به والنداء وراء الحجرات [۱]

ترجمہ: اور اس میں سے یہ بھی ہے کہ امت پر آپ کے نام سے آپ کو بلانا حرام ٹھہرایا گیا قرآن کریم میں ہے تم رسول کے بلانے کو ایسا نہ ٹھہرا لو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو یعنی آپ کو بلانا اور آپ کا نام لینا اس انداز کا نہ ہونا چاہیئے۔ یہ اضافت مصدر کی مفعول کی طرف ہے یعنی تم آپ کو بلانا اس طرح نہ کرو جیسے ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ آپ کو آپ کے نام سے (یا محمد) بلند آواز سے بلانا اور دور سے چلا کر (حجرات کی دیوار سے) نہ ہونا چاہیئے

اب تو مولوی غلام سرور صاحب کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مفتی احمد یار صاحب نے نحوی غلطی نہیں کی اور اضافت الی المفعول مراد لینے میں کوئی نحوی قانون نہیں ٹوٹ رہا۔ ہاں مفتی صاحب نے جو غلطی کی ہے وہ صرف یہ ہے کہ فرشتوں کو اس آیت سے بالکل علیحدہ کر دیا ہے۔

استاد اور شاگردوں سے کون نحو جانتا ہے اور کون نہیں اس سے ہمیں بحث نہیں۔ یہ بات اپنی جگہ واضح ہے کہ مفتی غلام سرور صاحب نے یہاں بیدردی سے اپنے حکیم الامت کی تردید کی ہے۔

خلفائے راشدینؓ کی خلافت باطنی نہیں

جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ خلفائے راشدینؓ نہ صرف ظاہری طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب تھے بلکہ روحانی طور پر بھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین تھے۔ حضرت عمرؓ کا یا ساریۃ الجبل کہنا اور دریائے نیل تک کو حکم دینا کیا ان کی باطنی خلافت کی خبر نہیں دیتا؟ مگر کیا کریں بریلوی حضرات بعد کے آنے والے اولیاء کو صحابہ بلکہ خلفائے راشدینؓ سے بھی بڑھا سکتے ہیں لیکن جب اولیائے کرام پر بحث کریں تو پھر ان کی صفات کو یہ نور دین تک میں ثابت مانتے ہیں۔ فیا للعجب۔

---

۱ شرح مواہب اللدنیہ جلد ۵ صفحہ ۲۴۱ مطبوعہ مصر

سمجھ لیجیے یہ سلسلہ گفر یا گیارہویں شریف ایجاد کرنے والے یعنی پیر جی بھی ایک پہلو سے اس شان کو پا گئے ہیں۔

> جن بزرگوں نے محفل میلاد شریف، عرس، فاتحہ اور گیارہویں شریف ایجاد کیں وہ بھی سابقین میں داخل ہیں[1] واستغفر اللہ

یہ صحابہؓ کے برابر آنے کی ایک کوشش ہے۔ اب صحابہؓ سے برتری کا دعویٰ بھی دیکھیے۔

صحابہؓ سے برتری کا دعویٰ

> (مولانا احمد رضا خاں) کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام سے یہ کہتے سنا ہے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا[2]

اندازہ کیجیے جس شخص کو دیکھ کر صحابہؓ کی زیارت کا شوق کم ہو جائے، اس سے اہل سنت مسلمانوں کو کیا ملے گا۔ بریلویوں نے اس عبارت سے تنگ آ کر اسے بدلنے کی کوشش کی مگر وہ خیرآبادی حضرات کے اس شیشے کو نہ مٹا سکے جو انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف دیا تھا۔

صحابہؓ اور ائمہ کی برابری کا نشہ

حضرت مولانا معین الدین اجمیری صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ اجمیر شریف مولانا احمد رضا خاں کی خصوصیات ذکر کرتے ہوئے خصوصیت ۱۲ کے تحت لکھتے ہیں:

> اعلیٰ حضرت اپنی شان و مرتبہ کو فراموش کر کے صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اپنی ذات کو قیاس کر بیٹھنے کے عادی ہیں۔[3]

---

[1] نئی تقریریں صفحہ ۱۹ [2] وصایا شریف صفحہ ۱۲ سطر ۱۲، و مرتبہ حسنین رضا خاں مطبوعہ الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ

[3] تجلیات انوار المعین صفحہ ۵۱ مطبوعہ صدیقی اجمیر شریف طبع

اہل سنت بزرگوں کے ہاں مولانا احمد رضا خاں کو اس صف میں کیوں گھسیٹ دیا گیا ہے یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہم یہاں صرف یہ شہادت پیش کرنا چاہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں وصایا شریف میں بھی یہ کسے متعلق اصل عبارت واقعی یہ تھی اس عقیدہ کی شہادت کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

> ان کو (مولانا احمد رضا خاں) دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی زیارت کا شوق کم ہو گیا[1]

مولانا اجمیری نے بیان کیا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا قد و پیمانہ ذہن بھی یہی تھا کہ وہ اپنے آپ کو صحابہ کرام پر قیاس کرتے تھے اس سے کم کسی منصب پر نہ ٹھہرتے تھے حضرت اجمیری کے ان الفاظ پر آپ پھر غور کریں۔

> اعلیٰ حضرت اپنی شان و مرتبہ کو فراموش کر کے صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اپنی ذات کو قیاس کر بیٹھنے کے عادی ہیں[2]

اس سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ بریلوی حلقوں میں مولانا احمد رضا خاں کو دیکھنے سے صحابہ کرام کی زیارت کا شوق واقعی کم ہو جاتا تھا

مذہبی خودکشی میں آخری ہچکی

بریلویوں نے وصایا شریف میں اب عبارت کو یوں بدلا۔

> ان کو دیکھ کر صحابہ کرام کی زیارت کا شوق زیادہ ہو گیا

بریلویوں نے وصایا شریف کی عبارت تو بدل دی لیکن وہ مولانا معین الدین اجمیری کی اس عبارت کو نہ بدل سکے۔ وہ عبارت مولانا احمد رضا خاں کی اپنی زندگی کی تھی اور یہ وصایا شریف کی عبارت ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں نے لکھی ہے اسے جواب بدلا گیا یہ واقعی تحریف ہے اور مولانا اجمیری کی عبارت وصایا شریف کی پہلی عبارت کی مصدقہ تائید ہے

---

[1] وصایا شریف ص۲۴ [2] تجلیات انوار المعین۔

امت میں صحابہ کرامؓ کے درجہ اور کوئی مرتبہ نہیں اس لیے مبالغہ کے طور پر کسی دوسرے کو ان کے قریب کیا جا سکتا تھا یہ بات سمجھ میں آتی ہے لیکن کس دور کے علماء اور صحابہؓ کے درمیان بیسیوں مراتب ہیں ان میں سے کسی کی مدح کی جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہیں دیکھ کر امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی زیارت کا شوق پیدا ہو گیا تھا یا تابعین کی زیارت کا شوق بھڑک اٹھا تھا — اب ان فاصلوں کو عبور کیے بغیر سیدھے صحابہ کرامؓ کی زیارت کا شوق زیادہ ہو جانا کوئی تدریجی کارروائی نہیں ہے — سو معلوم ہوتا ہے کہ اصل عبارت وہی ہے جو حدائق بخشش شریف کے پہلے ایڈیشنوں میں تھی اور اب جو بریلویوں نے اسے لفظ زیادہ سے بدلا ہے یہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں اور ان کے پہلے معتقدین کے مسلک سے بغاوت کی ہے اور اب بریلوی صحابہ کرامؓ کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں مولانا حامد رضا خاں اور مولانا مصطفےٰ رضا خاں کے مسلک پر نہیں رہے۔

قرآن کریم کے بارے میں بریلویوں کے دو متضاد مسلک

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم نزول قرآن پر موقوف نہ تھا وہ قرآن سیکھے ہوتے ہی پیدا ہوئے تھے۔[۱]

قریب تھا کہ سارے بریلوی اس عقیدہ پر آجاتے کہ آپ پیدائشی ہی آئی ان تمام کو ریب تحصیل حاصل تھا مگر پیر صاحب دیول شریف نے مفتی احمد یار گجراتی کے اس عقیدے سے کھلی بغاوت کر دی۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنے احوال و افعال مرتب ہوئے وہ سارے کے سارے بار ہی مرتب ہوئے۔[۲]

بریلویوں کی مذہبی خودکشی کو کہاں تک بیان کیا جائے یہ تضاد بیانیاں اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ ان کے اندر کچھ بھی حقیقت نہیں ہے

بریلوی حضرات کا یہ کہنا کہ عشق رسول کا صدقہ ایسے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ ہرگز صحیح نہیں

---

[۱] شی تقریریں از مفتی احمد یار صہ۱۲ [۲] عقائد رطیف حقائق ص۵۳ مجلس غوثیہ لائلپور

ایمان والوں سے اللہ کا خطاب

تالیف: علامہ شیخ ابوبکر جابر الجزائری، استاذ مسجد نبوی (مدینہ منورہ)

ترجمہ: مولانا مفتی عبدالقدوس رومی ☆ مقدمہ: حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار اور نافرمان دونوں طرح کے بندوں کو مختلف مواقع پر خطاب فرمایا ہے۔ اہل ایمان کو یا ایہا الذین آمنوا اور اہل کفر کو یا ایہا الذین کفروا کے ذریعے مخاطب کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ایسی ۹۰ آیات ہیں جن کا آغاز یا ایہا الذین آمنوا کے ذریعے کیا گیا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے زندگی کے مختلف پہلوؤں سے تعلق رکھنے والے مختلف احکامات بیان فرمائے ہیں۔ مسجد نبویؐ کے استاذ علامہ شیخ ابوبکر جابر الجزائری نے یہ تمام آیات ایک مجموعہ میں جمع کر دی ہیں اور اس مجموعے کو نداءات الرحمن لاھل الایمان کے خوبصورت نام سے پیش کیا ہے۔ مشہور صاحب قلم عالم دین حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی نے اس کتاب کو اردو زبان پہنایا ہے۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے تحریر کردہ مقدمے نے اس کتاب کی عظمت کو چار چاند لگا دیے ہیں۔

ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اہل ایمان کے خوبصورت اور دلکش انداز میں جن آیات کے ذریعے مخاطب بنایا ہے اور جن کے ذریعے ان کو مختلف تعلیمات و ہدایات دی گئی ہیں ان سب کو یکجا کر دیا جائے تاکہ کم سے کم وقت میں ہم جیسے لکھے مسلمان بھی بھاری بھرکم تفسیروں کی ورق گردانی کے بجائے ان قرآنی اور ایمانی تعلیمات کو سمجھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں۔

کتاب ہذا کے مقدمہ میں مولانا علی میاں ندویؒ لکھتے ہیں "قرآن کریم سے امت مسلمہ کا رشتہ جس قدر استوار اور مضبوط ہوگا اسی قدر یہ امت ترقی، سرافرازی کی راہ پر گامزن ہوگی، عزت و اقبال مندی اس کے قدم چومے گی، امت مسلمہ کے زوال کا ایک بنیادی سبب کتاب و سنت کی تعلیمات سے بیگانگی، قرآن کریم سے اس کے رشتہ کی کمزوری ہوگی۔"

حضرت مولانا عبدالقدوس رومی پختہ کار اور پختہ علم عالم دین ہیں، قلم پر بھی ان کی مضبوط گرفت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے بہت ہی صاف، شستہ اور سلیس و شگفتہ ترجمہ کر کے عام مسلمانوں کے لئے استفادہ کی راہ آسان کر دی ہے۔

پوری کتاب [illegible] صفحات پر مشتمل ہے۔ حافظی بک ڈپو نے اسے نہایت عمدہ کاغذ پر اعلیٰ طباعت کے ساتھ مجلد پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

حافظی بک ڈپو، دیوبند ۲۴۷۵۵۴ (یوپی)